بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نور المصابیح

حصہ ہشتم (8)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح، جلد سوم (3)

كِتَابُ الصَّيدِ وَالذَّبَائِحِ تا كِتَابُ الرُّؤيَا

حدیث نمبر: 5400 تا 6010

مؤلفہ

حقائق آگاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت و دین

ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ

۱۲۹۲ھ ۱۳۸۴ھ

مترجم

عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف صاحب دامت برکاتہم العالیہ

شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ و ناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد

زیر اہتمام

ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر

تاڑبن، x روڈ، حیدرآباد، انڈیا، 500064

040-24469996.

Zia.islamic@yahoo.co.in

www.ziaislamic.com

ناشر

دکن ٹریڈرس بکسیلرس

اینڈ پبلیشرز، مغلپورہ حیدرآباد

Phone :040-24521777

66710230,66490230

نام کتاب	:	نورالمصابیح، جلد: ہشتم (8) ترجمہ ''زجاجة المصابيح'' جلد سوم (3)
موضوع	:	حدیث وفقہ
مؤلف	:	حقائق آ گاہ، معارف دستگاہ، فخر العلماء والمحدثین، واقف رموز شریعت ودین محدث دکن ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی مجددی قادری رحمۃ اللہ علیہ
مترجم	:	عمدۃ المحدثین حضرت علامہ مولانا محمد خواجہ شریف دامت برکاتہم العالیہ شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ جامعہ نظامیہ، حیدرآباد
زیر اہتمام	:	ابوالحسنات اسلامک ریسرچ سنٹر، تاڑبن، x، روڈ، حیدرآباد
ناشر	:	دکن ٹریڈرس بک سیلر اینڈ پبلیشرز۔ مغلپورہ، حیدرآباد
پروف ریڈنگ	:	مولانا محمد محی الدین انور نقشبندی قادری، ایم۔اے عثمانیہ
تعداد	:	ایک ہزار (1000)
سن اشاعت	:	1438ھ، م 2017ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ.

ترجمہ: جس نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

(4۔سورۃ النساء:80)

وَمَآ اٰتٰـكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ.

ترجمہ: اور جو کچھ تمہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم عطا فرمائیں اسے لے لو اور جس سے منع فرمائیں اس سے رُک جاؤ، اور اللہ تعالی سے ڈرتے رہو۔

(59۔سورۃ الحشر:7)

أَمَّا بَعْدُ! فَإِنَّ خَيْرَ الْحَدِيْثِ كِتَابُ اللّٰهِ،

وَخَيْرَ الْهَدْىِ هَدْىُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

ترجمہ: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد وصلوٰۃ کے بعد فرمایا: واضح رہے کہ سب سے بہترین کلامُ اللہ کی کتاب (قرآن کریم) ہے، اور سب سے بہترین سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے۔

(صحیح مسلم، حدیث نمبر:2042۔زجاجۃ المصابیح، حدیث نمبر:145)

بہ مصطفٰی برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبیست

سنت و سیرت صحابہ کو
ڈھونڈو اور بدعتوں سے ہو بیزار

فہرست مضامین نورالمصابیح، حصہ ہشتم (8)

ترجمہ زجاجۃ المصابیح، جلد: سوم (3)

اللّٰہ

کرم یزداں

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلَی النَّبِیِّ الْكَرِیْمِ، وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ.

نورالمصابیح کی یہ جلد طباعت کے مرحلہ کو طے کر کے آپ کے ہاتھوں میں ہے (اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ)۔ یہ زجاجۃ المصابیح کی تیسری جلد ہے، ابھی مزید باقی چوتھی اور پانچویں جلد کے ترجمہ کا کام باقی رہ جاتا ہے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ بقیہ ترجمہ کا کام خیر وخوبی کے ساتھ جلد سے جلد مکمل ہوجائے۔ کام شروع ہو اور جاری رہے تو آخر کار اختتام کو پہنچ ہی جاتا ہے۔

اس ترجمہ میں بھی مولانا محمد خواجہ شریف صاحب شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ و دیگر ان کے معاونین: مولوی سید ضیاء الدین صاحب نائب شیخ الفقہ جامعہ نظامیہ، مولوی محمد قاسم صدیقی تسخیر صاحب استاذ جامعہ نظامیہ، مولوی لطیف احمد صاحب استاذ جامعہ نظامیہ، مولوی محمد حنیف صاحب، مولوی محمد امین الدین صاحب، مولوی محمد شرف الدین صاحب، مولوی محمد خالد علی صاحب،

مولوی سید واحد علی صاحب طلباء جامعہ نظامیہ نے خاص دلچسپی سے کام کیا ہے۔

بارگاہ یزدی میں دست بدعا ہوں کہ اس ترجمہ کو قبول عامہ نصیب فرما، اور جن جن حضرات نے اپنا تعاون دیا ہے ان کو بہتر سے بہتر جزاء خیر عطا فرما۔

جو کچھ ہوا تیرے کرم سے ہوا
جو ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

نیاز کیش

ابوالخیرات

حسینی علم، حیدرآباد

(تقدس مآب حضرت مولانا سید انواراللہ شاہ نقشبندی مجددی وقادری، جانشین ابوالحسنات وابوالبرکات)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

عرض مترجم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ رَبِّ الۡعَالَمِيۡنَ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الۡمُرۡسَلِيۡنَ، وَ آلِهٖ وَ صَحۡبِهٖ وَ تَابِعِيۡهِمۡ اَجۡمَعِيۡنَ. اَمَّا بَعۡدُ!

''زجاجۃ المصابیح'' جلداول سے جلددوم ختم ''كِتَابُ النِّكَاحِ'' تک بزرگوں نے ترجمہ کیا تھا جس کی (8) جلدیں ہوئی تھیں۔

اس کے بعد جلد دوم'' كِتَابُ الۡعِتۡقِ '' سے حسب ایماء نبیرہ و جانشین محدث دکن حضرت شیخ ابوالخیرات مولانا سید انوار اللہ شاہ نقشبندی مجددی و قادری رحمۃ اللہ علیہ ترجمہ شروع کیا گیا، متن حدیث شریف کے ترجمہ کے ساتھ ساتھ مؤلف علیہ الرحمہ کے گرانقدر حواشی کا بھی ترجمہ کیا گیا اور الفاظ کی مکمل رعایت کے ساتھ بلا کمی وبیشی بامحاورہ ترجمہ کرنے کی امکانی کوشش کی گئی۔

ترجمہ میں جن امور کو پیش نظر رکھا گیا ہے اس کی تفصیلات گزشتہ کی جلدوں میں بیان کردی گئی ہیں، ہر وقت ہر جگہ یہ بات ملحوظ رہی ہے کہ کوئی لفظ چھوٹنے نہ پائے۔

کتاب منیف زجاجۃ المصابیح پورے نظام اسلام پر محیط ہے۔ اعتقادات، عبادات، معاملات، فرائض وحقوق، احوال امن وسلامتی، مسائل جنگ وصلح، ماضی کی سرگزشت، حال کے واقعات، مستقبل کے حوادث وپیشن

گوئیاں، تخلیق کائنات اوراس کے ذرہ وہ ذرہ کی حقیقت، تحت الثری سے مافوق العرش وکرسی، نظام ارضی وسماوی، فضاؤوں کی تفصیلات، تخلیق انسان قبل نطفہ سے ولادت تک، ہر ہر مرحلہ کی تفصیلات پھراس کی نشو ونما، موت و حیات، حشر ونشر، حساب وکتاب، جنت ودوزخ، مخلوقات کے عجائب اور چھوٹی بڑی ہر چیز مادی ہو یا معنوی، علم وعرفان، لطافت ونورانیت اوراس کی حقیقت، غرض ہر ہر چیز کا ذکراس میں موجود ہے یہ دارین میں فلاح وصلاح کا مکمل نظام ہے۔اس کا چھوٹے سے چھوٹا مسئلہ بھی حکمتوں سے بھرپور اسلام کی حقانیت کی تابناک دلیل ہے۔

اس روشن کتاب ''زجاجۃ المصابیح'' کے حواشی میں مؤلف علاّم علیہ الرحمہ نے جو قیمتی مباحث جمع کئے ہیں اوراس پر جو تعلیقات ہیں دل ودماغ معطراور اس میں انشراح ہی انشراح ہوتا ہے کہ نظام اسلام کی ہر بات میں جمال وکمال، حلاوت ومٹھاس ہے پھر مزید خوبی یہ ہے کہ آسان سے آسان تر ہے۔

مؤلفِ علام رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''یہ کتاب حضور سید المرسلین علیہ و آلہ وصحبہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت سے تالیف ہوئی ہے''۔اس کی ہر جلد ہماری ایک ایک ضرورت کو پورا کرتی ہے۔اس کتاب مبارک سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے سیاسی، سماجی، معاشی، معاشرتی، اجتماعی، انفرادی اور عائلی و شخصی ہر شعبہ حیات میں اسلام کا نہایت متوازن ومکمل نظام ہے۔وہ انسان کی

ہر وقت ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

اس جلد میں روز مرہ زندگی کے نہایت اہم مضامین سے متعلق احادیث شریفہ، اس کی تشریحات اور متعلقہ مسائل ہیں۔

اس جلد کے متعدد مضامین میں سے ''شکار و ذبیحہ'' کا عنوان اہم ترین عنوان ہے۔ آج کے مشینی دور میں اسلام کا پاکیزہ نظامِ شکار و ذبح، صحت کا ضامن ہے۔ گوشت سے اگر خون کا اخراج نہ ہو تو یہ ہر بیماری کا سبب بنتا ہے اور اسلام کے نظام ذبح سے بہتر کوئی اور طریقہ اس کے لئے آج بھی سائنسی تحقیق میں پایا نہیں جاتا۔

پھر حلال اور حرام جانوروں کا اور مأکولات و مشروبات کا باب ہے۔ یہ بات اپنی ضرورت کے اعتبار سے اہم ترین ہے، کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ غذائیں اور مشروبات، گوشت و ترکاریاں انسان کے ظاہر و باطن جسمانی و باطنی ہر حصہ پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس سے جسمانی قوت و طاقت بھی ملتی ہے اور بیماریاں بھی آتیں ہیں، اس سے اخلاق و کردار اور فکر و نظر سنورتے بھی ہیں اور بگڑتے بھی ہیں۔ لوگ گوشت و غذا سے صرف طاقت و قوت دیکھتے ہیں اور نجس غذا سے کس قدر اخلاق بگڑتے ہیں نہیں دیکھ رہے ہیں؛ لیکن اسلام کے نظامِ غذا میں جانوروں کے انتخاب اور حلال و حرام میں دونوں باتوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ جسمانی طاقت و قوت بھی ملے، صحت کی ضمانت بھی رہے اور اخلاق و کردار سنورتے رہیں اور فکر و نظر کی بلندی بھی آتی رہے۔

آج دنیا اچھی غذاؤں اور میٹھے، ٹھنڈے پانی کے باوجودؔ فسادِ صحت اور بیماریوں میں مبتلا نظر آتی ہے۔ اسلام نے اس کے علاج کا آسان نسخہ دیا ہے۔ اس کے لئے جو آداب دیئے گئے ہیں اس سے معمولی غذا بھی مقوی صحت ہوجاتی ہے۔ یہ مضمون ہر چھوٹے بڑے کی بنیادی ضرورت ہے، کیونکہ نشونما کا آغاز ہی غذا سے ہوتا ہے۔ یہ اسلام ہے جو سلامتی ہی سلامتی کا ضامن ہے۔ اس مضمون سے آپ کو معلوم ہوجائے گا کہ بیٹھ کر یا کھڑے کھڑے کھانے پینے کے آداب کیا ہیں، کب یہ جائز ہے، کب اور کیوں یہ ناجائز ہے۔

اس جلد کے منجملہ مضامین میں ''برتنوں کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو ڈھانکنا'' ہے۔ آج لوگ اپنے کھانوں سے برکت ختم ہوتی دیکھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ معلوم نہیں کئے۔ دیکھو! شیطان اس میں کھاتا ہے، اس لئے برکت جارہی ہے، اپنے کھانے اور پینے کی چیزوں کو ''بسم اللہ'' پڑھ کر ڈھانکو، شیطان نہیں کھول سکتا۔ آج دنیا میں لوگ شیطانی اثرات سے کس قدر پریشان، اِدھر اُدھر پھر رہے ہیں۔ لوگو! دیکھو! کس قدر آسان نسخہ اسلام نے دیا۔ یہ مختصر عنوان ہے؛ لیکن ہماری بڑی ضرورت کو پورا کرتا ہے۔

اس جلد کا ایک اور مختصر اور اہم عنوان ''ضیافت'' (مہمانی) ہے۔ آج لوگ مہمان کو بوجھ سمجھتے ہیں، مہمان سے تنگ دل ہورہے ہیں، اگر کھلاتے ہیں اور مہمان بن کر جاتے بھی ہیں تو مادی غرض کے لئے، اسی لئے ضیافت بوجھ بن گئی

ہے۔اسلام جوتنگی کودور کرنے آیا ہے،اس کا کہنا ہے کہ ''ضیافت'' برکت ہے اور مادی غرض کے لئے آنا،کھلانا ضیافت نہیں ہے، یقیناً یہ بوجھ بنتی ہے۔اسلام میں ضیافت و مہمانی بے غرض ہوتی ہے۔محض اللہ تعالی کے لئے ہوتی ہے۔ ضیافت،دعوت سے فائدہ ہی فائدہ ہے۔یہ انسانوں کے درمیان محبت پیدا کرتی ہے،ضیافت سے برکت آتی ہے؛ بلکہ یہ بتلایا گیا ہے کہ پہلے دن مہمان کے لئے بہتر سے بہتر انتظام کیا جائے اوردوسری طرف مہمان سے کہا گیا: ''تین دن سے زیادہ ٹھہر کرمیزبان کوحرج میں نہ ڈالے''۔کیسا متوازن محبت وشانتی کا نظام ہے!۔

اس جلد کاایک عنوان''کِتَابُ اللِّبَاسُ '' ہے۔آج لباس کی وضع وقطع ایسی ہوگئی ہے کہ زینت و جمال ختم ہوگیا،ستر پوشی کم اور بے حیائی زیادہ ہوگئی ہے۔ اس لباس کی وجہ سے اخلاق کا بگاڑ اورصحت کی خرابی عام ہے۔لوگو! اسلام میں کتنا اچھا نظام لباس ہے۔اس کے بنیادی اصول میں چار اہم اصول ہیں:(1) ستر پوشی (2) صحت کی ضمانت (3) زینت (4) غیراقوام سے مشابہت نہ ہو۔

اسلام نے لباس میں اپنی خاص وضع کے ذریعہ گھر میں،مجالس میں،اعیادو مناسبات میں،مہمانوں کے استقبال کےمواقع میں،فوج میں اورعام حالات میں مرداورعورت ہردو کے لئے ہرجگہ اس کی مناسبت سے خوبصورت وضعدارلباس عطا کیا ہے۔کیونکہ لباس کی وضع وقطع کا انسان کی صحت،اس کے اخلاق اوراس کی جسمانی قوت پر گہرا اثر پڑتا ہے۔آج کی سائنسی دنیا میں کوئی اسلام کے صرف ان

چند اصول ہی کو پڑھ لے تو اسلام پسند ہو جائے گا۔

اس جلد میں روزمرہ کے کام، حسن و جمال اور توصیف وکمال کی باتیں ہیں انسان اس پر عمل پیرا ہو کر حسین بھی ہوگا، باکمال ہوگا، لائق ستائش اور صحت مند بھی رہے گا۔ اور ہر جگہ اس کی تعریف وتوصیف بھی ہوگی۔

اس ایک باب ''بَابُ الْخَاتَمِ'' ہے سونے، چاندی اور دیگر دھاتوں کی انگوٹھی، مرد کی انگوٹھی، عورت کی انگوٹھی، کونسی جائز کونسی ناجائز اس کے نگینے اسی کے احکامات میں ہر جگہ جمال کا پہلو نظر آئے گا۔

''بَابُ التَّرَجُّلِ'' کنگھی کرنے کا بیان۔ اس میں شروع سے آخر تک جمال ہی جمال ہے، مرد وعورت کے لئے کس قدر بال رکھنا پھر اس میں کنگھی کرنا، مانگ نکالنا، تیل ڈالنا اور داڑھی، مونچھ اور تمام خصال فطرت کے مسائل ہر جگہ جمال اور حفظان صحت کا نظام نظر آتا ہے۔

ایک اور عنوان ''تصویر'' سے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں ایسے بنیادی اصول بتادئے گئے ہیں کوئی الجھن باقی نہیں رہتی کسی جاندار کی تصویر بلا ضرورت نہ لی جائے اور اس کو نمایاں مقام میں نہیں لگانا ہے۔ بس اتنی سی بات ہے باقی کائنات کی ہر چیز اور اس کے جمالیات کی تصویر جس میں کوئی فساد نہ ہو جائز ہے۔

اس کے بعد کے مضامین میں ''کِتَابُ الطِّبِّ وَ الرُّقٰی'' (علاج وتعویذ کا بیان) ہے یہ مضمون تمام انسانوں کے لئے عظیم نعمت ہے اس میں اصول علاج اور اس کے طریقہ اور ڈاکٹروں کے لئے اور مریضوں کو شفایابی کے سلسلے میں ہدایات

ہیں نورانی تعویذات وعملیات یہاں تک کہ نفسیاتی علاج آج کل کی پھیلی ہوئی بیماریوں کی شفا کا صدفی صد ضامن علاج اوراس کے طریقے خالق کائنات اوراس کے برگزیدہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے آپ کو دئے گئے ہیں، انگریزی علاج سے یونانی تک معالجات کے جتنے طریقے ہیں ہرایک کے اندراس مضمون میں بتائے گئے اصول ہی نظر آئیں گے۔

اس کے بعد فال وطیرہ اورکہانت ہے۔ یہ مضامین تو مایوس کو کامیاب، مردے کو زندہ، غمزدہ کو نشاط سے بھر دیتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک فرمان کہ ''لاعدوی ولاطیرۃ'' ساری دنیا کو حیات ونشاط سے بھر دیا ہے۔ کوئی بیماری فی نفسہ متعدی نہیں، بدشگونی تو بالکل ہے ہی نہیں، نہ اُلّو کی نحوست ہے نہ صفر کی نحوست، نہ عورت میں نحوست ہے نہ گھر میں اور نہ گھوڑے میں۔ اورایک ہی جملہ میں کہانت کی ساری عمارت ڈھیر ہوگئی، لوگ عملیات والوں کی چکر سے نکل گئے، ان کے پاس شیطان اور جنات آتے ہیں ان کی باتوں میں ایک بات سچی اورسو جھوٹی ہوتی ہیں۔

خوابوں کے مضمون پر زجاجۃ المصابیح کی تیسری جلد ختم ہوئی ہے، اس میں ہے کہ خواب تین قسم کے ہیں: سچے خواب کیسے اورکب آتے ہیں، اس کی تفصیلات ہیں اور یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ پریشان کن برے خواب شیطان کی طرف سے، اس سے بچنے اورمحفوظ رہنے کا آسان طریقہ بتایا گیا ہے، خوابوں کی دنیا کے لئے اس سے اچھا اورسچا اورکوئی مضمون نہیں ہے۔

اوراس باب کے اخیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار مبارک سے متعلق

احادیث شریفہ ہیں۔اور یہ خوشخبری و بشارت ہے کہ جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں دیدار کیا عنقریب وہ بیداری میں دیدار کرلے گا۔اس کے بعد چوتھی جلد شروع ہوتی ہے۔ [1]

اس جلد کے ترجمہ میں ہمارے ساتھ جامعہ نظامیہ کے اساتذہ کرام میں سے مولانا سید ضیاء الدین صاحب، مولانا محمد قاسم صدیقی صاحب، مولانا لطیف احمد صاحب کے علاوہ جماعت کامل کے طلبہ میں سے عزیز القدر مولوی محمد حنیف صاحب، مولوی شرف الدین صاحب، مولوی امین الدین صاحب، مولوی محمد خالد علی صاحب، مولوی سید واحد علی صاحب اور مولوی غلام دستگیر عمار صاحب کا تعاون حاصل رہا۔

اللہ تعالیٰ ان تمام حضرات واحباب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور اس ترجمہ کو کتاب کی طرح مقبول اور مفید بنائے اور میزانِ حسنات میں اس کو شامل کرے۔آمین۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى وَسَلَّمَ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَآلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ تَابِعِيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ.

خیر طلب

محمد خواجہ شریف

شیخ الحدیث وناظم مرکز تحقیقات اسلامیہ، جامعہ نظامیہ

ومدیر المعہد الدینی العربی، حیدرآباد

---

[1] ''زجاجۃ المصابیح'' جلد چہارم(4) کے آغاز ''كِتَابُ الْآدَابُ'' سے زجاجۃ المصابیح جلد چہارم(4) کے اختتام ''بَابُ بَدْءِ الْخَلْقِ وَذِكْرِ الْاَنْبِيَاءِ– عَلَيْهِمُ السَّلَامُ– '' تک کا ترجمہ ''نورالمصابیح'' جلد نہم(9) اور جلد دہم(10) میں آرہا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(19) كِتَابُ الصَّيْدِ وَالذَّبَائِحِ

شکار اور ذبیحہ کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے:

(1) " يَسْئَلُوْنَكَ مَا ذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ، قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ، وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ (1) مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ، فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ ، اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ".

---

1 قولہ: وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ...... الخ. "اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہو"۔
"الْجَوَارِح" سے وہ درندہ صفت چوپائے اور پرند مراد ہیں جو شکار کو حاصل کر کے لے آتے ہیں، جیسے کتا، چیتا، عقاب، شکرہ، باز اور شاہین وغیرہ جن کو کوچلی اور پنجہ ہوتا ہے۔ یہی قول امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے اور امام ابو یوسف سے بھی ایسی روایت ہے، اور یہ قول بیضاوی اور کشاف میں بھی مذکور ہے۔
اور صاحب مدارکؒ نے کہا ہے: "الجوارح" کا کلمہ "الجراحة" (زخم) سے بنا ہے لہٰذا شکار کے حلال ہونے کے لئے جانور کو اس کو زخمی کرنا شرط ہے، جیسا کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔ صاحب ہدایہؒ نے اس کی صراحت کرتے ہوئے یہ فرمایا کہ "الجوارح" سے ایک تاویل کے مطابق شکار کرنے والے جانور مراد ہیں۔ پھر آگے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد: " وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ " میں اس بات کا اشارہ ہے کہ زخمی کرنا مشروط ہے، اس لئے کہ یہ کلمہ ایک تاویل کے مطابق "الجراحۃ" (زخم) سے ماخوذ ہے اور ان دونوں صورتوں میں کوئی منافات نہیں اور امام ابو یوسفؒ نے پہلی تاویل کی طرف رجوع کرتے ہوئے اس کو شرط نہیں قرار دیا۔
آیت کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص کتے یا شکرہ کو شکار کے لئے روانہ کرے تو چند شرائط کے ساتھ اس کے لئے وہ شکار حلال ہو جاتا ہے:
1) پہلی شرط یہ ہے کہ کتا یا شکرہ مسلمان کا ہو یا اس شخص کا ہو جو مسلمان کے معنی میں ہے (یعنی اہل کتاب کا ہو) اور سدھایا ہوا ہو، پھر سدھارنے والا اس کا تین مرتبہ تجربہ کر لے کہ وہ شکار کرنے کے بعد اس میں سے نہیں کھائے گا اور بلانے پر پلٹ کر آجائے گا۔

''اے پیغمبر! لوگ آپ سے پوچھتے ہیں کہ کون کونسی چیزیں ان کے لئے حلال ہیں؟ کہہ دو کہ سب پاکیزہ چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں اور جن شکاری جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہو (اور شکار کا طریقہ) جیسا کچھ تم کو اللہ نے سکھایا ہے ویسا ہی تم نے ان کو (بھی) سکھا دیا ہو تو جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس کو کھا لو اور شکاری جانوروں کو چھوڑتے وقت اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بیشک اللہ جلد حساب لینے والا ہے''۔ (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:4)

(2) '' اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّکُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِ ، وَحُرِّمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ، وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ''.

''تمہارے لئے دریا کا شکار اور اس کا کھانا حلال کر دیا گیا ہے تا کہ اس سے خود تمہیں بھی فائدہ پہنچے اور دوسرے مسافروں کو بھی فائدہ پہنچے اور خشکی کا شکار جب تک احرام کی حالت میں ہو تم پر حرام ہے۔ اور اللہ سے ڈرو جس کے پاس تم سب جمع کیے جاؤ گے''۔ (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:96)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

2) اور دوسری شرط یہ ہے کہ جانور کا اس کو زخمی کرنا یقینی ہو، امام اعظمؒ کے نزدیک۔

3) تیسری یہ ہے کہ بھیجتے وقت ''بسم اللہ'' پڑھا جائے۔

4) چوتھی یہ کہ اگر وہ اس کو زندہ پائے تو دوبارہ اس کو ذبح کرے۔ اور اگر وہ زندہ نہ پائے تو اس کی ضرورت نہیں۔ پس اگر مذکورہ شرائط میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے مثلاً یہ کہ وہ درندہ معلم (سدھایا ہوا) نہ ہو یا معلم تو ہو لیکن زخم نہ لگایا ہو، یا اس کو روانہ کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھا گیا ہو یا یہ کہ وہ اس کو زندہ پا کر بھی خود ذبح نہ کرے یا اس کے ساتھ (شکار کرنے میں) غیر معلم کتا بھی شریک ہو جائے یا کتا ایسا ہو کہ جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، یا مجوسی کا کتا ہو تو ایسی صورت میں شکار قطعی طور پر حرام ہو جائے گا۔

یہ بیان درندوں کے ذریعہ شکار کرنے کے احکام کا ہے، اور تیر اندازی کے ذریعہ شکار کرنے کے احکام بھی اسی طرح کے ہیں، کہ اگر تسمیہ پڑھ کر شکار کو تیر مارا جائے اور وہ اس کو زخمی کر دے تو اسے کھایا جائے گا۔ پس اگر وہ اس کو زندہ نہ پائے تو (اس کے حلال ہونے کے لئے یہ کافی ہے اور اگر اس کو زندہ پالے تو تسمیہ پڑھ کر اس کو ذبح کرے، پس اگر وہ تیر پر ''بسم اللہ'' نہ پڑھے یا وہ زخم نہ لگائے یا شکاری اس کو زندہ پا کر ذبح نہ کرے تو وہ قطعی طور پر حرام ہو جائے گا۔ (تفسیرات احمدیہ)۔

(3) ” وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا “

”اور جب تم احرام کی حالت سے باہر آ جاؤ تو شکار کرو“ (5۔سورۃ المائدۃ،آیت نمبر:2)

(4) ” حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ “۔

”(مسلمانو!) تم پر حرام ہے مرا ہوا جانور اور خون اور سور کا گوشت اور جس ذبیحہ پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکار جائے اور جو جانور گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور جو گر کر مر جائے اور جو سنگ لگ کر مر جائے اور وہ جانور جس کو درندے کھالیں، مگر وہ حرام نہیں جس کو تم مرنے سے پہلے ذبح کرلو“۔ (5۔سورۃ المائدۃ،آیت نمبر:3)

(5) ” وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ “ 1

”اور وہ (نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم) ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں“۔ (7۔سورۃ الاعراف،آیت نمبر:157)

1/5400 ۔عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: جب تم اپنے کتے کو چھوڑو 2 تو تم اللہ کا نام لو۔پس اگر وہ تمہارے لئے

---

1 قولہ: وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ ”اور وہ ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں“۔اس میں مچھلی کے سوا تمام سمندری جانوروں کے حرام ہونے کی دلیل ہے،اس لئے کہ وہ سب کے سب خبیث ہیں،پس یہ آیت تمام سمندری جانوروں کے حلال ہونے سے متعلق امام شافعی علیہ الرحمہ کے قول کا جواب ہے۔(تفسیرات احمدیہ)۔

2 قولہ: اذا ارسلت کلبک، الخ. ”جب تم اپنے کتے کو چھوڑو“۔صاحب ہدایہ نے کہا ہے: اور جب اپنے سدھائے ہوئے کتے کو یا اپنے باز پرندے کو چھوڑے اور چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے پھر وہ شکار کو پکڑے اور اس کو زخمی کردے اور وہ شکار مر جائے تو اس کو کھانا حلال ہے۔اس کی دلیل حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کیے ہیں،اور اس لئے کہ کتا اور باز یہ ذبح کے آلات ہیں اور آلہ کا استعمال کیے بغیر محض آلہ سے ذبح نہیں ہوتا۔اور ان دونوں کو چھوڑنا آلہ کا استعمال کرنا ہے،اور ان کو تیر چلانے اور چھری پھرانے کے قائم مقام کردیا گیا ہے اور اس لئے اس وقت بسم اللہ پڑھنا ضروری ہوگا اور اگر بھول کر بسم اللہ پڑھنا چھوڑ دے تو بھی جائز رہے گا جیسا کہ اس

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

کے جائز ہونے کو اور عمداً بسم اللہ چھوڑ دینے سے اس کے حرام ہونے کو ہم ذبائح کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں، اور ظاہر روایت میں ہے کہ جانور کا اس کو زخمی کرنا ضروری ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے تاکہ ذبح اضطراری ثابت ہو اور ذبح اضطراری میں بدن کے کسی بھی مقام پر کسی بھی آلہ کو جو اس کو مل جائے استعمال کر کے زخمی کر دینا ہوتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ''وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ '' اور جن شکاری جانور کو تم نے سدھار کھا ہے'' میں زخمی کرنے کا اشارہ ملتا ہے کیونکہ وہ جرح سے مشتق ہے جو ایک تاویل میں جراحہ یعنی زخم کے معنی میں ہے۔ پس اس کو کچلی اور پنجے سے زخمی کر کے شکار کرنے والے کے معنی پر محمول کیا جائے گا اور اس میں کوئی منافات نہیں ہے اور اس میں یقینی مفہوم کو اختیار کیا گیا ہے، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے مروی ہے: ان کے پاس تاویل اول کی طرف رجوع کرتے ہوئے زخم لگانا شرط نہیں ہے اور اس کا جواب وہی ہے جو ہم کہہ کر آئے ہیں اور اگر اس میں سے کتا یا چیتا نے کھایا ہے تو اس کو کھایا نہیں جائے گا اور اگر اس میں سے سے باز نے کھایا ہے تو اس کو کھایا جائے گا۔ اور دونوں میں فرق یہ ہے کہ شکرے کا بدن ضرب کا متحمل نہیں ہوتا اور کتے کا بدن ضرب کو برداشت کرتا ہے تو اس کو مارا جا سکتا ہے تاکہ وہ اس کو چھوڑے رکھے اور اس کے تعلیم کی نشانی یہ ہے کہ وہ اس چیز کو چھوڑ دے جس سے وہ عادتاً مانوس ہے اور باز وہ وحشی اور غیر مانوس پرندہ ہے تو اس کا اس بات کو قبول کرنا ہی اس کی تعلیم کی نشانی ہے لیکن کتا وہ ایک پالتو جانور ہے اور چھین لینا اس کی عادت میں سے ہے پس اس کے تعلیم کی علامت اس کا اپنی عادت کی چیز کو چھوڑ دینا ہے اور اس کی عادت کھالینا اور کسی چیز کو چھین لینا ہے اور آپ کا فرمان ہے کہ ''فان اکل منہ الکلب''. ''اگر اس میں سے کتا کھالیا تو مت کھاؤ'' پس اس کی تائید حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے ہوتی ہے، جس کو ہم نے روایت کیا ہے اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے قول قدیم کے خلاف بھی حجت ہے کہ ان کے پاس اس میں سے کتا کھالیا ہے، تب بھی اس کا کھانا جائز ہے۔

اور صاحب ''نتائج الافکار'' نے کہا ہے کہ اگر یہ کہا جائے کہ حضرت ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کے شکار کے بارے میں فرمایا ہے ''و ان اکل منہ'' اگر چہ کہ وہ (کتا) اس میں سے کھالیا ہو اور یہ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کی واضح دلیل ہے، تو میں کہوں گا کہ حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی روایت حضرت عدی کی حدیث کے معارض ہے اور حضرت عدی کی حدیث کو حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث پر ترجیح ہے، کیونکہ ابو ثعلبہؓ کی حدیث، کتے کے کھائے ہوئے کو حلال قرار دیتی ہے اور حضرت عدی کی حدیث اس کو حرام بتاتی ہے اور اصول فقہ میں یہ بات معلوم ہے کہ حرام کرنے والی چیز اور حلال کرنے والی حدیث میں تعارض ہو جائے تو حرام کرنے والی حدیث کو ترجیح ہوتی ہے اور وہ اس (حلال کرنے والی حدیث) کے لئے ناسخ قرار پائے گی۔ پس حضرت عدی کی حدیث پر عمل کرنا واجب ہوگا، نہ کہ حضرت ابو ثعلبہ کی حدیث پر۔ (انتہی)۔

روک رکھے اورتم اس کوزندہ پاؤ تو اس کو ذبح کرو اور اگر تم اس کو اس حالت میں پاؤ کہ مارڈالا ہے اور اس میں سے کھایا نہیں ہے تو تم اس کو کھاؤ اور اگر وہ کھایا ہے تو تم مت کھاؤ، کیونکہ وہ اپنی ذات کے لئے پکڑا ہے۔اور اگر اپنے کتے کے ساتھ اس کے سوا کوئی دوسرا کتا پاؤ اور وہ اس کو مار ڈالا ہے تو مت کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے ان دونوں میں سے کس نے قتل کیا ہے اور جب تم اپنا تیر چلاؤ تو اللہ کا نام لو [1] اور اگر وہ تم

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اور ہدایہ میں ہے کہ اگر چھوڑنے والا اس شکار کو زندہ پایا تو اس کو ذبح کرنا ضروری ہے اگر ذبح نہیں کیا یہاں تک کہ وہ مرگیا تو اس کو کھایا نہیں جائے گا، اسی طرح باز اور تیر کا مسئلہ ہے کیونکہ بدل کے ذریعہ مقصود حاصل ہونے سے پہلے اصل پر قدرت حاصل ہوچکی ہے اور مقصود اباحت ہے اور اس کی موت سے پہلے اس کا ثبوت نہیں ہوا ہے تو بدل کا حکم باطل ہوجائے گا اور اگر کتا اس کا گلہ دبا دیا ہو اور اس کو زخمی نہیں کیا ہو تو اس کو کھایا نہیں جائے گا، کیونکہ زخمی کرنا ظاہر روایت کے مطابق شرط ہے اور اگر اس کے ساتھ کوئی غیر معلم کتا یا کسی مجوسی کا کتا شریک ہوجائے یا ایسا کوئی کتا شریک ہوجائے جس پر عمداً تسمیہ نہیں پڑھا گیا ہے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا، اس کی دلیل حضرت عدی رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جس کو ہم نے بیان کیا ہے اور اس لئے بھی کہ حلال اور حرام کرنے والی دو حدیثیں جمع ہوں تو حرمت کی جہت کو قطعی طور پر یا احطاط کی بناء پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔

[1] **قولہ و اذا رمیت بسھمک، الخ** ''یعنی جب کسی شکار کو تیر لگ جائے اور شکار مشقت کے ساتھ اس کو برداشت کرلیا یعنی تیر لگنے سے چلنے یا اڑنے میں مشقت اٹھا کر نکل گیا اور نظر سے غائب ہوگیا اور ایسی صورت میں تیرانداز آدمی اس کی تلاش چھوڑا نہیں بلکہ مسلسل تلاش میں رہا یہاں تک کہ وہ اس کو مرا ہوا ملا تو وہ حلال ہے، اور اگر اس کی تلاش چھوڑ دیا تھا پھر اس کو مرا ہوا ملا تو اس کے لئے وہ حلال نہیں ہے، کیونکہ ابوثعلبہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب تم اپنا تیر چلاؤ اور وہ تین دن تک غائب رہا اور اس روایت میں ہے تم سے وہ ایک دن غائب رہا پھر تم اس کو پالئے تو جب تک وہ بدبودار نہیں ہوا تم اس کو کھاؤ، اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی مروی ہے، تیر مارنے والے سے اگر وہ شکار غائب رہا تو اس شکار کو کھانا مکروہ ہے اور آپ نے فرمایا: ہوسکتا ہے حشرات الارض اس کو مار ڈالے ہوں تو اس حدیث کو ایسی صورت پر محمول کیا جائے جائیگا کہ وہ اس کی تلاش چھوڑ دیا ہو، اور پہلی حدیث شریف کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ اس کی تلاش چھوڑا نہیں تھا، اور اس کے علاوہ اس میں یہ بھی احتمام ہے اس کی موت کسی دوسرے سبب سے ہوئی ہو تو اس لئے اس کو ایسی چیزوں میں شمار کیا جائے گا جن سے بچنا ممکن ہے کیونکہ محرمات کے سلسلہ میں اس کے حرام ہونے کا وہم بھی ہو تو وہ یقین ہونے کی طرح ہے لہٰذا اس کو ان چیزوں میں

سے ایک دن تک غائب رہا اور تم اس میں اپنے تیر کے نشان کے سوا کچھ دوسری کوئی چیز نہ پاؤ تو اگر تم چاہو تو کھاؤ اور اگر اس کو پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ تو مت کھاؤ ۔ 1 (متفق علیہ)۔

2/5401 ۔حضرت ابورزین رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے راویت کی ہے، شکار سے متعلق جو شکاری سے پوشیدہ ہوجائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہوسکتا ہے اس کو زمین کے موذی جانور مار ڈالے ہوں۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

شمار نہیں کیا جائے گا جن سے بچنا ناممکن ہے، کیونکہ ورنہ اس طرح کا اعتبار کرنا شکار کے دروازے کو ہی بند کرنا ہوگا اور یہ اس لئے ہے کہ شکار اکثر جنگلات میں ہوتا ہے اور وہ اکثر اس میں چھپ جاتا ہے، پس جو شخص مسلسل تلاش جاری رکھے تو اس کے لئے اس کی ضرورت کی وجہ سے حلال رہے گا، اور جب وہ کسی دوسرے کام میں مشغول ہوجائے تو گویا اس کیلئے اس کی ضرورت نہ رہی اور ہر چیز میں یہی قاعدہ ہے مگر ہمارے لئے جس سے بچنا ممکن نہیں ہے تو ہم اس میں اس قاعدہ کو ضرورت کی بناء پر جاری نہیں رکھے اور اب جس میں بچنا ممکن ہے اپنے وہ اصل قاعدہ پر رہے گا اور اس کیلئے شرط یہ رکھی گئی ہے کہ اس میں اپنے تیر کے زخم کے سوا کوئی اور زخم پایا نہ جائے۔(ملخص از شرح کنز)۔

1 **قولہ : و ان وجدتہ غریقا، الخ.** ''اور تم اس کو پانی میں ڈوبا ہوا پاؤ'' صاحب ہدایہ نے کہا اور جب کسی شکار پر تیر چلائے پھر وہ پانی میں گر جائے یا کسی سطح یا پہاڑ پر گر جائے پھر اس سے زمین پر گر پڑے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا کیونکہ وہ متردیہ (گر کر ہلاک ہونے والا جانور ہے) اور نص سے اس کی حرمت ثابت ہے اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس کی موت تیر کے علاوہ کسی اور چیز سے ہوئی ہو کیونکہ پانی بھی ہلاک کرنے والی چیز ہے اور اسی طرح اوپر سے نیچے گرنا (بھی ہلاک کرنے والی چیز) ہے اور اس کی تائید حضرت عدی کے لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد سے ہوتی ہے کہ ''**وان وقعت رمیتک فی الماء**'' اگر تمہارا شکار پانی میں گر جائے تو تم اس کو مت کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ پانی نے اس کو مارا ہے یا تمہارے تیر نے مارا ہے اور اگر شروع میں ہی زمین پر گر جائے تو اس کو کھایا جائے گا کیونکہ اس سے احتیاط کرنا ممکن نہیں ہے، ورنہ اگر اس کا اعتبار کیا جائے تو شکار کا دروازہ ہی بند ہوجائے گا بر خلاف سابق صورت کے کیونکہ اس سے احتراز کرنا ممکن ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب حرمت اور حلت کے اسباب جمع ہوجائیں اور جو حرمت کا سبب ہے اس سے بچنا ممکن ہو تو بطور احتیاط حرمت کی جہت کو ترجیح ہوگی، اور اگر وہ منجملہ ان چیزوں کے ہے جن سے بچنا ممکن نہیں ہے تو اس (سبب حرمت) کا وجود عدم کے قائم مقام ہے کیونک تکلیف حسب طاقت ہوتی ہے۔

3/5402 ۔اور عبدالرزاق نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایسی مرفوع حدیث کی تخریج کی ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ معجم طبرانی مصنف عبدالرزاق)

اور ہمارے علماء نے کہا ہے اس حدیث کو ایسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ شکار کی تلاش چھوڑ کر بیٹھ گیا ہو اور پہلی حدیث کو طلب نہ چھوڑنے پر محمول کیا جائے گا۔

4/5403 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، انہوں نے کہا: تیرا کتا اگر سدھایا ہوا ہے تو وہ جو تمہارے لئے روک رکھا ہے تو اس کو کھاؤ اور اگر وہ کھایا ہے تو اس میں سے کچھ بھی مت کھاؤ کیونکہ وہ اپنے لئے اس کو روک رکھا ہے، لیکن شکرا اور باز اگر وہ کھا بھی لیں تو تم کھاؤ کیونکہ ان کی تعلیم یہ ہے کہ جب تم اس کو بلاؤ تو تمہاری بات قبول کرے (آجائے) اور تم اس کو شکار نہ کھانے کے لئے مار نہیں سکتے (کیونکہ وہ مار کا متحمل نہیں ہوسکتا)۔ (کتاب الآثار للامام محمد)۔

5/5404 ۔سعید بن منصور نے راویت کی ہے کہ راشد بن سعیدؓ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مسلمان کا ذبیحہ اگرچہ کہ عمداً بسم اللہ نہ پڑھے حلال ہے۔ [1] (سنن سعید بن منصور)

---

[1] **قولہ و ان لم یسم اذا لم یتعمد.** ''اگرچہ کہ جب عمداً بسم اللہ نہ پڑھے'' صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ اگر ذبح کرنے والا عمداً بسم اللہ نہ پڑھے تو وہ ذبیحہ مردار ہے، اس کو کھایا نہیں جائے گا اور بسم اللہ پڑھنے کو بھولے سے چھوڑ دے تو کھایا جائے گا۔ یہ حکم ہمارے (احناف کے) پاس ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا کہ دونوں صورتوں میں کھایا جائے گا اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا دونوں صورتوں میں اس کو کھایا نہیں جائے گا، تسمیہ چھوڑنے کے مسئلہ میں مسلمان اور کتابی دونوں برابر ہیں۔ اور اسی اختلاف کی بناء پر حکم رہے گا، باز اور کتے کو چھوڑتے وقت یا تیر چلاتے وقت بسم اللہ چھوڑ دینے کا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول اجماع کے مخالف ہے، کیونکہ جس پر عمداً بسم اللہ چھوڑ دیا گیا ہے اس کی حرمت کے بارے میں آپ سے پہلے کوئی اختلاف نہیں ہوا۔ اختلاف تو ان کے درمیان صرف اس جانور کے بارے میں تھا جس پر بھول کر بسم اللہ چھوڑ دیا گیا ہو اس بارے میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ وہ حرام ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مذہب یہ تھا کہ وہ حلال ہے۔ برخلاف اس جانور کے جس پر عمداً بسم اللہ چھوڑ دیا گیا وہ بالاتفاق حرام ہے۔ اسی لئے امام ابو یوسف اور دوسرے علماء رحمہم اللہ نے کہا ہے کہ جس پر عمداً بسم اللہ چھوڑ دیا جائے اس کے بارے میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہے اور اگر قاضی اس کو بیچنے کے جواز کا فیصلہ دے تو وہ اجماع کے مخالف ہونے کی وجہ سے نافذ نہیں ہوگا اور علامہ عینی نے کہا ہے کہ یہ حدیث شریف اور امام بخاری کی تعلیق ہماری تائید کرتی ہے۔

6/5405۔امام بخاری نے تعلیقاً (حدیث کی سند بیان کیے بغیر) کہا ہے: ابن عباس رضی اللہ عنھما نے کہا ہے جو شخص بھول جائے تو کوئی حرج نہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ"

کہ تم اس میں سے مت کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا، یقیناً یہ فسق ہے (6۔سورۃ الانعام،آیت نمبر:121) اور بھولنے والے کو فاسق نہیں کہا جاتا۔

اور امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث [1] "تم اللہ کا نام لو اور اس کو کھاؤ" یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا۔

7/5406۔عدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں شکار پر تیر چلاتا ہوں اور دوسرے دن اس میں اپنا تیر پاتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم یہ جانو کہ تمہارے تیر نے اس کو مار ڈالا ہے اور اس میں کسی اور درندے کا نشان نہ دیکھو تو کھالو۔ (ابوداؤد)

اور ہم کہتے ہیں: تم کو یہ بات معلوم ہو ہے کہ اس کے حلال ہونے کے لئے ایک اور شرط ہے کہ اس کی تلاش نہ چھوڑو۔

8/5407۔صاحب بدائع نے کہا: مروی ہے کہ ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

---

[1] قولہ: حديث عائشة ، الخ. "عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث" پوری حدیث کو امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے۔صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہاں کچھ قومیں ہیں، شرک سے ان کا زمانہ قریب ہے وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں، ہم نہیں جانتے کہ وہ اس پر اللہ کا نام لئے ہیں یا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اللہ کا نام لو اور کھاؤ۔صاحب عمدۃ القاری نے کہا: اس حدیث سے ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ پڑھنا واجب نہیں ہے۔اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بادیہ نشین بدویوں کا ذبیحہ کھانے کا حکم نہیں فرماتے۔اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ ابتدائے اسلام میں تھا۔اور اس پر دلیل یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ نے اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے: "یہ اول اسلام میں تھا" اور یہ ممکن ہے کہ وہ تسمیہ سے ناواقف نہیں تھے۔

خدمت میں شکار تحفہ پیش کیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو یہ کہاں سے ملا؟ تو اس نے کہا میں اس پر کل تیر چلایا تھا اور اس کی تلاش میں تھا یہاں تک کہ مجھ پر رات چھا گئی اور مجھے اس سے روک دی پھر میں اس کو آج پایا اور میرا نیزہ اس میں تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سے وہ غائب رہا اور کیا معلوم ہوسکتا ہے کہ بعض حشرات الارض اس پر تمہاری مدد کئے ہوں، مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے۔

9/5408۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ان سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا: کھاؤ وہ جس کو تم مرتے ہوئے دیکھے ہو اور چھوڑ دو اس کو جو تم سے چھپ گیا ہو۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اصماء سے مراد جس کا مرنا دیکھا ہو اور انماء سے مراد وہ ہے جو اس سے چھپ جائے اور ہشام نے کہا: امام محمد رحمہ اللہ سے روایت مروی ہے: اصماء سے مراد جو تمہاری نگاہ سے نہ چھپا ہو اور انماء جو تماری نگاہ سے چھپ گیا ہو، مگر یہ ہے کہ اس کی تلاش میں رہنے کو ضرورت کی بناء پر دیکھنے کے قائم مقام کردیا گیا ہے۔ (البدائع)

10/5409۔ابوثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ ہم قوم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہیں کیا ہم ان کے برتنوں میں کھائیں [1] شکار والی

---

[1] قولہ : یا نبی اللہ انا بارض قوم اھل الکتاب افنا کل فی آنیھم. ”یا نبی اللہ ہم قوم اہل کتاب کی سرزمین میں رہتے ہیں، کیا ہم ان کے برتنوں میں کھائیں“ الخ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مسئلہ دریافت کیے۔ پہلا مسئلہ اہل کتاب کے برتنوں میں کھانے سے متعلق ہے تو اس کے جواب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کو اہل کتاب کے ان برتنوں کے سوا دوسرے برتن مل جائیں تو اہل کتاب کے ان برتنوں میں مت کھاؤ ورنہ ان ہی برتنوں کو دھو کر اس میں کھالو۔ اس تفصیل سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اگر دوسرے برتن مل جائیں تو ان کے استعمال میں کراہت ہے۔ جب کہ فقہاء کرام نے کہا ہے کہ دوسرے برتن ملنے کے باوجود ان کے برتنوں کو دھونے کے بعد استعمال کرنے میں کوئی کراہت نہیں ہے، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اہل کتاب کے برتنوں سے مراد ان کے ان برتنوں سے ممانعت ہے جس میں وہ سور کا گوشت پکاتے ہیں، اور جس میں وہ شراب پیتے ہیں، اور دھونے کے بعد ان کے استعمال سے جو منع کیا گیا ہے وہ طبیعت کے ناپسند کرنے کی وجہ سے ہے اور

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

اس لئے کہ وہ نجاست کے لئے تیار کیے گئے ہیں اور فقہاء کرام کے پاس عدم کراہت سے مراد وہ برتن ہیں جو عموماً نجاست میں استعمال نہیں کیے جاتے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ اس معاملہ میں تحقیق یہ ہے کہ حضرت ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں اصل پر ظاہر کو ترجیح دی گئی ہے کیونکہ اہل کتاب اور مجوس کے برتن اصل کے اعتبار سے پاک ہیں۔ اس کے باوجود دوسرے برتن نہ ملنے کی صورت میں ان کو دھو کر استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ حکم اصل پر ہی ہوتا ہے یہاں تک کہ نجاست ثابت ہوجائے پھر اب حدیث شریف کے بارے میں جواب کی ضرورت لاحق ہوتی ہے تو اس کا جواب دو طرح سے دیا گیا ہے۔

1) ان کے برتنوں کو دھو لینے کا حکم احتیاط کے بطور ہے اور استحبابی ہے اور

2) دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث شریف کی مراد یہ ایسی حالت میں ہے جب کہ ان برتنوں کا نجس ہونا متحقق ہوجاتا ہے، اور ابوداؤد کی روایت میں اس بات کی دلالت ہے:

"انا نجاور اهل الكتاب و هم يطبخون فی قدورهم الخنزير و يشربون فی آنيتهم الخمر...... الخ"

''ہم اہل کتاب کے پڑوس میں رہتے ہیں اور وہ اپنی ہانڈیوں میں سور کا گوشت پکاتے ہیں اور اپنے برتنوں میں شراب پیتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم کو ان برتنوں کے سوا دوسرے برتن مل جائیں تو ان میں کھاؤ اور پیو اور ان کے سوا دوسرے برتن نہ ملیں تو ان کو پانی سے دھولو اور اس میں کھاؤ پیو۔ (تم اس کو سمجھ لو)۔

اور دوسرا مسئلہ تیر کمان اور کلب معلم اور غیر معلم شکار کرنے سے متعلق: اس کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے **"و ما صدت"** سے آخر تک ارشاد فرمایا، اس سے چند احکام معلوم ہوتے ہیں۔

1) اللہ تعالیٰ کا نام لے کر تیر کمان سے شکار کرنا جائز ہے اور ابوداؤد میں عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت ہے: **"ان اعرابيا يقال له ابو ثعلبة الخ"** کہ ایک اعرابی جن کو ابوثعلبہ کہا جاتا ہے انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے پاس سدھائے ہوئے کتے ہیں (الیٰ آخر حدیث) اور اس حدیث شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری کمان کے بارے میں بتلایئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہاری تیر کمان جو شکار تمہارے لئے لائے خواہ وہ ذبح کیا گیا ہو یا اسی وقت مر گیا ہو تم اس کو کھالو، تو انہوں نے عرض کیا: اگر وہ شکار مجھ سے غائب ہوجائے، تو اس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگرچہ وہ تم سے غائب ہوجائے جب تک وہ بدبودار نہ ہوجائے یا تم اس میں اپنے تیر کے سوا کا نشان نہ پاؤ تو اس کو کھا سکتے ہو، آپؐ کے ارشاد: **"مالم يصل"** میں لفظ صاد کو زیر اور لام کو تشدید کے ہے اس کے معنی ہیں یعنی ''جب تک وہ بدبودار نہ ہوجائے''۔

2) دوسرا حکم یہ ہے کہ شکار کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا شرط ہے اور اس کی بحثیں قریب میں گزر چکی ہیں۔

3) تیسرا حکم یہ ہے کہ کتے کا معلم (سدھایا ہوا) ہونا ضروری ہے، جب کلب معلم کو بسم اللہ پڑھ کر شکاری چھوڑے

زمین میں ہوتے ہیں اور میں اپنی کمان سے اور اپنے غیر معلم کتے سے اور معلم کتے سے بھی شکار کرتا ہوں تو میرے لئے کونسی چیز درست ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو تم جو اہل کتاب کے برتنوں کا ذکر کیے اگر اس کے سوا دوسرے برتن تم کو مل جائیں تو تم اس میں مت کھاؤ اور اگر دوسرے برتن نہ ملیں تو اس کو دھولو اور اس میں کھاؤ اور تم جو اپنی کمان سے شکار کیے اور اس پر اللہ کا نام لئے ہو تو کھاؤ اور جو اپنے معلم کتے سے شکار کیے اور اس پر اللہ کا نام لئے ہو تو اس کو بھی کھاؤ اور جو تم اپنے غیر معلم کتے سے شکار کیے اور اس کو ذبح کیے ہو تو اس کو کھاؤ۔ (متفق علیہ)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ)

تو اس کو کھایا جاسکتا ہے اور اگر وہ کلب غیر معلم سے شکار کرے اور وہ زندہ مل جائے اور اس کو ذبح کرے تو اس کو کھایا جاسکتا ہے، ورنہ اس کو کھایا نہیں جائے گا۔

4) چوتھا حکم مطلق کتے کا ذکر ہے، جو ہر رنگ کے کتے کو شامل ہے سفید یا سیاہ یا لال کسی بھی رنگ کا ہو شکار کرنا جائز ہے اس میں حضرت امام احمد رحمہ اللہ کے خلاف حجت ہے کیونکہ ان کے پاس کالے کتے سے اگر چہ کہ معلم ہو شکار کرنا جائز نہیں ہے۔

5) پانچواں حکم یہ ہے، اس میں دو شرطیں ہیں: کتے کا معلم (سدھایا ہوا) ہونا اور بسم اللہ کہنا، اگر تم غیر سدھایا ہوا کتا چھوڑ دو یا سدھایا ہوا ہے مگر بسم اللہ نہ کہو یا وہ کتا بغیر چھوڑے کے شکار کرے تو اس کا شکار کرنا جائز نہیں ہے۔ مگر ایسی صورت میں جب کہ تم اس شکار کو زندہ پاؤ اور پھر اس کو ذبح کرو تو جائز ہے۔ (عمدۃ القاری)۔

اور صاحب مرقاۃ نے کہا ہے کہ سوال دو مسئلوں پر مشتمل تھا تو آپ نے تفصیل سے اس کا جواب مرحمت فرمایا۔ اب رہا یہ کہ اہل کتاب کے برتنوں کا تم نے جو ذکر کیا یعنی ان میں کھانے کا تو اگر تم کو ان کے سوا دوسرے برتن مل جائیں تو اس میں مت کھاؤ، تو یہ حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد: "دع ما يريبك الى مالا يريبك" . "جو چیز تم کو شک میں ڈالے اس کو چھوڑ کر اس کو اختیار کرو جو تم کو شک میں نہیں ڈالتی" کی بناء پر بطور احتیاط ہے اور ان کے ہاتھوں میں استعمال شدہ برتنوں کو اگر چہ کہ دھونے کے بعد ہی ہو استعمال کرنے سے بچنے کیلئے اور ان سے میل جول کی غرض سے بطور مبالغہ ہے اور یہ تقویٰ ہے، اور اس کے بعد کا حکم فتویٰ ہے، اور اعتبار عموم لفظ کا ہوتا اور خوصی سبب کا نہیں ہوتا جس کا ذکر آیا ہے اور اگر تم اس کے سوا دوسرے برتن نہ پاؤ تو اس کو دھولو یہ حکم واجب ہے جب ان کے نجاست کا غالب گمان نہ ہو اور یہ حکم مستحب ہوگا جب معاملہ اس کے برخلاف ہو (نجاست کا غالب گمان نہ ہو) اور ابن ملک نے کہا ہے کہ رسول اللہ نے کفار کے برتنوں کو دھونے کا جو حکم فرمایا ہے اس صورت میں ہے جب کہ ان کی نجاست کا یقین ہو۔ اور جو برتن ایسا نہ ہو تو اس کی کراہت تنزیہی ہے اور تم ان میں کھا سکتے ہو۔

11/5410 ۔ترمذی شریف میں ان ہی سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سفر کرتے رہتے ہیں اور یہود و نصاریٰ اور مجوس کے پاس سے گزرتے ہیں اور ان کے برتنوں کے سوا ہم کو دوسرے برتن نہیں ملتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے سوا تم کو دوسرے برتن نہ ملیں تو اس کو دھولو اور اس میں کھاؤ پیو۔ (ترمذی)

12/5411 ۔ترمذی اور ابوداؤد میں روایت ہے کہ قبیصہ بن ہلب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا نصاریٰ کے کھانے کے بارے میں۔

13/5412 ۔اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ایک صاحب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور کہا ایک کھانا ایسا ہے کہ میں اس سے بچتا ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی چیز بھی تمہارے دل میں یہ خلجان پیدا نہ کرے کہ تم اس میں نصرانیت کے قریب ہوگئے۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

14/5413 ۔عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم تعلیم دیئے ہوئے کتوں کو چھوڑتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تمہارے لئے جو روک کر رکھے اس کو کھاؤ [1] تو میں نے عرض کیا اگر وہ اس کو مار ڈالیں تو

---

[1] قولہ: کل ما امسکن علیک. ''وہ تمہارے لئے جو روک کر رکھے اس کو کھاؤ'' اس حدیث شریف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: '' فَكُلُوا مِمَّآ أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ ''. (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:4) ''جو شکار وہ تمہارے لئے پکڑے رکھیں اس کو کھالو'' کے مطابق جو اطلاق ہے اور زخمی کرنے کی کوئی قید نہیں ہے اس میں امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے، امام حسنؒ سے مروی ہے کہ زخمی کرنا شرط نہیں ہے اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ کوچلی والے اور پنجے والے جانور سے شکار کے لئے اس کا شکار کے کسی بھی حصہ میں زخمی کرنا شرط ہے تا کہ اضطراری ذبح کا تحقق ہوجائے۔فقہاء نے کہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اصل مقصود بہتے ہوئے خون کو خارج کرنا ہے، اور یہ عام طور پر زخمی کرنے سے ہوتا ہے اسی لئے زخمی کرنے کو اس کے قائم مقام کر دیا گیا ہے جیسا ذبح اختیاری اور تیر سے شکار کرنے میں ہے، و نیز اس لئے کہ اگر اس کو وہ زخمی نہ کرے تو وہ موقوذہ یعنی ڈنڈے سے مار کر ہلاک کیے ہوئے کی طرح ہوگا جس کی حرمت نص سے ثابت ہے۔اور فتویٰ ظاہر روایت پر ہی ہے اور اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر یقینی طور پر زخمی کرنے سے موت ہوئی ہے تو اس کو کھایا جائے گا اور اگر اس کی موت کسی وزنی شئے سے ہوئی ہے یا اس میں شک ہے تو قطعی طور پر یا بطور احتیاط اس کو نہیں کھایا جائے گا۔ (مرقاۃ وعنایہ)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر چہ کہ وہ اس کو مار ڈالیں، پھر میں نے عرض کیا ہم لٹھ پھینک کر (شکار کرتے ہیں) [1] تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اس کو زخمی کرے اس کو کھاؤ اور جس کو اس کی چوڑائی سے ضرب لگے اور وہ مار ڈالے تو وقید (لٹھ سے مارا ہوا) ہے اس کو مت کھاؤ۔ (متفق علیہ)

15/5414 ۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کتے یا باز کو تم نے تعلیم دی ہو پھر اس کو شکار پر چھوڑا ہو اور اس پر اللہ کا نام لئے ہو تو اس کو کھاؤ۔ جب وہ اس شکار کو تمہارے لئے روک رکھے تو میں عرض کیا اگر وہ اس کو مار ڈالے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب وہ اس کو مار ڈالے اور اس میں سے کچھ بھی نہ کھائے تو اس کے سوا نہیں کہ وہ اس کو تمہارے لئے روک رکھا ہے۔ (ابوداؤد)

16/5415 ۔حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ ہم کو مجوسیوں کے کتے کے شکار سے منع کیا گیا ہے۔ [2] (ترمذی)

---

[1] **قولہ: انا نرمی بالمعراض، الخ.** ''ہم لٹھ پھینک کر شکار کرتے ہیں'' صاحب ہدایہ نے کہا ہے: اگر اس کو لٹھ کی چوڑائی لگے تو کھایا نہیں جائے گا، اگر وہ اس کو زخمی کرے تو کھایا جائے گا کیونکہ اس بارے میں آپ ﷺ کا ارشاد ہے: ''اگر دھار لگے تو کھاؤ اور جس کو اس کی چوڑائی لگے تو اس کو مت کھاؤ اور اس لئے کہ زخم کا لگنا ضروری ہے تا کہ ذبح کا مفہوم متحقق ہو سکے، جیسا کہ ہم اس کو بیان کر چکے ہیں اور جس کو بندوق سے شکار کیا گیا ہو اور اسی کی وجہ سے مر جائے تو اس کو کھایا نہیں جائے گا کیونکہ وہ چورا کر دیتی ہے اور توڑ دیتی ہے، زخمی نہیں کرتی پس یہ لٹھ کی طرح ہے جبکہ وہ اس کو پھاڑتی نہیں۔

صاحب مرقاۃ نے کہا کہ امام نوویؒ نے کہا وقیذ اور موقوذہ وہ جانور ہے جس کو غیر دھاری دار اور لٹھ یا پتھر یا ان کے سوا کسی دوسری غیر دھاری دار چیز سے قتل کیا گیا ہو، اور فقہاء کا اس امر پر اتفاق ہے کہ جب کوئی آدمی لٹھ سے شکار کیا اور اس کی دھار سے اس کو قتل کیا ہے تو وہ حلال ہے اور اس کی چوڑائی سے اس کو مارا ہے تو وہ حلال نہیں اور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جس کو بندوق سے مار ڈالا ہے وہ لٹھ کی حدیث کی بناء پر مطلقاً حلال نہیں اور امام اوزاعیؒ اور امام مکحولؒ اور ان کے سوا ملک شام کے دیگر فقہاء نے بھی کہا ہے کہ لٹھ سے یا بندوق سے جس کو قتل کیا گیا ہو وہ بھی جائز ہے۔

[2] **قولہ نھینا عن صید کلب المجوس** (ہم کو مجوسیوں کے کتے سے شکار کرنے سے منع کیا گیا) اس سے بظاہر یہ سمجھ میں آ رہا ہے کہ اس میں مجوسی کے کتے کو خاص کیا گیا ہے لیکن یہ معنی نہیں ہیں بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اگر مجوسی

17/5416۔عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو آدمی کسی چڑیا کو اس سے بھی چھوٹے کسی پرندے کو ناحق قتل کریگا 1 تو اللہ تعالیٰ اس کے قتل سے متعلق اس سے سوال کریگا۔عرض کیا گیا یارسول اللہ اس کا حق

(**سلسلہ صفحہ گذشتہ**) آدمی کتے سے شکار کرے خواہ وہ کتا مسلمان کا ہو یا مجوسی کا ہو تو یہ ناجائز ہے۔اور اگر مسلمان شکار کرے خواہ وہ کتّا مسلمان کا ہو یا مجوسی کا ہو تو یہ جائز ہے۔(یہ تفصیل کوکب دری میں ہے)اور صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مجوسی مرتد اور بت پرست کا شکار کھایا نہیں جاسکتا۔کیونکہ وہ ذبح کرنے کی اہلیت رکھنے والوں میں سے نہیں ہیں جیسا کہ ہم ذبائح کے بیان میں بتا چکے ہیں اور شکار کی اباحت کے لئے اس اہلیت کا ہونا ضروری ہے۔برخلاف نصرانی اور یہودی کے کیونکہ وہ دونوں اختیاری طور پر ذبح کی اہلیت رکھنے والوں میں سے ہیں۔تو اسی طرح اضطراری ذبح کی بھی ان میں اہلیت ہے۔انتہی۔

اور صاحبِ مرقات نے کہا: ہمارے علماء نے کہا ہے کہ ذابح کے مسلمان ہونے کی جو شرط ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد " اِلَّا مَاذَكَّيْتُمْ " (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:3) (مگر وہ حرام نہیں جس کو تم مرنے سے پہلے ذبح کرو) کی بناء پر ہے۔یا ذابح کتابی ہو اگرچیکہ وہ کتابی حربی ہو، یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد " وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ "(5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:5) (اور اہل کتاب کا کھانا بھی تمھارے لئے حلال ہے) سے ثابت ہے۔اس سے مراد ان کے ذبائح ہیں۔کیونکہ ذبیحہ کے سوا مطلق کھانا جو کسی بھی کافر کا ہو جائز ہے اور کتابی کے ذبح سے متعلق یہ شرط ہے کہ وہ ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے یہاں تک کہ اگر ذبح کرتے وقت مسیح علیہ السلام یا عزیز علیہ السلام کا ذکر کیا تو اس کا یہ ذبیحہ حلال نہیں ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ "(5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:3)(اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے) اور جن کی کوئی کتاب نہیں ہے ان کا ذبیحہ جائز نہیں ہے۔خواہ وہ مجوسی ہو اس کی وجہ گزر چکی ہے یا بت پرست ہو کیونکہ اس کی توحید نہ ہونے کی وجہ سے وہ مجوسی کی طرح ہے۔

1 قوله من قتل عصفورا فما فوقها بغير حقها الخ (جو آدمی کسی چڑیا کو،اس سے بھی چھوٹے کسی پرندے کو ناحق قتل کرے گا) صاحب نیل الاوطار نے کہا ہے کہ اس میں دلیل ہے اس بات کی کہ چڑیا یا اس جیسے کسی بھی پرندے کو دل لگی کھیل کود کیلئے قتل کرنا جائز نہیں ہے(اھ) اسی لئے صاحب درمختار نے کہا ہے کہ ان سب جانوروں کا شکار جائز ہے۔جن جانوروں کا گوشت کھایا جاتا ہے اور ان کا بھی جن کا گوشت کھایا نہیں جاتا،اس کے چمڑے یا اس کے بال یا پروں سے فائدہ اٹھانے کیلئے یا اس کے شر کو دفع کرنے کی غرض سے بھی اور یہ سب جائز ہے کیونکہ نص قرآنی(وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا)(5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:2) مطلق ہے۔

کیا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کو ذبح کرے اور کھائے ایسا نہ ہو کہ اس کے سر کو کاٹے اور پھینک دے۔ (احمد، نسائی، دارمی)

18/5417 ۔ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے حال یہ تھا کہ وہ لوگ اونٹوں کے کوہان کو کاٹتے [1] اور بھیڑوں کے سرینوں کو کاٹتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا چوپائے میں سے جبکہ وہ زندہ ہو کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو وہ مردار ہے، اس کو کھایا نہیں جائے گا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

19/5418 ۔ابوالطفیل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا، کیا حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو کسی چیز کے ساتھ خاص کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کسی ایسی چیز سے خاص نہیں فرمایا جس میں اور لوگوں کو شامل نہ کیا گیا ہو سوائے وہ چیز جو میری تلوار کے نیام میں ہے۔ انہوں نے ایک صحیفہ نکالا جس میں یہ

---

[1] قولہ: و ھم یجبون اسنمۃ الابل و یقطعون الیات الغنم، الخ. ’’حال یہ تھا کہ وہ لوگ اونٹوں کے کوہان کو کاٹتے اور بھیڑوں کے سرینوں کو کاٹتے تھے‘‘ صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اس سے یہ مسئلہ مستنبط ہوتا ہے اگر (زندہ) بکری کے سرین کا یا اس کی ران کا کوئی حصہ کاٹ لیا جائے تو یہ کاٹا ہوا حصہ حلال نہیں ہے۔ اگرچہ کہ اس کے بعد اس بکری کو ذبح کر دیا جائے کیونکہ جو حصہ الگ کر لیا گیا تھا اس کو الگ کرتے وقت بکری ذبح نہیں ہوئی تھی بلکہ زندہ تھی تو اس کے لئے بھی ذبح کا حکم ثابت نہیں ہوا اور جس وقت وہ بکری ذبح ہوئی تو اس وقت اس کا یہ حصہ الگ ہو چکا تھا اور الگ شدہ حصہ میں ذبح کا حکم نہیں ہوگا۔ (اھ)۔

اور صاحب ہدایہ نے کہا: جب کسی شکار پر تیر چلائے اور اس کا کوئی حصہ کٹ جائے تو شکار کو کھایا جائے گا، اس کی وجہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تیر سے شکار کرنا اگر وہ زخمی کرے تو شکار حلال ہو جاتا ہے، جب اس کا ایک عضو کٹ گیا ہے تو یقیناً زخم پایا گیا اس لئے وہ حلال ہو جائے گا، البتہ وہ حصہ (جو کٹ گیا ہے) کھایا نہیں جائے گا۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: دونوں چیزیں کھائی جائیں گی، اور ہماری دلیل یہ حدیث شریف ہے۔

اور اگر بکری کی گردن پر ضرب لگائے اور اس کی سر کو جدا کر دے تو بکری حلال ہو جائے گی کیونکہ اس کی رگیں کٹ چکی ہیں، لیکن یہ عمل حرام مغز تک پہنچنے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

تھا: اللہ تعالیٰ لعنت کرے [1] اس آدمی پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اور لعنت کرے اس آدمی پر جو زمین کے منار (نشانات) چوری کرے۔

20/5419 ۔اور ایک روایت میں ہے اس آدمی پر جو زمین کے منارات کو بدل دیتا ہے اور اللہ لعنت کرے اس آدمی پر جو اپنے والد پر لعنت کرتا ہے اور اللہ لعنت کرے اس آدمی پر جو دین میں نئی بات پیدا کرنے والے (بدعتی) کو پناہ دیتا ہے۔ (مسلم)۔

21/5420 ۔رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کل ہم دشمن سے مقابلہ کریں گے۔اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں ہیں تو کیا بانس سے ہم ذبح کر سکتے ہیں۔تو آپ ﷺ نے فرمایا: دانت اور ناخن کے سوا جو چیز خون کو بہائے [2] اور

---

[1] قولہ:لعن اللہ من ذبح لغیر اللہ. ''اللہ لعنت کرے اس آدمی پر جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے'' درمختار میں اس کی مثال یہ بیان کی گئی ہے کہ امیر یا اس کے جیسے کسی عظیم شخصیت کی آمد کے لئے ذبح کیا تو وہ حرام ہو جائے گا کیونکہ اس نے اس کو غیر اللہ کے لئے ذبح کیا ہے، اگر چہ کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے، اور اگر مہمان کے لئے ذبح کیا تو حرام نہیں ہوگا کیونکہ وہ خلیل اللہ کی سنت ہے، اور مہمان کا اکرام اللہ تعالیٰ کا اکرام ہے۔اور اس میں فرق کرنے والی چیز یہ ہے کہ اگر وہ اس کو کھانے کے لئے ذبح کیا ہے تو یہ ذبح کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور فائدہ مہمان کے لئے یا ولیمہ کے لئے یا نفع اٹھانے (فروخت کرنے) کے لئے اور اگر اس کو کھانے کے لئے نہیں بلکہ دوسرے کی خاطر دے دیتا ہے تو یہ غیر اللہ کی تعظیم ہے پس ذبیحہ حرام ہو جائے گا، اور کیا وہ کافر ہو جائے گا اس میں دو قول ہیں۔(بزازیہ، شرح وہبانیہ اھ)۔
اور صاحب ردالمحتار نے کہا ہے: اور کیا وہ کافر ہو جائے گا؟ یعنی یہ معاملہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کا ہے کیونکہ کوئی مسلمان پر اگر اس کا کلام یا اس کا فعل کسی اچھے مفہوم پر محمول کیا جانا ممکن ہو یا اس کے کفر میں اختلاف ہو تو کفر کا فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔

[2] قولہ : فکل لیس السن والظفر الخ (دانت اور ناخن کے سوا جو چیز خون کو بہائے اور اللہ کا نام لیا گیا ہو تو اس کو کھاؤ) صاحب بدائع نے کہا ہے اس بارے میں گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ آلہ کی دو قسمیں ہیں: آلة تقطع و آله تفسخ (1) ایسا آلہ جو ٹکڑے کرتا ہے اور (2) ایسا آلہ جو پھاڑتا ہے پھر کاٹنے والے آلے کی دو قسمیں ہیں (1) حادہ (2) کلیة جو تیز ہوتا ہے۔اس سے ذبح کرنا جائز ہے خواہ وہ لوہے کا ہو یا غیر لوہے کا ہو۔اور غیر لوہے کے آلہ کی دلیل وہ روایت ہے جو عدی بن حاتم ﷺ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ: آپ ﷺ کیا فرماتے ہیں ہم میں کا کوئی شکار کو پائے اور اس کے ساتھ چھری نہ ہو تو کیا وہ دھاری دار پتھر سے یا چیری ہوئی لکڑی سے ذبح کر سکتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تم جس سے چاہو خون کو بہاؤ اور اللہ تعالیٰ کا نام لو۔

اللہ کا نام لیا گیا ہوتو اس کو کھاؤ اور میں تم کو اس کے بارے میں ابھی بیان کرتا ہوں دانت تو وہ ایک ہڈی ہے اور اب رہا ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ اور ہم مالِ غنیمت میں اونٹ اور بکریاں پائے تو ان میں سے ایک اونٹ بدک گیا تو ایک صاحب اس پر تیر مارا اور اس کو روک لیا 1؎ تو حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ان اونٹوں میں بدکنے والے وحشی جانوروں کی طرح بدکنے والے (وحشی) ہوتے ہیں پس جب ان

(سلسلہ صفحہ گذشتہ)

2) کلیلة: کند آلہ اگر وہ کاٹتا ہے تو جائز ہے کیونکہ اس میں ذبح کا مفہوم موجود ہے لیکن مکروہ ہے۔ اس لئے کہ اس میں تکلیف زیادہ ہوتی ہے اور اس کی ضرورت بھی نہیں ہے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے چھری کو تیز کرنے اور ذبیحہ کو راحت پہنچانے کا حکم فرمایا ہے اسی طرح اگر قلم کئے ہوئے ناخن اور اکھیڑے ہوئے دانت سے ذبح کرتا ہے تو یہ جائز ہے مگر مکروہ ہے۔ اور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ان سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے ان کی دلیل یہ حدیث شریف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم اباحت سے ناخن اور دانت کو مستثنیٰ فرمایا اور اباحت سے استثناء اس کے ممنوع ہونے کی دلیل ہے اور ہماری دلیل یہ ہے کہ جب وہ گلے کی رگوں کو کاٹیں گے تو اس سے ذبح حاصل ہو جائیگا اور یہ ایسا ہی جائز ہے جیسے دھاری دار پتھر اور بانس کی پھانک سے ذبح کرنا جائز ہے اب رہا حدیث شریف میں جو آیا ہے اس سے مراد وہ دانت اور وہ ناخن جو اپنی جگہ قائم ہیں اس لئے کہ حبشی لوگ اپنی سنگدلی کو ظاہر کرنے کی غرض سے اس طرح ذبح کرتے تھے اور یہ ثابت دانت و ناخن سے ہوتا ہے اکھاڑے ہوئے سے نہیں ہوتا۔ اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جس میں مروی ہے ”الا ما کان قرضا بسن او حزا بظفر“ (جو دانت سے کترا جائے یا ناخن سے کاٹا جائے) اور کترنا ثابت دانت سے ہوتا ہے۔

اب رہا وہ آلہ جو پھاڑتا ہے تو وہ ثابت ناخن اور ثابت دانت ہے اور بالاتفاق ان دونوں سے ذبح کرنا جائز نہیں ہے۔ اور اگر ان سے ذبح کریگا تو جانور مردار ہو جائیگا۔ اس کی دلیل وہ حدیث شریف ہے جو ہم روایت کر چکے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ جب ناخن اور دانت جدا نہ ہوئے ہوں تو ذبح کرنے والا ذبیحہ جانور پر اپنا زور ڈالتا ہے اور اس کا گلہ دبا دیتا ہے تو وہ پھٹ جائیگا پس اس کا کھانا جائز نہیں ہوگا علماء نے فرمایا ہے اگر یہ خاموش رہے اور دوسرا اس کے ہاتھ کو پکڑ کر اس طرح پھرایا جیسا کہ یہ چھری کو پھراتا ہے تو جائز ہو جائیگا اور اس کا کھانا حلال ہوگا۔ (انتھی)۔

1؎ قوله فرماه رجل بسهم الخ (تو ایک صاحب نے اس پر تیر امارا) اسی لئے صاحب ہدایہ نے کہا جو شکار پالتو ہو جائیں تو اس کے حلال ہونے کیلئے ذبح کرنا ہوگا اور جو چوپائے وحشی بن جائیں تو ان کو زخمی کرنے سے وہ حلال ہو جائیں گے کیونکہ مجبوری کی صورت میں مسئلہ اختیاری ذبح سے اضطراری ذبح کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے جیسا کہ گزر چکا ہے اور اس دوسری صورت میں مجبوری ثابت ہے اور پہلی صورت میں مجبوری نہیں ہے۔

میں سے کوئی تم پر غلبہ کرے تو اس کے ساتھ ایسا ہی کرو۔ (متفق علیہ)۔

22/5421۔امام بخاری نے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی تخریج کی ہے کہ ان کی بکریاں تھیں جو کوہ سلع کے پاس چر رہی تھیں، ہماری ایک باندی نے جب دیکھا کہ ہماری بکریوں میں سے ایک بکری مر جا رہی ہے تو اس نے ایک پتھر توڑا [1] اور اس سے اس کو ذبح کر دیا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو آپ صلی اللہ نے اس کو کھانے کا حکم فرمایا۔(بخاری)۔

ملا علی قاری نے کہا ہے کہ یہ اس وقت ہے جب کہ پتھر ذبح کا آلہ بننے کی صلاحیت رکھے یعنی زخمی کر سکے اور الگ شدہ ناخن اور الگ شدہ دانت کا بھی ہمارے پاس ایسا ہی مسئلہ ہے برخلاف ثابت دانت وثابت ناخن کے کیونکہ وہ تیزی کے ساتھ بوجھ کی وجہ سے موت کا موجب ہوتا ہے، پس ذبیحہ منخنقہ یعنی گلہ گھونٹ کر مارنے کے حکم میں ہو جاتا ہے اور جدا شدہ دانت سے بھی ذبح مکروہ ہے کیونکہ اس میں جانور کو تکلیف ہوتی ہے جس طرح کند چھری سے ذبح کرنے سے ہوتی ہے، اور حضرت رافع کی حدیث کو تمام احادیث میں توفیق کے لئے ثابت دانت وثابت ناخن پر محمول کیا جائے گا اور اس کی تائید امام طحاوی کی ابور جاء عطاردی سے روایت کردہ اس حدیث سے ہوتی ہے۔

23/5422۔ابورجاء عطاردی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہم حج کا عزم کیے ہوئے نکلے اور قوم میں کے ایک صاحب نے ایک خرگوش کا شکار کیا اس کو اپنے ناخن سے ذبح کیا اور بھون دیا اور سب اس کو کھائے، جبکہ ان کے ساتھ میں نہیں کھایا پس جب ہم مدینہ کو آئے تو میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا تو انہوں نے کہا شاید تم بھی ان کے ساتھ کھائے ہو تو میں

---

[1] قولہ فکسرت حجرا فذبحتها به، الخ. ''تو اس (باندی) نے ایک پتھر توڑا اور اس سے اس کو ذبح کر دیا'' صاحب بنایہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث شریف ہمارے اصحاب کے لئے بہترین دلیل ہے کیونکہ نصوص میں اصل دلیل علت ہے اور پتھر جو زخمی کرنے کے معنی میں ہے ذبح کا آلہ بننے کی صلاحیت رکھتا ہے اسی طرح جدا کیا گیا ہوا ناخن جدا کیا ہوا دانت بھی صلاحیت رکھتا ہے برخلاف اس کے جس کو جدا نہیں کیا گیا ہے وہ آلہ بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ وہ حبشیوں کی چھری ہے اور پہلی حدیث شریف اسی مفہوم پر محمول ہے۔

نے کہا کہ میں نہیں کھایا ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم ٹھیک کیسے ہو، اس کے سوانہیں کہ اس نے اس کو گلہ دبا کر قتل کردیا ہے۔ [1]

24/5423۔ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں عدی بن حاتم سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کیا فرماتے ہیں ہم میں سے کوئی شکار کو پائے اور اس کے ساتھ چھری نہ ہو تو کیا وہ تیز پتھر سے اور لکڑی کی پھانک سے ذبح کرسکتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جس سے چاہو اللہ کا نام لے کر خون کو بہاؤ۔ (ابوداؤد، نسائی)۔

25/5424۔ابوداؤد نے تخریج کی ہے کہ عطاء بن یسار نے بنی حارثہ کے ایک صاحب سے روایت کی ہے وہ ایک لقحہ دودھ والی اونٹنی ایک گھاٹی میں چرارہے تھے کہ دیکھا وہ مررہے اس کو ذبح کرنے کیلئے ان کو کوئی چیز نہیں ملی تو وہ ایک میخ لیکر اس کے حلق میں اس کو چبودیا یہاں تک کہ اس کا خون بہایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اس کی اطلاع دی تو آپ ﷺ نے اس کو کھانے کی اجازت دی۔ (ابوداؤد)۔

26/5425۔اور امام مالک نے بھی اسی طرح روایت کی ہے ان کی روایت میں **فـذكـاهـا بشظاظ** کے الفاظ ہیں۔(یعنی اس کو اس سے ذبح کیا)

27/5426۔ابوالعشراء اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ کیا ذبح صرف حلق اور گلے میں ہوتا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم اس کی ران پر بھی نیزہ مارو تو

---

[1] **قـولـه: انما قتلها خنقا**. ''اس کے سوانہیں کہ اس نے گلہ دبا کر اس کو قتل کردیا'' امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کہا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنی حدیث شریف میں ناخن سے ذبح کیے گئے جانور کو کھانے کی حرمت کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ گلہ گھونٹنا ہے کیونکہ اس نے ہتھیلی سے ذبح کیا ہے، نہ کہ کسی دوسری چیز سے پس وہ مخنوق یعنی گلہ گھونٹ کر مارنے کی طرح ہے، پس اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جس ناخن سے ذبح منع کیا گیا ہے وہ ناخن ہے جو ہتھیلی میں لگا ہوا ہے اور وہ ناخن مراد نہیں ہے، جو جدا کردیا گیا ہے، اسی طرح جس دانت سے ذبح منع ہے وہ وہ دانت ہے جو منہ میں لگا ہوا ہے اور ثابت ہے کیونکہ یہ کترنا ہے اب رہا وہ دانت جو جدا کیا گیا ہے اس سے منع نہیں ہے اور یہ قول حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کا ہے۔

تمہارے لئے کافی ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)۔

امام ابوداؤد نے کہا ہے کہ اوپر سے گرنے والے جانور کا ذبح بھی اسی طرح ہے اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ اس طرح ذبح بوقتِ ضرورت ہے۔ 1؎ (ابوداؤد، نسائی)۔

28/5427 ۔ابن عباس اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا **شریطة الشیطان** سے ابن عیسیٰ نے اس میں یہ زائد بیان کیا ہے کہ وہ ایسا ذبیحہ ہے جس کا چمڑا کاٹ دیا جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں پھر اس کو چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ (ابوداؤد)۔

29/5428 ۔ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجثمہ کو کھانے سے منع فرمایا ہے اور (مجثمہ) وہ جانور ہے جس کو باندھ کر تیر سے مارڈالا جائے۔ 2؎ (ترمذی)۔

1؎ قولہ : ھذا فی الضرورۃ (اس طرح ذبح بوقتِ ضرورت ہے) ہمارے علماء نے کہا ہے کہ جو جانور ذبح نہ کیا جائے وہ حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ......" الآية.(5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:3) تم پر حرام کر دیا گیا ہے مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو اور وہ جس کا گلہ دبا دیا گیا ہو اور وہ جو لٹھ سے مارا گیا ہو اور جو نیچے گر کر ہلاک ہو گیا ہو اور وہ جس کو سینگ مارا گیا ہو اور وہ جس کو درندے نے کھایا ہو مگر وہ جانور جس کو تم ذبح کئے ہو۔

اور ذبح ضروری سے مراد بدن کے کسی بھی حصہ میں زخم لگانا ہے۔ اور ذبح اختیاری وہ حلق اور گلے کے درمیان ہوتا ہے اور ذبح میں کٹنے کی رگیں (۱) حلقوم یعنی سانس چلنے کی نالی، (۲) مرّی (میم کو زبر اور راء کو زیر کے ساتھ) کھانا اور پانی چلنے کی نالی اور ودجان (واو اور دال دونوں کو زبر) خون دوڑنے کی دو رگیں ہیں ان میں سے کسی تین رگوں کے کٹنے سے ذبیحہ حلال ہو جاتا ہے۔ (مرقات)۔

2؎ قولہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم عن اکل المجثمة الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجثمہ کو کھانے سے منع فرمایا ہے) اور یہ منع اس لئے ہے کہ یہ قتل ذبح نہیں ہے نہ ذبح ضروری ہے اور نہ ذبح اختیار ہے۔ (مرقات)۔

30/5429 ۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا، خیبر [1] کے دن ہر کونچلی والے درندے اور ہر پنجہ والے پرندے سے اور پالتو گدھوں کے گوشت سے اور مجثمہ (باندھ کر تیر سے ہلاک کئے ہوئے جانور) اور خلیسہ (درندے سے چھینے ہوئے مردہ جانور) سے اور حاملہ (باندیوں) سے وطی کرنے سے یہاں تک وضع حمل ہوجائے۔محمد بن یحییٰ نے کہا: ابوعاصم سے مجثمہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ پرندے کو یا کسی کو بھی باندھا جائے پھر اس کو تیر سے ماریں۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے خلیسہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بھیڑیئے اور درندے کو جس کو کوئی پاکر اس سے شکار کو لے لے اور وہ اس کے ہاتھ میں ذبح کرنے سے پہلے مرجائے۔ (ترمذی)۔

ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ اگر کسی شخص کو حاملہ باندی ملے تو وضع حمل تک اس سے وطی جائز نہیں ہے۔زنا سے حاملہ عورت سے شادی کرنے کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔

31/5430 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو منع فرماتے ہوئے سنا ہوں، کسی چوپائے یا اسکے سوا کسی جاندار کو باندھ کر قتل کرنے سے۔ [2] (متفق علیہ)۔

32/5431 ۔ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر لعنت فرمائی جو کسی ایسی چیز کو نشانہ بنائے جس میں جان ہو۔ (متفق علیہ)۔

---

[1] قولہ نهى يوم خيبر عن كل ذى ناب الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ہر کونچلی والے درندے سے) صاحبِ ہدایہ نے کہا کونچلی والے درندے اور پنجے والے پرندوں کا کھانا جائز نہیں ہے۔

[2] قولہ: ان تصبر بهيمة او غيرها. ''کسی چوپائے یا اس کے سوا کسی جاندار کو باندھ کر قتل کرنے سے'' یعنی جاندار کو بغیر چارہ پانی کے باندھ کر رکھا یہاں تک کہ وہ مرجائے اور للقتل کے معنی ذکر کردہ طریقہ پر مار ڈالنے کی غرض سے باندھ کر رکھنا ہے۔اور کتاب شرح السنہ میں ہے کہ اس سے مراد جاندار کو باندھ کر رکھنا اور تیر مارنا یہاں تک کہ وہ مرجائے۔(مرقات)۔

33/5432 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایاتم کسی ایسی چیز کوجس میں جان ہونشانہ مت بناؤ۔ (مسلم)۔

34/5433 ۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہےانہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے 1؎ اور چہرہ پرداغ دینے سے منع فرمایا۔ 2؎ (مسلم)۔

35/5434 ۔ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گدھے کے پاس گزرے اس کے چہرہ میں داغ دیا گیا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ لعنت کرے اس پر جس نے اس کوداغ دیا ہے۔ (مسلم)۔

36/5435 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں عبداللہ بن ابوطلحہ کوصبح صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی تحنیک کریں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کواس حالت میں پایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک میں

1؎ قولہ نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الضرب في الوجه. ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا'' یعنی کسی بھی چیز کے چہرہ پر مارنے سے منع فرمایا مگر حالت جنگ میں کافر کیونکہ حالت جنگ میں مسلمان کبھی اس کے لئے مجبور ہوجاتا ہے۔

2؎ قولہ و عن الوسم في الوجه. ''اور چہرہ پرداغ دینے سے منع فرمایا'' امام نوویؒ نے فرمایا کہ چہرہ میں داغ دینا بالاتفاق منع ہے اب رہا انسان کے چہرہ میں داغ یہ اس کی بزرگی کی وجہ سے حرام ہے اور اس لئے کہ اس کی کوئی حاجت نہیں ہوتی اس کواس طرح تکلیف دینا جائز نہیں ہے اور اب رہا آدمی کے سوا کسی دوسرے کے چہرہ میں تو علماء شافعیہ کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے اور امام بغویؒ نے کہا کہ یہ ناجائز ہے اور انہوں نے اس کے حرام ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔اس حدیث شریف سے یہی بات ظاہر ہے کیونکہ کسی چیز پر لعنت کرنا اس چیز کے حرام ہونے کا متقاضی ہے۔اب رہا چہرہ کے سوا کہیں اور داغ دینا تو یہ زکوٰۃ اور جزیہ کے جانوروں میں مستحب ہے اور اس کے سوا دوسرے جانوروں میں جائز ہے اور جب داغ دے تو بکریوں کے کانوں میں داغ دینا مستحب ہے اور اونٹ، گائے کے سرینوں کے جڑوں میں دیا جانا مستحب ہے اور داغ دینے کا فائدہ دوسروں سے تمیز ہے۔(انتھی)۔

اور صاحب درمختار نے کہا کہ چوپایوں میں فصد کرنا اور ان کوداغ دینا جائز ہے۔اور صاحب عمدۃ القاری نے کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ مکروہ ہے کیونکہ اس میں تکلیف دینا ہے اور مثلہ کرنا ہے اور ان دونوں سے منع

داغ کا آلہ تھا[1] صدقہ کے اونٹوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم داغ دے رہے تھے۔(متفق علیہ)۔

صاحبِ درمختار نے متفرق مسائل کے ضمن میں کہا ہے کہ چوپایوں کو فصد کرنا اور ان کو داغ دینا جائز ہے۔

37/5436 ۔ہشام بن زید انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گیا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باڑے میں تشریف فرما تھے۔ پس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا بکریوں کو داغ دے رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں انھوں نے یہ بھی کہا ان کے کانوں پر(داغ دیئے)۔ (متفق علیہ)۔

38/5437 ۔شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کو فرض کردیا ہے پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقہ سے قتل کرو۔ اور جب تم ذبح کرو تو بہتر طریقہ سے ذبح کرو۔ اور تم میں کا کوئی بھی ہو اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے۔[2] (مسلم)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ)

کیا گیا ہے۔ آپ کی طرف سے جواب یہ دیا گیا ہے یہ ممانعت عام ہے اور داغ دینے کی حدیث خاص ہے اس لئے اس کو مقدم قرار دینا ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ جب ان دونوں کا زمانہ ایک ہو تو خاص کو عام پر غلبہ ہوتا ہے ورنہ نہیں۔

[1] **قوله فی یده المیسم یسم ابل الصدقة** (آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دستِ مبارک میں داغ دینے کا آلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم صدقہ کے اونٹوں کو داغ دے رہے تھے) یعنی یہ داغ دینا دوسرے جانوروں سے ان کو ممتاز کرنے والی علامت کے لئے تھا۔ اور اس کو چہرہ کے سوا دوسرے حصوں پر محمول کیا جائے گا اور ممانعت چہرہ کے ساتھ خاص ہے یا بلا ضرورت داغ دینے سے متعلق ہے۔(مرقات)۔

[2] **قولہ ولیحد احدکم شفرته ولیرح ذبیحته** (اور تم میں کا کوئی بھی ہو اپنی چھری کو تیز کرئے اور اپنے ذبیحہ کو راحت پہنچائے) اسی لئے صاحب درمختار نے کہا ہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری کو تیز کرنا مستحب ہے اور لٹانے کے بعد کرنا مکروہ ہے۔ جیسا کہ ذبح کی جگہ تک اس کے پاؤں سے کھینچ کرلے جانا مکروہ ہے اور جس طرح اس کی گدی کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔ اگر وہ زندہ ہے تو رگوں کے کٹنے تک ذبح کرنا ضروری ہے۔ ورنہ اس حالت میں بغیر ذبح کے مرجائے تو حلال نہیں ہوگا۔

39/5438 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
پیٹ کے بچہ کو ذبح کرنا ماں کو ذبح کرنے کی طرح ہے۔ 1 (ابوداؤد، دارمی)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) صاحب مرقات نے کہا ہے مستحب ہے کہ جانور کے سامنے چھری کو تیز نہ کرے اور کسی کو بھی دوسرے کے سامنے ذبح نہ کرے اور ذبح کرنے کی جگہ تک کھینچ کر نہ لے جائے۔ اور ہمارے علماء نے کہا ہے کہ: ذبیحہ کے ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا اور بلا فائدہ کسی قسم کی تکلیف دینا اس حدیث شریف کی بناء پر مکروہ ہے۔ اور حرام مغز تک کاٹنا بھی مکروہ ہے۔ نخع سے مراد یہ ہے کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے اور یہ گردن کی ہڈی کے درمیان میں سفید گودا ہوتا ہے اور نخع کے معنی سے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے کہ سر کو اسقدر کھینچنا کہ ذبح کا مقام ظاہر ہوجائے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کی حرکت ختم ہونے سے پہلے اس کی گردن کو توڑ دے اور یہ سب مکروہ ہیں کیونکہ اس میں جانور کو بلا فائدہ زائد تکلیف دینا ہے۔

1 **قوله ذكاة الجنين ذكاة امه.** یعنی پیٹ کے بچے کو ذبح کرنا، ماں کو ذبح کرنے کی طرح ہے، جو آدمی کسی اونٹنی کو ذبح کرے یا گائے کو ذبح کرے اور اس کے پیٹ میں مردہ بچہ پائے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا اس کو بال نکلے ہوں یا نہ نکلے ہوں، یہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ تعالیٰ کے پاس ہے اور امام زفر اور امام حسن بن زیاد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ کے پاس اگر اس کی تخلیق مکمل ہوگئی ہے تو کھایا جائے گا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے کیونکہ حدیث شریف میں "**ذكاة الجنين ذكاة امه**" کے معنی ان حضرات کے پاس یہ ہے کہ ماں کو ذبح کرنا پیٹ کے بچے کو ذبح کرنے کے قائم مقام ہے۔ (ماخوذ از ہدایہ)۔

اور امام سرخسی نے اپنی کتاب مبسوط میں کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد: "اَلْمُنْخَنِقَةُ" سے استدلال کیا ہے کیونکہ جنین کی ماں کو ذبح کرتے وقت جنین کی سب سے اچھی حالت کا اس کا حیات ہونا ہے، پس وہ دم گھٹ کر مر جائے گا اور منخنقه ہی یہی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تمہارا شکار پانی میں گر جائے تو اس کو مت کھاؤ کیونکہ تم نہیں جانتے کہ پانی اس کی جان لیا ہے یا تمہارا تیر اس کو قتل کیا ہے، جانور کی زندگی کے ختم ہونے کے سبب کے بارے میں شک ہوجائے تو اس کو کھانا حرام ہوجاتا ہے، یہ صورتحال یہاں جنین کے بارے میں موجود ہے کیونکہ معلوم نہیں کہ وہ ماں کے ذبح کرنے سے مرا ہے یا دم گھٹنے سے مرا ہے۔ اس میں فی الجملہ اس شک سے احتراز ہوجاتا ہے کیونکہ کبھی یہ خیال ہوسکتا ہے کہ اس کو زندہ الگ نکالا جاسکتا ہے تاکہ اس کو ذبح کیا جاسکے۔

اور ابراہیم نے اس کی وجہ یہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک جان کو ذبح کرنا دو جانوں کا ذبح نہیں ہوسکتا اس کا مفہوم یہ ہے کہ جنین مستقل علیحدہ جاندار ہے جو ماں کے پیٹ میں موجود رہتا ہے، یہاں تک وہ اس سے زندہ الگ ہوجاتا ہے

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) اور وہ الگ ہونے کے بعد زندہ رہے گا، اور یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کوئی جز الگ کرنے کے بعد بھی زندہ رہتا ہے اسی طرح ماں کے مرنے کے بعد جنین کے زندہ الگ کیے جانے کا خیال بھی ہوسکتا ہے، مگر یہ خیال نہیں ہوسکتا کہ اصل کی موت کے بعد اس کا جزء زندہ رہے گا اور ذبح کرنا حیات میں تصرف کرنا ہے اور جب وہ جنین علیحدہ مستقل حیات رکھتا ہے تو اس کا ذبح بھی علیحدہ ہونا چاہئے اور ہم یہ نہیں کہتے کہ ماں کی غذا سے غذا حاصل کرتا ہے، بلکہ اس کو اللہ تعالیٰ ماں کے پیٹ میں بغیر غذا کے ہی رکھتا ہے جس طرح وہ چاہے اس کو غذا پہنچا تا ہے، پھر جب وہ ماں کے پیٹ سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو دودھ کے ذریعہ ماں سے غذا حاصل کرتا ہے، اور وہ ماں کا جز نہیں ہوتا اور جب وہ تمام احکام میں تابع قرار دیا گیا ہے تو یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ یہ حکم ماں کیلئے ہو اور بچے کیلئے نہ ہو کہ ماں کی موت کے بعد زندہ نکل آنے کا تصور نہ ہوسکے اور اگر وہ زندہ نکل آئے پھر مر جائے تو ان حضرات کے پاس بھی حلال نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوا کہ وہ اس حکم میں ماں کے تابع نہیں ہے، اور اس مفہوم کی حقیقت وہی ہے جو ہم نے بیان کی ہے ذبح سے مطلوب خون کا بہانا ہے تا کہ نجس سے پاک الگ ہو جائے اور ماں کو ذبح کرنے سے جنین میں یہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا، یا اس کا مقصد گوشت کو پکا کر پاکیزہ کرنا ہوتا ہے۔ جو اس کے گرم ہونے اور شعلہ زن ہونے سے حاصل ہوتا ہے اور یہ مقصد جنین میں اس کو ذبح کرنے سے حاصل نہیں ہوسکتا ہے، اور یہ ان کے اس قول کا جواب ہے جو انہوں نے کہا کہ ذبح توسع پر مبنی ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے لیکن عذر کی وجہ سے یہ ساقط نہیں ہوسکتا، جیسا کہ اگر کتا شکار کو دبا کر یا گلا گھونٹ کر مار ڈالے، یہ اس لئے کہ اس میں جو مقصود ہے وہ بغیر زخمی کیے اور حاملہ کے ذبح کو حلال قرار دیئے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، کیونکہ اس بات کا خیال ہوسکتا ہے کہ جنین کو زندہ علیحدہ کر لیا جا سکے تو وہ ذبح کیا جائے گا اور اس لئے کہ مقصود جنین کی ماں کا گوشت ہے اور جانور کو کسی غرض صحیح سے ذبح کرنا حلال ہے، جیسا کہ کسی ایسے جانور کو ذبح کرنا جس کا گوشت کھایا نہیں جاتا اس کا چمڑا حاصل کرنے کی غرض سے جائز ہے۔

اس حدیث سے مراد تشبیہ ہے۔ قائم مقامی مراد نہیں ہے، یعنی جنین کو ذبح کرنا اسکی ماں کو ذبح کرنے کی طرح ہے کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ پہلے جنین کا ذکر ہے، اگر نیابت (قائم مقامی مراد ہوتی تو منوب عنہ (اصل) کے بجائے پہلے نائب (قائم مقام) کا ذکر ہوتا تھا، جن الفاظ سے استدلال کیا گیا ہے اس میں اسی طرح ہے اور اس جیسی عبارت تشبیہ کے لئے ہوتی ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے "**فلان شبیه ابیه و حظ فلان حظ ابیه**" یعنی فلاں اپنے باپ کے مشابہ ہے فلاں کا خط اس کے باپ کا خط ہے، کسی قائل کا قول ہے:

و عیناک عیناها و جیدک جیدهاسوی ان عظم الساق منک دقیق

اور تیری دونوں آنکھیں اُس کی دونوں آنکھیں ہیں اور تیری گردن اس کی گردن ہے، سوائے اس کے کہ تیری پنڈلی کی ہڈی پتلی ہے۔

اس میں مراد تشبیہ ہے اور یہ تاویل حالت نصب میں درست ہوگی، کیونکہ یہاں حرف جار "ک" محذوف ہے جیسا

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد میں "وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ"- **ای کمر السحاب**- (27۔سورۂ نمل، آیت نمبر:88) وہ بادل کی طرح گزریں گے اور حرف جار "ب" بھی محذوف ہوسکتا ہے اور اگر حرف جار "کاف" کو محذوف قرار دیں تو جنین حلال نہیں ہوگا اور اگر حرف جار "ب" محذوف مانیں تو حلال رہے گا۔حلت وحرمت کے اسباب جمع ہوجائیں تو حرمت کو غلبہ حاصل ہوگا، اور ان تفصیلات کے ساتھ یہ حدیث شریف درجہ صحت میں نہیں ہے اور اگر ثابت بھی ہو تو ان (صحابہ) کے قول "**فیخرج من بطنها جنین میت ای مشرف علی الموت**" یعنی وہ جنین جو مرنے کے قریب ہے مراد ہوگا۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد:"اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ". (39۔سورۃ الزمر، آیت نمبر:30) "آپ بھی انتقال کرنے والے ہیں اور وہ بھی مرنے والے ہیں"، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "**کلوه**" کے معنی "**اذبحوه و کلوه**" ہے یعنی تم اس کو ذبح کرو اور کھاؤ ہے اور "**فراش**" سے مراد چھوٹے بچے ہیں۔

اور یہ جنین کو شامل نہیں ہے اور اگر اس سے جنین ہی مراد ہے تو اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ جنین کو کھایا جاسکتا ہے، اور یہ بات ہم بھی کہتے ہیں لیکن اس کی شرط پائے جانے کے وقت اس کو کھایا جاسکے گا، اور وہ شرط یہ ہے کہ وہ زندہ نکلے اور ذبح کیا جائے تب وہ حلال ہوجائے گا، اور صاحب مرقاۃ نے کہا ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کہ ہم اس کے پیٹ میں جنین پاتے ہیں تو کیا ہم اس کو پھینک دیں یا اس کو کھالیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو اس کو تم کھالو۔تو اس بارے میں ان کے تردد کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جنین کے چھوٹے ہونے کی وجہ اس پر شفقت اور رحمت کے پیش نظر اس کا ذبح کرنا حلال ہے یا نہیں، تو اس کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ جنین اور اس کی ماں کے ذبح میں کوئی فرق نہیں ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک ذی روح جاندار ہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں کو بھی ذبح کرنے کی صورت میں ہمارے لئے حلال کیا ہے ورنہ اس کے میت ہونے کے لفظ سے فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ اس کا کھانا حلال نہ ہو، کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "**حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ**" کے مفہوم میں شامل ہے، اور ایسی صورت میں اس کو ان بارے میں سوال کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی۔

صاحب بدائع نے کہا: اسی پر جنین کا مسئلہ ہے اس کی ماں کو ذبح کرنے کے بعد اگر وہ زندہ نکلا اور اس کو ذبح کیا جائے تو وہ حلال ہوجائے گا اور ذبح سے پہلے مرجائے تو اس کو کھایا نہیں جاسکتا اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، صاحب بذل المجہود نے کہا ہے کہ میں کہتا ہوں لیکن شامی نے کفایہ سے نقل کیا ہے اگر اس کی ولادت ذبح سے قبل ہوجائے تو اس کی ماں کو ذبح کرنا مکروہ ہے، اور یہ مسئلہ امام صاحب کے قول کا جزیہ ہے اور جب وہ زندہ نکلے اور اتنا وقت نہیں ملا کہ اس کو ذبح کیا جاسکے اور وہ مرجائے تو ایسی صورت میں اس کو کھایا جائے گا اور یہ مسئلہ صاحبین کے قول پر مستنبط ہے (اھ)۔

اور یہ صاحب بدایہ کے قول کے عام مفہوم کے خلاف ہے کہ اور اگر وہ ذبح سے پہلے مرجائے تو اس کو کھایا نہیں جائے گا اس میں اختلاف نہیں اور اگر مرا ہوا نکلا اور کامل الخلقت نہیں ہے تب بھی نہیں کھایا جائے گا یہ قول سب فقہاء کا ہے کیونکہ

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) وہ گوشت کی بوٹی کی طرح ہے اور اگر وہ کامل الخلقت ہے تو اس میں اختلاف ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا اس کو نہیں کھایا جائے گا، امام زفر اور امام حسن بن زیاد رحمہما اللہ تعالیٰ کا بھی یہی قول ہے اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا اور امام شافعی رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور حدیث شریف " ذکاۃ الجنین ذکاۃ امہ" سے استدلال کیے ہیں اس کا اقتضاء یہ ہے کہ ماں کے ذبح کے ساتھ ہی وہ بھی ذبیحہ قرار پائے کیونکہ وہ حقیقتاً اور حکماً اپنی ماں کے تابع ہے اور تابع میں حکم، اصل کی علت سے ثابت ہوتا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ "(5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:3) اور جنین میتۃ ہے کیونکہ اس میں حیات نہیں اور میتۃ جس میں حیات نہ ہو وہ اس نص میں داخل ہو جائے گا اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ میتۃ ایسی چیز کا نام ہے جس کی حیات زائل ہونے والی ہے اور اس کا تقاضہ یہ ہے کہ اس میں پہلے حیات ہو اور جنین میں اس کا علم نہیں ہوسکتا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لفظ میت کا اطلاق کرنے کے لئے اس سے پہلے حیات کا ہونا شرط نہیں ہے، جیسا اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے" وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ".(2۔سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:28) (حالانکہ تم بے جان تھے اور اس نے تم کو زندگی بخشی) اور ہم اس کو تسلیم بھی کرلیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ اس میں اس بات کا احتمال ہے کہ وہ زندہ رہا ہو اور ماں کے مرنے کی وجہ سے مر گیا ہو، اور اس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ زندہ نہ رہا ہو پس وہ احتیاطاً حرام قرار دیا جائے گا، اور اس لئے بھی کہ وہ حیات میں مستقل ہے تو اس کا ذبح کیا جانا بھی مستقل ہوگا اور اس کے حیات میں مستقل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ماں کو ذبح کرنے کے بعد بھی اس کا حیات کی حالت میں رہنا متصور ہوسکتا ہے اور اگر وہ اپنی حیات میں ماں کے تابع ہوتا تو ماں کی حیات ختم ہونے کے بعد اس کی حیات کا تصور نہیں ہوسکتا۔

اور اگر وہ حیات میں مستقل ہے تو ذبح کے مسئلہ میں بھی وہ مستقل رہے گا، کیونکہ ذبح میں زندگی کو ختم کرنا ہوتا ہے اور اس لئے کہ ماں کو ذبح کرنے کے بعد اس کو حیات کی بقاء کا تصور ہوسکتا ہے تو ماں کو ذبح کرنا اس جنین سے خون کے نکل جانے کا سبب نہیں بن سکتا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو ماں کو ذبح کرنے کے بعد اس کے زندہ باقی رہنے کا تصور نہیں ہوسکتا کیونکہ عام طور پر خون والے دموی جانور بغیر خون کے زندہ نہیں رہ سکتے لہٰذا بہتا خون اس کے اندر باقی رہے گا، اور اسی لئے اس کو جب زخمی کیا جاتا ہے تو اس سے خون بہنے لگتا ہے اور یہ خون حرام ہے کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے:" دَمًا مَّسْفُوحًا " . (6۔سورۃ الانعام، آیت نمبر:145) "بہتا ہوا خون" اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے: "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ " . (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:3) "تم پر حرام ہے مرا ہوا جانور اور خون" اور خون اور گوشت دونوں میں تمیز کرنا ممکن نہیں ہے اس لئے گوشت بھی حرام رہتا ہے۔

اور اب رہا حدیث شریف تو اس میں زکاۃ کے دوسرے لفظ پر نصب کے ساتھ روایت آئی ہے تو اس وقت اس کے معنی "کذکاۃ امہ" ہوتے ہیں یعنی جنین کو ذبح کرنے کا طریقہ ماں کے ذبح کرنے کی طرح ہے، کیونکہ تشبیہ میں کبھی حرف

40/5439۔اورامام ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ سے اس کی تخریج کی ہے۔(ترمذی)۔
ہمارے علماء نے کہا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو تشبیہ پر محمول کیا ہے، یعنی ”کذکاۃ امہ“ جنین کوذبح کرنا ایساہی ضروری ہے جیسا اس کی ماں کوذبح کرنا ضروری ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ یہ روایت نصب یعنی زبر کے ساتھ آئی ہے اور اگر مرفوع ہوتو بھی ایساہی ہوگا کیونکہ رفع کی روایت میں تشبیہ پہلی روایت (نصب) سے زیادہ قوی ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ اس میں ذکاۃ الجنین کو مقدم کیا گیا ہے۔

41/5440۔اوراس کی تائید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو موطا امام محمد میں ابراہیم سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: لا تکون ذکاۃ نفس ذکاۃ نفسین“ ایک جان کوذبح کرنے سے دوجان ذبح نہیں ہوتے۔

42/5441۔جعفر بن محمد اپنے والد اور وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مچھلیاں اور ٹڈے ذبح شدہ ہیں۔ 1 (مصنف ابن عبدالرزاق)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) تشبیہ مذکور ہوتا ہے اور کبھی حرف تشبیہ محذوف ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:” وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ“(27۔سورۂ نمل، آیت نمبر:88)
اور اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:” يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ “ (47۔سورۂ محمد، آیت نمبر:20)یعنی کنظر المغشی علیه اور اس میں غیر احناف کے خلاف حجت ہے کیونکہ جنین کی زکاۃ کو ماں کی ذکاۃ سے تشبیہ دی گئی ہے، اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ دونوں کو ذبح کئے جانے کے ضروری ہونے میں دونوں یکساں ہوں اور پیش کی روایت میں بھی تشبیہ کا احتمال ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:” وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ “.(3۔سورۃ آل عمران، آیت نمبر:133)”اور جنت اس کی پہنائی آسمانوں اور زمین کی پہنائی کی طرح ہے“ یعنی عرضها كعرض السماوات والارض“ ہے تو تم پر حجت ہے اور اس میں نیابت کا بھی احتمال ہے جیسا کہ انہوں نے کہا ہے مگر یہ اس احتمال کے ساتھ (ان کے لئے حجت نہیں ہوسکتی نیز یہ کہ یہ اخبار احاد سے ہے اور انسانی عام ضرورت کے امور میں سے ہے اور یہ عدم صحت کی دلیل ہے کیونکہ اگر وہ ثابت ہوتی ہے تو ضرور مشہور ہوتی۔
1 قوله الحيتان والجراد ذكى كله . یعنی ہمارے پاس کوئی مائی یعنی پانی کا جانور سوائے مچھلی کے جوطافی (جوخود سے مرکر پیٹھ کے بل پلٹ کر پانی کے اوپر آ گئی ہو) نہ ہو کھایا نہیں جاسکتا، مائی سے مراد وہ جانور ہے جو پانی میں پیدا ہوتا

43/5442 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو سمندر پھینک دے یا اس سے ہٹ جائے تو تم اس کو کھالو اور جو سمندر میں مرجائے اور اوپر پلٹ

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) اور پانی میں رہتا ہے برخلاف اس جانور کے جو خشکی میں پیدا ہوتا ہے اور پانی میں رہتا ہے جیسے بعض پرندے ہیں وہ کھائے جاسکتے ہیں اور امام مالک، امام شافعی اور ان کی ایک جماعت اور عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے کہا ہے کہ سمندر کے تمام جانور کھائے جاسکتے ہیں یہاں تک کہ بام مچھلی (سانپ کے جیسی مچھلی) درندے، کتے اور پانی کے انسان بھی، اور بعض علماء مالکیہ نے اس میں سے کتے اور سور کا استثناء کیا ہے، ان کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: "اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ" (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:96) اور اس میں کوئی استثناء نہیں ہے، اور حضور علیہ وآلہٖ الصلوٰۃ والسلام کا سمندر سے متعلق ارشاد ہے "ھو الطھور مائہ والحل میتۃ" اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مراہوا حلال ہے اور ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَیُحَرِّمُ عَلَیْھِمُ الْخَبٰٓئِثَ" (7۔سورۃ الاعراف، آیت نمبر:157) اور مچھلی کے سوا مابقی سب خبیث ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے ایسی دواء کے ذریعہ علاج کرنے سے جس میں مینڈک ہو اور کیکڑے کے بیچنے سے منع فرمایا ہے اور آیت کریمہ میں لفظ "صیــــد" شکار کرنے پر محمول ہے اور شکار کرنا ان جانوروں میں بھی جائز ہے جن کا کھانا حلال نہیں ہے اور حدیث شریف میں لفظ "میتۃ"، مچھلی پر محمول ہے اور یہ حضور علیہ وآلہٖ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد: "احلت لنا میتتان و دمان" کی وجہ سے مستثنیٰ ہے، اب رہا "میتتــان" تو وہ مچھلی اور ٹڈا ہے اور "دمان" سے مراد جگر اور طحال ہے، درندوں اور سور کی حرمت پر دلالت کرنے والی تصریحات مطلق ہیں اور وہ بری و بحری دونوں کو شامل ہے اور تم اس بات کو جانو، صاحب ملا مسکین وغیرہ نے کہا ہے بیع اور کھانے سے متعلق اختلاف ایک ہی ہے اور امام زیلعی نے کہا ہے کہ چونکہ یہ پاک ہے اس لئے اس کی خرید و فروخت بالاتفاق جائز ہے، اور "غرطاف" کا مطلب یہ ہے کہ مچھلی جب وہ طافی نہ ہو تو کھائی جاسکتی ہے مگر طافی ہو تو ہمارے پاس اس کو کھایا نہیں جاسکتا اور امام شافعی و امام مالک رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ طافی مچھلی کو کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ حدیث شریف کی بناء پر سمندر میں مراہوا حلال ہے اور ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "ما نضب عنہ الماء فکلوا وماطفا فلا تاکلوا"۔ "جس سے پانی خشک ہوجائے اس کو کھاؤ اور جو پانی کے اوپر پلٹ جائے، اس کو مت کھاؤ اور بیان کردہ حدیث میں ان دونوں اماموں کے لئے دلیل نہیں ہے کیونکہ سمندر کے مرے ہوئے سے مراد وہ ہے جس کو سمندر باہر پھینک دیا ہوتا کہ اس کی موت کی نسبت سمندر کی طرف ہوجاسکے اور جو مچھلی سمندر کے اندر کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے مرجائے وہ اس میں داخل نہیں ہے اور طافی وہ مچھلی ہے جو سمندر میں اپنی موت مرجائے اور اوپر آجائے اور پیٹھ کے بل پلٹ جائے اور اگر اس کی پیٹھ اوپر کے حصہ میں ہے تو وہ

جائے تو تم اس کو مت کھاؤ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

ابن مومن نے کہا: اس حدیث شریف میں یحییٰ بن سلیم جو راوی ہیں ان سے شیخین نے روایت کی ہے اور شوکانی نے کہا ہے کہ حضرت جابر کی حدیث: "مامن دابة فی البحر الا و ذکاها الله لبنی آدم" اس کی سند میں ضعف ہے۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) طافی نہیں ہے جس طرح طافی کے پیٹ کے اندر کی چیز کھائی جاتی ہے اسی طرح اس کو بھی کھایا جائے گا، طافی اسم فاعل ہے "طفا یطفو" طفا الشئی فوق الماء اذا علا" سے ماخوذ ہے یہ اس وقت کہتے ہیں جب کوئی چیز پانی کے اوپر آجاتی ہے۔ اس بارے میں قاعدہ یہ ہے کہ جس کی موت کا سبب معلوم ہو جائے مثلاً سمندر کا باہر پھینک دینا یا اس کو کسی چھوٹے گڑھے میں بند رکھنا، اس طرح سے کہ اس کو بغیر کسی حیلے کے پکڑ سکیں یا کوئی مچھلی نگل جائے یا پانی کا کوئی پرندہ اس کو مار ڈالے یا پانی اس کے اوپر جم جائے تو اس کو کھانا جائز ہے کیونکہ اس کی موت کا سبب معلوم ہے اور اگر پانی کی گرمی یا سردی کی زیادتی سے یا پانی اس کے کچھ حصہ سے ہٹ جائے اور وہ مر جائے تو ایسی صورتوں میں ہشام کی امام محمد سے روایت ہے کہ اگر اس کا سر پانی پر ہے تو کھایا نہیں جائے گا ور اگر اس کی دم پانی میں ہے اور سر سے پانی ہٹ گیا ہے تو اس کو کھایا جائے گا کیونکہ اس کے سر کا پانی سے نکل جانا جو اس کی موت کا سبب بنا ہے معلوم ہے برخلاف اس کی دم کا پانی سے نکل جانا (اس میں اس کی موت کا سبب معلوم نہیں) اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس میں (مچھلی کے بارے میں) موت کا سبب معلوم ہونا شرط ہے اگر اس کو مارنے کی وجہ سے اس کا کوئی حصہ علیحدہ ہو جائے تو اس کو اور اس علیحدہ شدہ حصہ کو بھی کھایا جا سکتا ہے (ماخوذ از شروح کنز)

(1/190) بَابُ ذِكْرِ الْكَلْبِ

کتے کا بیان

1/5443 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص کسی کتے کو پالے سوائے جانوروں کی حفاظت والے اور شکاری کتے کے تو اس کے عمل میں سے روزانہ دو قیراط کم ہوجائیں گے۔ (متفق علیہ)

2/5444 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوشخص جانوروں کے یا شکار کے یا کھیت کے کتے کے سوا کسی کتے کو پالا تو اس کے ثواب میں سے ہر دن ایک قیراط 4/6 یعنی (دینار کا 67 فیصد حصہ) کم ہوجائے گا۔ (بخاری ومسلم)

امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں کہا ہے کہ بغیر کسی فائدے کے کتے کا پالنا مکروہ ہے۔ [1] اب

---

[1] **قولہ: یکرہ اقتناء الکلب لغیر منفعۃ ...... الخ.** (بغیر کسی فائدے کے کتے کا پالنا مکروہ ہے) اس پر اجماع ہے، اب رہا اس کی خرید وفروخت تو امام شافعی رحمہ اللہ کے پاس مطلقاً ناجائز ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض مالکیہ کے پاس جس کتے کو رکھنے کی اجازت ہے اس کی بیع جائز ہے، جس کو سدھایا نہیں جاسکتا اور ہمارے (احناف کے) پاس کاٹ کھانے والے (دیوانے) کتے کے سوا ہر کتے کی بیع مطلقاً جائز ہے اور ہمارے دلائل نسائی، مسند ابی حنیفہ اور بیہقی میں مروی احادیث ہیں اور تمام دلائل کتاب ہدایۃ اور اس کے شرح میں مذکور ہیں، اور تعلیق مجد میں بھی اسی طرح ہے اور مولانا محمد عبدالحلیم نور اللہ مرقدہ نے ہدایہ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہاں ایک بحث ہے اور وہ یہ کہ دلیل دعویٰ سے خاص ہے، کیونکہ دعویٰ یہ ہے کہ کتے کی بیع مطلقاً جائز ہے اور حدیث شریف سے صرف شکار کے اور جانوروں کی حفاظت کے کتے کی بیع کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ متعدد وجوہ سے اس کا جواب دیا گیا۔

(1) ایک جواب تو وہ ہے جس کو صاحب نہایہ نے اختیار کیا ہے یہ کہ اس حدیث کو پیش کرنے کا مقصد فریق مخالف کے مذہب کا ابطال کرنا ہے کیونکہ ان کا دعویٰ عدم جواز کی شمولیت کا ہے۔ یعنی ہر کتے کی بیع ناجائز ہے اب رہا

رہا کھیت یا جانوروں یا شکار کا نگہبانی کا کتا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ 1 (موطا امام محمد)۔

3/5445 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے کی قیمت سے منع فرمایا سوائے شکاری کتے کے (ترمذی)۔

4/5446 ۔اور نسائی نے جابر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح روایت کی ہے اور صاحب الجوہر النقی نے کہا نسائی کی سند عمدہ ہے (ترمذی)۔

5/5447 ۔امام ابوحنیفہؒ نے اپنی مسند میں ہیثم عن عکرمہ، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ 2 رسول اللہ ﷺ نے شکاری کتے کی قیمت کے بارے میں اجازت دی ہے (مسند امام ابوحنیفہ) اور اس کی سند عمدہ ہے کیونکہ ہیثم کو ابن حبان نے ثقات میں اثبات تابعین میں

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) ہمارے دعویٰ کا اثبات، اس حدیث شریف سے ہے جس کو صاحب اسرار نے ذکر کیا ہے۔ عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کتے کے بارے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا، اس میں کتوں کے اقسام میں سے کسی قسم کی تخصیص کے بغیر مطلق ضمان دلانے کا ذکر ہے اور کسی تلف کی ہوئی چیز کا ضمان دلانا اس کے قیمت والی ہونے کی دلیل ہے۔

(2) دوسری دلیل وہ ہے جس کو صاحب کفایہ اور دوسروں نے ذکر کیا ہے، وہ یہ کہ حدیث شریف تمام کتوں کی بیع جائز ہونے پر دلالت کرتی ہے کیونکہ ہر کتا جانوروں کی حفاظت کی صلاحیت رکھتا ہے، کیونکہ بھیڑیے یا چور کو دیکھنے کے وقت بھونکنا کتوں کی عادت ہے۔

(3) تیسری دلیل شکار اور جانوروں کی حفاظت کے کتوں کے ماسوا دوسرے کتے بھی دلالت النص سے اسی حکم میں شامل ہیں (تم اس پر غور کرو)۔

1 قولہ: فاما کلب الزرع...... الخ. ’’اب رہا کھیت کا کتا‘‘ عالمگیری میں ہے اس بات سے واقفیت ضروری ہے کہ حفاظت کی غرض سے کتے کو پالنا شریعت میں جائز ہے اسی طرح شکار کے لئے بھی رکھنا جائز ہے اور اسی طرح کھیت کی اور جانوروں کی حفاظت کیلئے رکھنا بھی جائز ہے (ذخیرہ)۔

2 قولہ: روی ابو حنیفۃ...... الخ. ’’ابوحنیفہؒ نے روایت کی ہے‘‘ صاحب فتح القدیر نے کہا ہے کہ یہ حدیث شریف فقہاء کی رائے میں مخصص ہے اور مخصص عام کے مراد کا بیان ہے اگر چہ کہ وہ ان کے پاس قوت

سے ذکر کیا ہے۔

6/5448 ۔امام بیہقی کی روایت میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شکاری کتے سے متعلق جس کو ایک شخص نے مار ڈالا تھا چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا اور جانوروں کے کتے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ فرمایا۔

7/5449 ۔عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر کتے منجملہ امتوں کے ایک امت نہ ہوتے تو میں ان سب کو قتل کرنے کا حکم دیتا، پس تم ان میں سے نہایت کالے کتے کو مار ڈالو۔ [1] (ابوداؤد، دارمی)۔

اور امام ترمذی و امام نسائی کی روایت میں یہ زیادہ ہے، کتنے کو کوئی گھر والے نہیں رکھتے مگر ان

(سلسلہ صفحہ گذشتہ)

میں کم ہو یہاں تک کہ انہوں نے خبر واحد کے ذریعہ عام کو اور قطعی الثبوت کو ابتداء خاص کرنے کو جائز قرار دیئے ہیں اس سے ان کا یہ دعویٰ کہ خرید و فروخت کی ممانعت عام ہے، باطل ہوگیا۔ پھر دلیل تخصیص کے ذریعہ شکار کے کتے کو اس نہی سے خارج کرنے کی جو وجہ ہے وہ بالکل واضح ہے۔ وہ یہ کہ اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے۔لہٰذا محض شکار کرنے کی خصوصیت لغو ہوجائے گی۔ پس ہر وہ کتا جس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے وہ اس نہی سے خارج رہے گا خواہ اس سے شکار کا یا جانوروں کی حفاظت کا فائدہ اٹھایا جائے۔

[1] **قولہ: فاقتلوا منها كل اسود بهيم.** ''پس تم ان میں سے نہایت کالے کتے کو مار ڈالو'' امام نوویؒ اور امام عینی نے کہا ہے کہ کاٹنے والے کتے کو مار ڈالنے پر سب کا اتفاق ہے، اور جس کتے سے ضرر نہیں ہے اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ امام مالک اور ان کے اصحاب اور بہت سے علماء نے کہا ہے کہ جن کتوں کو مستثنیٰ کیا گیا ہے ان کے سوا باقی کتوں کو مار ڈالنا جائز اور مستثنیٰ کتوں کے سوا باقی کو مار ڈالنے کا حکم منسوخ نہیں ہے، بلکہ اس کو محکم سمجھتے ہیں۔ صاحب مسویٰ (شرح موطا) نے کہا ہے ابتداء اسلام میں کتوں کو مار ڈالنے کا حکم ان کو عام طور پر پالنے کی عادت کی وجہ سے دیا تھا۔ کیونکہ وہ ان کے پالنے کو بغیر حکم قتل کے چھوڑنے والے نہیں تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کتوں کو مارنے کا حکم مدینہ منورہ کے لئے خاص تھا، کیونکہ مدینہ منورہ فرشتوں کے وحی لیکر اترنے کا مقام ہے اور جس گھر میں کتا ہوتا ہے تو وہ اس میں داخل نہیں ہوتے۔ پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **انها امة من الامم.** ''کہ وہ امتوں میں سے ایک امت ہیں'' اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ

کے عمل میں سے روزانہ ایک قیراط (دینار کا 4/6 یعنی 67 فیصد حصہ) کم ہوجاتا ہے، سوائے شکار کا کتا یا کھیت یا بکریوں کا کتا۔ (ترمذی، نسائی)۔

8/5450 ۔امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے تخریج کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ کوئی عورت جنگل سے اپنا کتا لے کر آتی تو ہم اس کو بھی قتل کر دیتے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا تم دو نقطے والے نہایت کالے کو پکڑو کیونکہ وہ شیطان ہے۔ (مسلم)۔

اور امام الحرمین نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں تمام کتوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا پھر نہایت کالے کتے کے سوا دیگر کتوں کے قتل کو منسوخ فرمایا پھر ان تمام کتوں کو جن سے کوئی نقصان نہیں حتی کہ نہایت کالے کتے کو بھی قتل کرنے کی ممانعت شریعت میں دائمی ہوگئی۔

9/5451 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کے درمیان لڑانے سے منع فرمایا۔ 1 (ترمذی، ابوداؤد)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء میں تمام کتوں کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا پھر نہایت کالے کتے کے سوا مابقی کتوں کے لئے یہ حکم منسوخ کر دیا گیا، اس کے بعد کسی بھی کتے کو جس میں ضرر نہ ہو خواہ کالا کتا ہی ہو شریعت میں ان کے مارنے کی ممانعت دائمی ہوگئی، اسی لئے صاحب درمختار نے باب کے مسائل متفرقہ میں کہا ہے کہ کاٹنے والے کتے اور ضرر دینے والی بلی کو مارنا جائز ہے۔ اور فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے ایسی بستی جس میں بکثرت کتے ہوں اور بستی والوں کو ان سے ضرر ہوتا ہے تو کتوں کے مالکوں سے کہا جائے گا وہ کتوں کو مار ڈالیں گے، اگر وہ اسے انکار کریں تو یہ قضیہ قاضی کے پاس پیش کیا جائے گا، یہاں تک کہ قاضی ان کو اس کا پابند کرے گا۔ (محیط سرخسی)۔

1 قولہ: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن التحريش بين البهائم. ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جانور کے درمیان لڑانے سے منع فرمایا“ صاحب بذل المجہود نے کہا ہے، تحریش سے مراد بھڑکانا اور ایک دوسرے کے خلاف ہیجان پیدا کرنا جیسا اونٹوں، مینڈھوں اور مرغوں وغیرہ کے درمیان کرایا جاتا ہے اور اس سے اس لئے منع کیا گیا ہے کہ یہ کھیل تماشوں سے ہے اور اس میں جانوروں کو تکلیف پہنچانا اور ان کو ہلاک کرنا ہوتا ہے اور اگر جانبین سے کسی شرط کے ساتھ ہو تو وہ جوا بھی ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(2/191) بَابُ مَا يَحِلُّ اَكْلُهٗ وَمَا يَحْرُمُ

ان چیزوں کا بیان جن کا کھانا حلال ہے اور وہ جن کا کھانا حرام ہے

1/5452 ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اہل جاہلیت بعض چیزوں کو کھاتے تھے اور بعض چیزوں کو نفرت کرتے ہوئے چھوڑ دیتے تھے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مبعوث فرمایا اور اپنی کتاب نازل فرمائی اور اپنے حلال کو حلال رکھا اور اپنے حرام کو حرام رکھا چنانچہ جس چیز کو اس نے حلال فرمایا وہ حلال ہے اور جس چیز کو حرام فرمایا وہ حرام ہے اور جس چیز کے بارے میں سکوت اختیار فرمایا تو وہ معاف ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ 1

”قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً“.

(6۔سورۃ الانعام، آیت نمبر:145)

”آپ فرما دیجئے جو کچھ (احکام) میرے پاس وحی کے ذریعے آئے ہیں ان میں سے کسی کھانے والے کے لئے میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا سوائے اس کے کہ وہ مردار جانور ہو“۔ (ابوداؤد)

2/5453 ۔انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں میں سے ہر کونچلی والے جانور اور پرندوں میں سے ہر پنجے والے جانور سے منع فرمایا۔ 2 (مسلم)۔

---

1 قولہ ”قُلْ لَا اَجِدُ فِيْمَا اُوْحِيَ اِلَيَّ“...... الخ ”آپ فرما دیجئے جو کچھ (احکام) میرے پاس وحی کے ذریعے آئے ہیں ان میں سے کسی کھانے والے کے لئے میں کوئی چیز حرام نہیں پاتا“۔اس میں تنبیہ کرنا ہے اس بات پر کہ حرمت کا علم محض وحی سے حاصل ہوتا ہے خواہش سے نہیں۔ (کذا فی المرقات)

2 قولہ ”نھی رسول اللہ...... الخ. ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا“۔یعنی جو کونچلی والا

3/5454 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر کو نچلی والا درندہ تو اس کا کھانا حرام ہے۔ (مسلم)۔

4/5455 ۔ابوقتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک جنگلی گدھے (نیل گائے) کو دیکھا اور اس کو زخمی کر دیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے ساتھ اس

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) (درندہ) اپنی کو نچلی سے شکار کرتا ہے وہ حلال نہیں اس حکم سے اونٹ جیسے جانور خارج ہیں۔ اسی طرح پنجے والا پرندہ جو اپنے پنجے یعنی ناخن سے شکار کرتا ہے حلال نہیں اس (حکم) سے کبوتر جیسے پرندے نکل گئے۔ لفظ ''من سبع'' ذی ناب (کو نچلی والے) کا بیان ہے اور درندہ سے مراد عام طور پر ہرا چک لینے والا چھین لینے والا زخمی کرنے والا، قتل کرنے والا جانور ہے اور لفظ ''اوطیر'' ذی مخلب (پنجے والے) کا بیان ہے اور حشرات کا کھانا بھی حلال نہیں ہے حشرات حشرۃ کی جمع ہے۔ جس کے معنی زمین کے چھوٹے چھوٹے جاندار کیڑے مکوڑے کے ہیں اور پالتو گدھے بھی حلال نہیں ہیں برخلاف نیل گائے کے کہ وہ اور اس کا دودھ حلال ہے۔ (درمختار)۔

صاحبِ ردالمحتار اور صاحبِ کفایہ نے کہا ہے حرمت میں موثر (یعنی حرمت پیدا کرنے والی شئے) اس کی ایذا رسانی ہے اور وہ کبھی کو نچلی کے ذریعے اور کبھی پنجے کے ذریعے ہوتی ہے یا اس کی نجاست ہے جو موجب حرمت ہے اور یہ کبھی پیدائشی بھی ہوتی ہے جیسے حشرات الارض کیڑے مکوڑے اور کبھی کسی عارضی شے کی وجہ سے ہوتی ہے جیسا کہ جلالہ (گندگی اور غلاظت کھانے والا جانور) اس میں یہ حکمت پوشیدہ ہے کہ ان چیزوں کی طبیعت از روئے شرع مذموم اور قبیح ہے پس ان کے گوشت کی وجہ سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ ان کی طبیعتوں میں کی کوئی چیز پیدا ہو جائے اس لئے انسانوں کے اکرام واعزاز کے بطور ان کو حرام کیا گیا ہے جس طرح شرعاً حلال کردہ چیزوں کے حلال کئے جانے میں بھی انسانوں کا اکرام ملحوظ رکھا گیا ہے۔

صاحبِ ہدایہ نے کہا: اس حدیث شریف کے حکم میں بجو اور لومڑی بھی شامل ہے۔ پس یہ حدیث شریف امام شافعی کے خلاف حجت ہے۔ اور ان دونوں کو مباح قرار دینے کے سلسلے میں امام زیلعی نے کہا: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں (بجو، لومڑی) کو مباح قرار دیا ہے تو وہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے (انتھی)۔ اور شرح السنۃ میں ہے ہر وہ جانور جس کا کھانا حلال نہیں ہے اس کا دودھ پینا بھی حلال نہیں سوائے اس کے کہ وہ بچوں کے لئے ہو اور ہر وہ پرندہ جس کا گوشت حلال نہیں اس کا انڈا بھی حلال نہیں۔ (کذا فی المرقاۃ)۔

کے گوشت میں سے کچھ ہے؟ انہوں نے عرض کیا: ہمارے ساتھ اس کا پاؤں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو لیا اور تناول فرمایا۔ (بخاری ومسلم)۔

5/5456 ۔ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کا گوشت حرام قرار دیا ہے۔ (بخاری ومسلم)۔

6/5457 ۔زاہر اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں گدھوں کے گوشت کی ہانڈیوں کے نیچے آگ جلا رہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے منادی نے ندا دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں گدھوں کے گوشت سے منع فرماتے ہیں۔ (بخاری)۔

7/5458 ۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا [1] یعنی خیبر کے دن پالتو گدھوں سے اور خچر کے گوشت سے اور ہر کونچلی والے درندہ سے اور ہر پنجہ والے پرندہ سے۔ (ترمذی)۔

8/5459 ۔خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گھوڑوں، خچر اور گدھوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے۔ [2] (ابوداؤد و نسائی)۔

---

[1] قوله "حرم رسول الله ﷺ يعني يوم خيبر الحمر الانسية ولحوم البغال". "رسول اللہ ﷺ نے حرام قرار دیا یعنی خیبر کے دن پالتو گدھوں کو اور خچر کے گوشت کو)۔ صاحبِ درمختار نے کہا ہے: پالتو گدھے اور وہ خچر جس کی ماں گدھی ہو حلال نہیں ہے۔ اور اگر اس کی ماں گائے ہے تو بلا اتفاق اس کو کھایا جا سکتا ہے اور اگر اس کی ماں گھوڑی ہے تو (اسکا حکم) اس کی ماں کی طرح ہے۔

[2] قوله "نهى عن اكل لحوم الخيل"...... الخ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں کا گوشت کھانے سے منع فرمایا ہے"۔ صاحب بذل المجہود نے کہا ہے گھوڑوں کے گوشت کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہؒ سے مختلف روایات منقول ہیں۔ آپ سے حسن بن زیاد کی روایت کے بموجب آپ کے پاس گھوڑے کا گوشت کھانا حرام ہے۔ البتہ ظاہر الروایت میں امام اعظمؒ سے مروی یہ ہے کہ اس کا کھانا مکروہ ہے۔ مطلق حرمت کا حکم نہیں لگایا گیا ہے کیونکہ اس باب میں مروی احادیث کے اختلاف اور سلف کے اختلاف کی بناء پر آپ نے اس کو مطلقاً حرام قرار نہیں دیا ہے۔ اور حرمت کے بیان میں احتیاط کے پیش نظر اس کو مکروہ قرار دیا

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) ہے۔امام اعظم کی حسن بن زیاد سے منقول روایت کی بناء پر کتاب اللہ سے آپ کا استدلال اللہ جل شانہ کے اس قول سے ہے۔" وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيرَ لِتَرْكَبُوهَا وَزِينَةً". (16۔سورۃ النحل، آیت نمبر:8) ''اور اسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تا کہ تم ان سے سواری کا کام لو اور ان میں زینت بھی ہے''۔ اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس آیت سے اس کے کھانے کی کراہیت پر استدلال کیا ہے وہ اس طرح کہ ان سے گھوڑوں کے گوشت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی پھر کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس میں "لِتَأْكُلُوهَا". ''تا کہ تم اس کو کھاؤ'' نہیں فرمایا۔ اب رہا حدیث شریف تو وہ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے جب خیبر کے دن لوگوں کو سخت بھوک کی تکلیف پہنچی تو وہ پالتو گدھوں کو لے کر ان کو ذبح کئے تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پالتو گدھوں کو حرام قرار دیا۔ اور خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کے گوشت کو کھانے سے منع فرمایا۔ مقدام بن معد یکرب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پالتو گدھے اور پالتو گھوڑے تم پر حرام قرار دیئے گئے۔ یہ اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔ اور اس باب میں اجماع سے استدلال اس طور پر ہے کہ خچر با جماع امت حرام ہے جب کہ وہ گھوڑی کا بچہ ہے۔ اور اگر اسکی ماں حلال ہوتی تو یہ بھی حلال ہوتا کیونکہ بچہ کا حکم اور ماں کا حکم ایک ہی ہوتا ہے اس لئے کہ وہ (بچہ) اسی سے ہے اور اس کے ایک حصہ کی طرح ہے پس جب گھوڑے کا گوشت حرام ہے تو خچر کا گوشت بھی اسی طرح حرام ہوگا۔ البتہ اس کی اجازت واباحت سے متعلق جو احادیث شریفہ آئی ہیں تو ان میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہ اجازت ان حالات میں تھی جن میں خیبر کے دن گدھے کھائے جاتے تھے اور گھوڑے کو بھی اس وقت میں کھایا جاتا تھا۔ پھر حرام کر دیئے گئے اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام زہریؒ سے آئی ہے کہ انہوں نے کہا ہم نہیں جانتے کہ گھوڑے کھائے گئے ہوں سوائے محاصرہ خیبر کے وقت اور حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اپنے غزوات میں گھوڑوں کا گوشت کھایا کرتے تھے۔ پس یہ دلیل ہے اس بات پر کہ وہ حضرات بحالتِ ضرورت اس کو کھاتے تھے۔ جیسا کہ امام زہری نے کہا ہے یا تو دلیل کی بناء پر تناقص سے بچنے کے لئے اس کو اس پر محمول کیا جائے۔ یا اس بناء پر کہ ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ حرمت والی دلیل کو حلت والی دلیل پر احتیاط کے طور پر اور مولانا محمد یحییٰ مرحوم نے "واذن لنا فی لحوم الخیل". ''اور ہم کو گھوڑوں کے گوشت کے بارے میں اجازت دیدی گئی''۔ کے بارے میں لکھا ہے اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ یہ (اجازت) خیبر کے دن کی تھی۔ اور اجازت سے جو مراد ہے اس کی تفسیر بعد والی روایت کر رہی ہے کہ حضورِ اکرم اکے سامنے یہ جب بات آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہیں فرمایا تھا۔ پھر حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حرمت کی جو

9/5460۔حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اکرم ﷺ نے خیبر کے دن پالتو گدھوں کے گوشت سے منع فرمایا اور گھوڑوں کے گوشت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ (بخاری ومسلم)۔

10/5461۔حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے ایک خرگوش کو مرالظہر ان میں (جھاڑی میں سے) بھگایا پھر میں نے اس کو پکڑلیا اور اس کو لے کر ابوطلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس کی سرین اور ران بھیجا۔تو آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمایا۔ [1] (بخاری ومسلم)۔

11/5462۔عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) حدیث روایت کی ہے اس میں شک نہیں کہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کے بعد مشرف باسلام ہوئے ہیں۔لہٰذا حرمت کی روایت متاخر (یعنی بعد والی روایت) ہے۔صحابی کی روایت کے بارے میں اصل یہ ہے کہ وہ بغیر کسی واسطہ کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماعت کئے ہوتے ہیں اور اس میں واسطہ کے احتمال کو پیدا کرنا اس کو اصل سے ہٹانا ہے اور یہ بغیر کسی ضرورت کے قابل قبول نہیں۔انتھی۔صاحبِ ردمختار نے کہا ہے کہ امام اعظم کے پاس گھوڑے حلال نہیں جب کہ صاحبین اور امام شافعی کے پاس وہ حلال ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام اعظم نے اپنے وصال سے تین دن پہلے اس کی حرمت کے قول سے رجوع فرمالیا تھا۔اور اسی پر فتویٰ ہے؟۔

صاحبِ ردالمختار نے کہا ہے کہ مکروہِ تنزیہی ہے اور یہی ظاہر الروایت ہے۔جیسا کہ کفایۃ البیہقی میں ہے جیسا کہ فخر الاسلام اور دیگر حضرات نے ذکر کیا ہے یہی بات صحیح ہے۔(قہستانی) پھر کراہت تحریمی کے قول کی تصحیح خلاصہ، ہدایہ، محیط مغنی، قاضی خان اور عمادی وغیرہم سے منقول ہے اور متون میں یہی بات ہے۔ابوالسعو د نے یہ بات بتلائی ہے کہ پہلے قول کے مطابق امام اعظم اور صاحبین کے درمیان کوئی اختلاف نہیں کیونکہ صاحبین نے اگرچہ اس کی حلت کی رائے دی ہے تاہم کراہت تنزیہی کے ساتھ کہا ہے جیسا کہ اس کی تصریح شرنبلالیہ میں برہان سے منقول ہے۔طحطاوی نے کہا یہ اختلاف خشکی کے گھوڑوں کے بارے میں ہے البتہ سمندری گھوڑوں کے بارے میں تو یہ ہے کہ بالاتفاق وہ کھائے نہیں جاسکتے۔

[1] **قولہ "فقبلہ"**. "تو آپ ﷺ نے اس کو قبول فرمایا"۔کتاب الرحمۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے خرگوش بالاتفاق حلال ہے اسی طرح مرقاۃ میں بھی اسی طرح ہے۔

گھوڑ پھوڑ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔ 1 ابوداؤد نے اس کی روایت اور اس پر سکوت اختیار کیا۔2 پس یہ ان کے پاس حسن یا صحیح ہے اور صاحبِ درمختار نے کہا ہے اس کے کھانے پر جو روایت آئی ہے وہ ابتداء زمانہ پر محمول ہے۔

---

1 ”نھی عن اکل لحم الضب“. (گھوڑ پھوڑ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا)۔ضب کو فارسی میں ”سوسمار“ کہا جاتا ہے اور ہندی زبان میں ”گوہ“ کہا جاتا ہے اور یہ ہمارے پاس مکروہ ہے اور ہمارے فقہاء کراہت تحریمی کے قائل ہیں اور ہمارے محدثین کراہت تنزیہی کے قائل ہیں۔امام شافعیؒ اور دیگر حضرات نے کہا ہے کہ وہ حلال ہے اور ہم کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ابتداء زمانہ میں اس کے بارے میں توقف فرمائے ہوئے تھے پھر آپ ﷺ کی رائے مبارک اس کے ترک پر قائم ہوگئی اور شافعیہ نے کہا کہ ممانعت ابتداء میں تھی۔ پھر نبی کریم ﷺ نے اس کی اجازت مرحمت فرمائی اور میں کہتا ہوں کہ اجازت اور ممانعت ہر دو سے متعلق صحیح حدیث موجود ہیں اور اختلاف ترتیب (تقدیم وتاخیر) کے بارے میں ہے اور امام مسلم نے اپنی کتاب میں جو ذکر کیا ہے وہ ہمارے لئے کافی ہے کہ انہوں نے ممانعت والی احادیث کا ذکر اخیر میں ذکر کیا ہے یہ بات صاحبِ عرف شذی نے بتائی ہے اور صاحبِ بذل المجہود نے کہا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ابتداء میں اس کو جائز قرار دیا تھا۔لیکن کراہت و ناگواری کے باعث اس کو ترک فرمادیا اور یہ عذر بیان فرمایا کہ یہ میری قوم کی سرزمین میں نہیں ہوتا ہے اس لئے میں اپنے آپ کو اس سے نفرت کرتے ہوئے پاتا ہوں پھر اس کے بارے میں آپ ﷺ نے توقف فرمایا اس احتمال پر کہ یہ مسخ شدہ جانوروں کی قسم سے ہو پس آپ ﷺ نے اس سلسلہ میں کوئی امر نہیں فرمایا اور نہ اس سے منع فرمایا۔لہٰذا یہ اباحت اصلیہ کے حکم میں ہوگا۔ پھر اس کے بعد آپ نے اس سے ممانعت فرمادی لہٰذا وہ حرام ہوگیا اور یہ توجیہ سب سے بہتر توجیہ ہے کیونکہ اس میں حرمت کے پہلو کو حلت کے پہلو پر غلبہ ہے۔

2 قولہ ”وسکت علیہ“. ”(امام ابوداؤد نے) اس پر سکوت اختیار کیا ہے“۔منذری نے کہا: اس کی اسناد میں اسمٰعیل بن عیاش اور ضمضم بن زرعہ ہیں اور ان دونوں کے بارے میں کلام ہے ہم کہتے ہیں اسمٰعیل جب اہل شام سے روایت کرتے ہیں تو ان کی حدیث صحیح اور قابل استدلال رہتی ہے۔جیسا کہ اہل علم نے صراحت فرمائی ہے اور ضمضم حمصی یہ شامی ہیں کیونکہ مقام حمص ملک شام میں ہے اور امام بیہقی نے بھی اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ خون نکلنے کی وجہ وضو ٹوٹنے کے بارے میں ان کی اہلِ شام سے مروی حدیث صحیح ہے۔اسی لئے ابوداؤد نے اس پر سکوت فرمایا ہے۔جو ان کے پاس حسن یا صحیح ہونے کی دلیل ہے۔امام

12/5463۔حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے۔[1] (بخاری و مسلم)۔

13/5464۔زید بن خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرغ کو برا بھلا کہنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ نماز کے لئے اطلاع دیتا ہے۔ (شرح السنۃ)۔

14/5465۔انہی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: مرغ کو برا بھلا مت کہو کیونکہ وہ نماز کے لئے جگاتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

15/5466۔ابن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ سات غزوات کئے ہم آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈے کھایا کرتے تھے۔[2] (بخاری و مسلم)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) بخاری اور ابن معین اور دیگر حضرات نے صراحت کی ہے کہ ان کی اہل شام سے روایت صحیح ہے اب رہا ضمضم کے بارے میں جو کچھ کہا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے یہ صدوق ہیں کبھی ان کو وہم ہوجاتا ہے اور یہ صفت بخاری و مسلم کی بکثرت راویوں میں موجود ہے لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔امام عینی نے کہا امام ترمذی نے ابن عیاش کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔جو حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بواسطہ شرجیل بن مسلم آئی ہے۔اس کی سند صحیح ہے اسی طرح تنسیق النظام میں ہے۔

[1] قولہ "رایت رسول اللّٰہ یاکل لحم الدجاج". (میں نے رسول اللہ ﷺ کو مرغ کا گوشت تناول فرماتے ہوئے دیکھا ہے)۔صاحبِ عمدۃ القاری نے کہا ہے اس حدیث شریف میں مرغ کا گوشت کھانے کا جواز ہے اور کتاب توضیح میں ہے مرغ کے جواز پر اجماع منعقد ہے۔

[2] قولہ "کنا ناکل معہ الجراد". (ہم آپ ﷺ کے ساتھ ٹڈے کھایا کرتے تھے)۔صاحبِ عمدۃ القاری نے کہا ہے علماء کا اجماع ہے اس بات پر کہ اس کو بغیر ذبح کئے کھایا جاسکتا ہے۔البتہ مالکیہ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ اس کو ذبح کرنا شرط ہے۔لیکن کیفیت ذبح میں ان کے (یعنی مالکی حضرات کے) درمیان اختلاف ہے کہا گیا کہ اس کا سر کاٹ دیا جائے گا۔اور ابن وہب نے کہا ہے کہ اس کو پکڑنا ہی اس کو ذبح کردینا ہے اور امام مالک سے ایک روایت ہے اگر اس کو زندہ پکڑلے پھر اس کا سر کاٹ دے یا اس کو بھون لے یا تل لے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔البتہ اس کو زندہ پکڑ کر اس سے غافل ہوجائیں یہاں تک کہ وہ مرجائے تو اس کو نہیں کھایا جائے گا۔امام طحاوی نے کتاب الصید میں ذکر کیا ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے کہا گیا کہ آپ کیا

16/5467 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہ سے راویت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہمارے لئے دو [1] مرے ہوئے جانور اور دو خون حلال کیے گئے، دو مرے ہوئے جانور مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون جگر اور تلی ہیں۔ (احمد، ابن ماجہ، دارقطنی)۔

17/5468 ۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں جیش خبط میں شریک ہوا اور ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ اس کے امیر بنائے گئے تھے ہم کو سخت بھوک لاحق ہوئی سمندر نے ایک ایسی مردہ مچھلی باہر پھینکی کہ اس جیسی (مچھلی) ہم نے دیکھی نہیں تھی، جس کو عنبر کہا جاتا ہے پس ہم اس میں سے آدھے مہینے تک کھاتے رہے۔ابوعبیدہؓ نے اس کی ہڈیوں میں ایک ہڈی لی اور اس کے نیچے سے ایک سوار گزر گیا، جب ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کھاؤ، اس رزق کو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے نکالا ہے اور اگر وہ تمہارے ساتھ ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔راوی نے کہا ہم نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اس میں سے پیش کیا آپ ﷺ نے اس کو تناول فرمایا۔ (بخاری ومسلم)۔

18/5469 ۔مالک نے نافع سے روایت کی ہے کہ عبدالرحمٰن بن ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا، اس چیز کے بارے میں جس کو سمندر باہر ڈال دیا ہے تو

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) فرماتے ہیں کیا ٹڈی آپ کے پاس مچھلی کے درجہ میں ہے جو کوئی ان میں سے کسی کو پالے تو اس کو کھا سکتا ہے خواہ بسم اللہ پڑھے نہ پڑھے؟ تو انہوں نے کہا ہاں۔تو میں نے کہا ٹڈی جہاں بھی پائی جائے گی میں اس کو کھالوں تو انہوں نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا اگرچہ میں اس کو کسی زمین پر مرا ہوا پاؤں؟۔ انہوں نے کہا ہاں۔تو میں نے کہا اگرچہ اس پر بارش برس کر اسے ہلاک کر ڈالے۔انہوں نے کہا: ہاں ٹڈی کو کوئی چیز کسی بھی حال میں حرام نہیں کرسکتی۔(انتھی ہدایہ)۔

[1] **قولہ المیتتان الحوت والجراد الخ** (دو مرے ہوئے جانور مچھلی اور ٹڈی ہیں) ائمہ اربعہ نے فرمایا ٹڈی کھانا حلال ہے چاہے وہ طبعی موت مرے یا ذبح کرنے سے یا کسی مجوسی یا مسلمان کے شکار کرنے سے خواہ اس کا کچھ حصہ کاٹا جائے یا نہ کاٹا جائے اور امام احمد سے مروی ہے کہ اگر اس کو سردی ہلاک کردے تو نہیں کھایا جائے گا اور امام مالک کے مذہب کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر اس کا سر کاٹا جائے تو حلال ہے ورنہ نہیں اور اس کے ہر حال میں حلال ہونے کی دلیل حضور ﷺ کا یہ فرمان: "**احلت لنا میتتان**" ہے۔(مرقاۃ)۔

انہوں نے (عبداللہ) نے ان کو اس کے کھانے سے منع کیا۔ نافع نے کہا پھر عبداللہ پلٹے اور قرآن شریف منگوا کر یہ آیت تلاوت فرمائے:

"اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّيَّارَةِ".

(5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر:96)

نافع نے کہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے عبدالرحمٰن بن ابوہریرہ کے پاس روانہ کیا۔ (یہ بتانے کے لیے) کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں، امام محمد رحمہ اللہ نے کہا ہم ابن عمر رضی اللہ عنہما کا آخری قول لیتے ہیں، کہ اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں جس کو سمندر نے پھینکا ہو، اور اس میں سے جس سے پانی ہٹ گیا ہو اس کے سوا نہیں اس میں سے طافی (جو پانی میں مر کر پلٹ جائے) مکروہ ہے۔ اور یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء رحمہم اللہ کا قول ہے۔ [1]

19/5470 ۔ابوزبیر جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو سمندر پھینک دے اور جس سے پانی ہٹ جائے تو اس کو کھاؤ اور جو

---

[1] قولہ: و ھو قول ابی حنیفۃ الخ (اور وہ (امام اعظم ابوحنیفہ) کا قول ہے) اور یہ جابر، علی، ابن عباس سعید بن المسیب اور ابوشعثاء، نخعی، داؤد، زہری رضی اللہ عنہم اجمعین کا قول ہے، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور دیگر حضرات نے ان سے اسی قول کو ذکر کیا ہے دارقطنی اور بیہقی نے سمک طافی کی حلت کی حدیث حضرت ابوبکر اور ابوایوب رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے یہی قول امام شافعی، امام احمد، اور بعض تابعین کا ہے اور وہ حضرات حدیث شریف:"ھو الطھور ماؤہ الحل میتتہ" سے اس کو مطلق قرار دے کر اپنے مذہب پر استدلال کرتے ہیں، اور حدیث شریف میں ہمارے لئے دو مرے ہوئے جانور اور دو خون حلال کیے گئے ہیں، مرے ہوئے دو جانوروں سے مراد مچھلی اور ٹڈا ہے اور اب رہے دو خون تو وہ جگر اور تلی ہے۔
ابن ماجہ، امام احمد، عبدبن حمید، دارقطنی، ابن مردویہ اور دیگر حضرات نے اس حدیث کی تخریج کی ہے، ہمارے اصحاب نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ سمندر کا مرا ہوا جانور وہی ہے جس کو سمندر نے پھینکا ہو یا جس سے پانی ہٹ جائے تا کہ اس کا مرنا سمندر کی طرف منسوب ہو بغیر کسی آفت کے طبعی موت مر کر جو پانی پر پلٹ جائے تو وہ میتۃ البحر نہیں ہے، کتاب بنایہ درایہ میں اسی طرح ہے اور صاحب تعلیق مجد نے یہ بات بتائی ہے۔

سمندر میں مرجائے 1 اور مرکر پلٹ جائے تو اس کو مت کھاؤ۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

اور امام محی السنہ نے کہا کہ اکثر محدثین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا اس کا موقوف ہونا ضرر نہیں دیتا کیونکہ اس طرح کی موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے۔

20/5471 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے 2 تو اس بالکل ڈبودے پھر اس کو پھینک دے کیونکہ اس کے

---

1 قولہ وما مات فیہ و طفافلا تاکلوہ. اور جو اس میں مرجائے اور پلٹ جائے تو اس کو مت کھاؤ شرح السنہ میں ہے کہ سمک طافی (مرکر پلٹی ہوئی مچھلی) کے مباح ہونے میں علماء نے اختلاف کیا ہے، پس صحابہ اور تابعین میں سے ایک جماعت نے اس کو مباح قرار دیا ہے اور یہی قول امام مالک و امام شافعی رحمہما اللہ کا ہے اور ان میں سے ایک جماعت نے اس کو مکروہ کہا ہے یہ بات حضرت جابر، ابن عباس رضی اللہ عنہم اور اصحاب ابوحنیفہ رحمہم اللہ سے مروی ہے۔

2 قولہ اذا وقع الذباب وفی اناء احدکم، الخ. (جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے) اور شرح السنہ میں ہے کہ اس میں دلیل ہے اس بات پر کہ مکھی پاک ہے اور اس طرح تمام حیوانات کے اجسام بھی پاک ہیں سوائے ان کے جن پر سنت سے دلیل قائم ہو، جیسے کتا اور خنزیر ہے۔اور اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جس جانور میں بہتا خون نہ ہو جب کسی قلیل پانی یا کسی مشروب میں اس کی موت واقع ہو جائے تو وہ اس کو ناپاک نہیں کرتا۔جیسا کہ مکھی اور شہد کی مکھی، بچھو، گبریلا، ڈکوری، اور اس جیسے جاندار ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ برتن میں مکھی ڈبودینے سے کبھی اس کی موت واقع ہو جاتی ہے اگر مکھی کا اس میں مرجانا اس کو ناپاک کرتا تو کھانے کو ناپاک کردینے کے اندیشہ کے پیش نظر حضور ﷺ اسکو ڈبونے کا حکم نہ فرماتے اور جمہور فقہاء کا قول یہی ہے۔

اور کتاب رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام مالک رحمہ اللہ کے پاس مکھی بہنے والی چیز کو خراب نہیں کرتی اور فی نفسہ وہ پاک ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا راجح مذہب یہ ہے کہ وہ بہنے والی چیز کو ناپاک نہیں کرتی اور لیکن وہ مرنے سے فی نفسہ ناپاک ہو جاتی ہے اور امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب بھی یہی ہے۔(مرقات)۔

اور مرقات میں ایک دوسری جگہ کتاب حیوۃ الحیوان میں ہے کہ مکھی کی کوئی بھی قسم ہو اس کا کھانا حرام ہے، اور ایک صورت ایسی بھی ہے کہ اس میں اس کا کھانا حلال ہے۔جس کو رافعی نے بیان کیا ہے اور احیاء العلوم میں

دو پروں میں سے ایک میں شفاء ہے اور دوسرے میں بیماری ہے۔ (بخاری)۔

21/5472 ۔اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو تم اس کو ڈبودو کیونکہ اس کے ایک پر میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے اور وہ اپنے اس پر سے بچاؤ کرتی ہے جس میں بیماری ہے۔پس چاہیے کہ اس کو بالکل ڈبودے۔(ابوداؤد)۔

22/5473 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا جب مکھی کھانے میں گر جائے تو اس کو ڈبودو کیونکہ اس کے دو پروں میں سے ایک میں زہر ہے اور دوسرے میں شفا ہے اور وہ زہر کو سامنے رکھتی ہے اور شفا کو پیچھے رکھتی ہے۔ (شرح السنہ)۔

23/5474 ۔میمونہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ چوہا گھی میں گر کر مر گیا تو رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس کو اور اس کے اطراف کو نکال کر پھینک دو [1] اور اس (گھی) کو کھالو۔ (بخاری)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) ہے کہ اگر پکی ہوئی ہانڈی میں مکھی یا چیونٹی گر جائے اور اس کے اجزاء فنا ہو جائیں تو اس پکی ہوئی چیز کا کھانا حرام نہیں ہوگا۔ کیونکہ مکھی چیونٹی اور اس جیسی چیزوں کے کھانے کو حرام قرار دیا جانا ناگواری طبیعت کی وجہ سے ہے اور یہ برخلاف اس کے طبیعت کی ناگواری کا موجب نہیں ہوتا۔

[1] **قولہ القوھا و ما حولھا و کلوہ.** (اس کو اور اس کے اطراف کو نکال کر پھینک دو) اور اس (گھی) کو کھالو۔ صاحب عمدۃ القاری نے کہا اس بات پر اجماع منعقد ہے کہ یہ حکم جامد گھی کا ہے البتہ پتلا گھی اور اس طرح دیگر مائعات تو اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ اگر اس میں چوہا یا اس جیسی کوئی چیز گر جائے تو اس میں سے کوئی بھی چیز نہیں کھائی جاسکتی لیکن اس کو فروخت کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے بارے میں اختلاف ہے۔ حسن بن صالح اور امام احمد رحمہ اللہ نے کہا ہے جس طرح اس کو کھایا نہیں جاسکتا اسی طرح اس کو بیچا نہیں جاسکتا اور اس کے کسی چیز سے استفادہ بھی نہیں کیا جاسکتا ہے۔ ثوری اور امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ نے کہا: اسے چراغ میں استعمال کرنا اور صابن وغیرہ کے لئے اس سے استفادہ کرنا درست ہے، البتہ اس کو بیچنا اور کھانا جائز نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب اور فقیہ لیث نے کہا ہے کھانے کے سوا اس سے ہر چیز میں نفع حاصل کیا جاسکتا ہے، اور اس کا بیچنا بھی بشرط بیان جائز ہے اور ہماری دلیل امام طحاوی کی نقل کردہ حدیث اور ابوموسیٰ وابن وہب کی مرویات ہیں۔

24/5475 ۔اور امام طحاوی نے اپنی دو کتابوں ''مشکل الآثار'' اور ''اختلاف العلماء'' میں ایسی سند سے راویت کیا ہے کہ جس کے تمام راوی ثقہ ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ سے اس چوہے کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی میں گر گیا ہو آپ ﷺ نے فرمایا: اگر گھی جما ہوا ہے تو اس کو اور اس کے اطراف کو نکال کر پھینک دو اور اگر وہ پگھلا ہوا یا پتلا ہو تو اس کو چراغ میں استعمال کرو، یا اس سے کوئی نفع حاصل کرو، اس حدیث کو صاحب تمہید نے بھی ذکر کیا اور علامہ عینی نے کہا ہے اس کو بیچنا بھی فائدہ اٹھانے کے باب میں آتا ہے۔

25/5476 ۔ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: اس کو بیچ دو اور جس کو بیچ رہے ہیں اس کو بتلا دو اور اس کو کسی مسلمان کے ہاتھ مت بیچو۔

26/5477 ۔ابن وہب نے قاسم اور سالم رضی اللہ عنہما سے روایت کیا اور ان دونوں نے اس متعلق بیان کردینے کے بعد اس کو بیچنے اور اس کی قیمت لینے کو جائز قرار دیا۔ ملا علی قاری نے کہا ہے حضور ﷺ کے ارشاد ''فلا تقربوہ'' اس کے قریب مت جاؤ سے مراد کھانے کی غرض سے اس کے قریب جانے سے منع کرنا ہے، فائدہ اٹھانے کی غرض سے اس کے قریب جانے سے منع مقصود نہیں ہے۔

27/5478 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا سانپوں کو مار ڈالو [1] اور دو نقطے والے اور چھوٹی دم کٹے سانپ کو مار ڈالو کیونکہ

---

[1] قولہ اقتلوا الحیات، الخ. (سانپوں کو مار ڈالو) صاحب رد المحتار نے کہا ہے امام طحاوی نے کہا تمام قسم کے سانپوں کو مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنات سے عہد لیا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے گھروں میں داخل نہ ہوں، پس جب وہ داخل ہوئے تو گویا انہوں نے عہد شکنی کی ہے، لہٰذا ان کے لئے کوئی ذمہ نہیں ہوگا، البتہ عذر کا موقع دینا اور ان کو آگاہ کرنا بہتر ہے، چنانچہ اس طرح کہا جائے گا کہ اللہ کے حکم سے واپس چلے جاؤ اور اگر وہ انکار کرے تو اس کو قتل کر ڈالے (اھ) یعنی آگاہ کرنا اور متنبہ کرنا یہ حکم غیر نماز میں ہے۔ (بحر)۔ صاحب حلیہ نے کہا اور امام طحاوی اور بہت سے حضرات نے ان کی موافقت کی ہے اور اس میں سب سے اخیر میں ہمارے شیخ یعنی ابن ہمام ہیں۔ پس انہوں نے کہا کہ حق بات تو یہ ہے کہ ان کو قتل کرنے کا جواز و حلت ثابت شدہ امر ہے، مگر یہ کہ جس میں جنات کی علامت ہے اس

یہ دونوں بصارت کو زائل کردیتے ہیں اور حمل کو گرادیتے ہیں۔ عبداللہ نے کہا اسی اثنا میں کہ میں ایک سانپ کو مارنے کے لئے حملہ کررہا تھا کہ ابولبابہ نے مجھے ندا دی، اس کو قتل مت کرو، میں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپوں کو مارنے کا حکم فرمایا ہے تو انہوں نے کہا آپ ﷺ نے اس کے بعد گھروں میں رہنے والوں سے منع فرمایا اور وہ گھروں میں رہنے والے سانپ ہیں۔ (متفق علیہ)۔

صاحب درمختار نے کہا ہے اس حدیث میں قتل کرنے کا حکم اباحت کے طور پر ہے کیونکہ ان کو قتل کرنے میں ہمارے لئے فائدہ ہے اور تکلیف کے اندیشہ کی بناء پر سفید سانپ کو چھوڑ دینا بہتر ہے۔

28/5479 ۔عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بے شک ہم زمزم کے کنویں کو صاف کرنا چاہتے ہیں اور اس میں یہ چھوٹے چھوٹے سانپ ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے کا حکم فرمایا۔ (ابوداؤد)۔

29/5480۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام قسم کے سانپ کو مارڈالو سوائے اس سفید سانپ [1] کے جو چاندی کی شاخ کے مانند ہوتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

30/5481۔عکرمہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: میں نہیں جانتا مگر یہ کہ ابن عباس نے اس کو مرفوع بیان فرمایا کہ حضور ﷺ سانپوں کو مارڈالنے کا حکم فرماتے تھے اور فرمایا جو کوئی ان کو انتقام لینے کے اندیشہ سے چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔ [2] (شرح السنہ)۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) کے قتل سے رک جانا بہتر ہے اور یہ ان کے قتل کے حرام ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان کے طرف سے پیدا ہونے والے ایک وہمی ضرر کو دفع کرنے کی غرض سے ہے۔

1۔ **قولہ الا الجان الابیض، الخ.** (سوائے اس سفید سانپ کے) صاحب مرقات نے کہا ہے حنفیہ کے پاس سفید سانپ کو نہ مارنا مناسب ہے کیونکہ وہ جنات میں سے نہیں ہے اور امام طحاوی نے کہا تمام قسم کے سانپوں کو قتل کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ ان کو متنبہ کردینا بہتر ہے۔

2۔ **قولہ: من ترکھن خشیۃ ثائر فلیس منا.** (جو کوئی ان کو انتقام اور بدلہ لینے کے ڈر سے چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں) شارح علیہ السلام نے کہا جاہلیت کے دستور کے مطابق یہ عادت جاری تھی کہ اس طرح کہا جاتا سانپوں کو قتل مت کرو کیونکہ اگر تم ان کو قتل کردوگے تو ان کا شوہر آئے گا اور انتقام کے طور پر تمہیں ڈس لے

31/5482 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب سے ہم نے ان سے جنگ کی ہے کبھی ان سے صلح نہیں کی ہے اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کو خوف کے مارے چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد)۔

32/5483 ۔ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمام قسم کے سانپوں کو مارڈالو پس جو ان کے انتقام سے ڈرے وہ مجھ سے نہیں۔ (ابواؤد،نسائی)۔

33/5484 ۔ابوالسائب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اسی اثناء میں کہ ہم بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ان کے تخت کے نیچے کچھ حرکت سنائی دی، پس ہم نے دیکھا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں ایک سانپ ہے، تب میں جھپٹ پڑا کہ اس کو مارڈالوں اور ابوسعید رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، انہوں نے میری طرف اشارہ کیا کہ بیٹھ جاؤ، پس میں بیٹھ گیا، جب وہ نماز سے فارغ ہوئے گھر میں ایک حجرہ کی طرف اشارہ کیے پھر فرمائے تم دیکھ رہے ہو اس مکان کو، میں نے کہا: ہاں، تب انہوں نے کہا اس میں ہم میں سے ایک نئی شادی شدہ نوجوان رہتے تھے، انہوں نے کہا: پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خندق کی طرف روانہ ہوئے پس وہ نوجوان نصف النہار کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اپنے گھر والوں کے پاس جایا کرتے تھے، چنانچہ انہوں نے ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت چاہی تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اپنے ساتھ اپنے ہتھیار کو لیتے جاؤ، کیونکہ مجھے تم پر بنی قریظہ کا اندیشہ ہے، تو وہ صاحب اپنا ہتھیار لیے، پھر (گھر) واپس لوٹے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی اہلیہ دروازہ کے دو پٹوں کے درمیان کھڑی ہوئی ہے، پس انہوں نے ان کی طرف نیزے کو جھکایا تا کہ ان کو نیزہ چبھودیں کیونکہ ان کو یہ دیکھ کر غیرت آگئی تب اس عورت نے ان سے کہا اپنے نیزے کو اپنے پاس روک رکھو اور گھر میں جاؤ تا کہ تم دیکھو کس چیز نے مجھ کو باہر نکالا ہے، پس وہ داخل ہوئے

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) گا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قول وعقیدہ سے منع فرمایا، اسی طرح مرقات میں ہے اور صاحب بذل المجہود نے کہا اسی طرح ہندوستان کے بعض شہروں میں لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جو شخص کسی مخصوص حالت میں سانپ کو مارڈالے تو اس کا شوہر اس کا بدلہ لے گا اور ہر سال اس کو ڈستا رہے گا۔

تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا سانپ ہے جو بستر پر کنڈلی مارا ہوا ہے، فوراً انہوں نے اس کی طرف نیزہ جھکایا اور اس کو اس میں پرو دیا پھر باہر نکلے اور اس کو گھر میں گاڑ دیا، پس وہ سانپ ان پر ٹوٹ پڑا، معلوم نہیں ہوا کہ ان دونوں میں کون پہلے ہلاک ہوا سانپ یا وہ نوجوان۔ راوی نے کہا پس ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا اور معروضہ کیا کہ آپ اللہ سے دعا فرمائیں کہ ان کو ہمارے لئے زندہ فرمادے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی ساتھی کے لئے استغفار کرو پھر فرمایا بیشک ان گھروں میں رہنے والے کچھ جنات ہوتے ہیں پس جب تم میں سے کسی کو دیکھو تو ان پر تین مرتبہ تنگی کرو اگر وہ چلا جائے تو بہتر ہے، ورنہ اس کو مار ڈالو کیونکہ وہ کافر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا جاؤ اپنے ساتھی کو دفن کرو۔

34/5485۔ اور ایک روایت میں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک مدینہ میں جنات ہیں جو اسلام لا چکے ہیں جب ان میں سے کسی کو دیکھو تو انہیں تین دن تک آگاہ کرتے رہو اور اگر ان کے بعد بھی ظاہر ہوں تو اس کو مار ڈالو، اس سے سوا نہیں کہ وہ شیطان ہے۔ (مسلم)۔

35/5486۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب گھر میں سانپ نکلے تو تم اس سے کہہ دو بیشک ہم تجھ کو نوح علیہ السلام کے عہد کا اور سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے عہد کا واسطہ دے کر کہتے ہیں تو ہمیں تکلیف مت دے پھر اگر وہ دوبارہ آئے تو اس کو تم مار ڈالو۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

36/5487۔ ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے جنات تین قسم کے ہوتے ہیں ایک قسم وہ ہے جس کے پَر ہوتے ہیں جن سے وہ ہوا میں اڑتے ہیں، اور ان کی ایک قسم سانپ اور کتے ہیں اور ایک قسم وہ ہے جو سکونت کرتے اور سفر کرتے ہیں۔ (شرح السنہ)۔

37/5488۔ ام شریک رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا [1] اور فرمایا کہ وہ ابراہیم علیہ السلام کے خلاف پھونک رہا تھا (متفق

---

[1] قولہ: امر بقتل الوزغ، الخ. (گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا) علامہ کرمانی نے کہا: وزغ ایک جانور ہے جس کو پیر ہوتے ہیں، گھاس کی جڑوں میں دوڑتا ہے، اور ابن اثیر نے کہا: یہ وہی ہے جس کو ''سام ابرص''

علیہ) اور ابن عبدالبر نے اس کو مار ڈالنے کے جواز پر اتفاق نقل کیا ہے۔ اسی طرح فتح الباری اور عینی میں ہے اور امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں کہا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہ اور ہمارے اکثر فقہاء کا یہی قول ہے۔

38/5489 ۔سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کو مار ڈالنے کا حکم فرمایا اور اس کا نام ''فویسق'' رکھا۔ (مسلم)۔

39/5490 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی ایک مار میں گرگٹ کو قتل کردے اس کے لئے سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور دوسرے مار میں اس سے کم اور تیسرے میں اس سے کم۔ (مسلم)۔

40/5491 ۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر کو چیونٹی نے کاٹا تو انہوں نے اس بستی کے لئے حکم دیا تو وہ جلادی گئی، پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی [1] نازل کی کہ تم کو صرف ایک چیونٹی نے کاٹا تھا لیکن تم نے امتوں میں سے ایک امت کو جو تسبیح کرتی تھی جلا ڈالا۔(بخاری ومسلم)۔

41/5492 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) کہا جاتا ہے اور علامہ عینی نے کہا یہی بات صحیح ہے اور یہ وہی ہے جو دیواروں اور چھتوں میں رہتا ہے اور اس کی آواز ہوتی ہے جس سے وہ چیختا ہے، صاحب غیاث اللغات نے منتخب سے نقل کیا ہے کہ وزغ گرگٹ ہے اور برہان میں لکھا ہے کہ وہ ''چلپاسا کی ایک قسم ہے جس کو سام ابرص بھی کہتے ہیں، یہ گرگٹ کے مشابہ ہوتا ہے جو گھروں کے چھتوں میں رہتا ہے، ہندی میں اس کو چھپکلی کہتے ہیں۔

اور مولانا ابوالحسنات محمد عبدالحیی رحمہ اللہ نے کتاب ''نفع المفتی و السائل بجمع متفرقات المسائل'' میں کہا ہے ''استفسار'' کیا کہ گرگٹ کو مار ڈالنا جائز ہے۔ ''استبشار'' ہاں بلکہ اس کو مار ڈالنے میں بڑا ثواب ہے۔جیسا کہ مروی ہے کہ جس نے گرگٹ کو قتل کیا اس نے ستر نیکیاں پائیں اور ''خزانۃ الروایات'' میں ''حاشیۃ المشارق'' سے منقول ہے کہ یہ حدیث شریف ام شریک رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

1۔ قولہ : فاوحیٰ اللہ تعالیٰ الیہ ان قرصتک نملۃ احرقت امۃ، الخ. (پس اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی کہ تم کو صرف ایک چیونٹی نے کاٹا تھا لیکن تم نے امتوں میں سے ایک امت کو جو تسبیح کرتی تھی جلا ڈالا)

علیہ وسلم نے چار قسم کے جانداروں کو مارنے سے منع فرمایا۔(1) چیونٹی 1 (2) شہد کی مکھی 2
(3) ہدہد (4) صرد پرندہ۔ 3 (ابوداؤد، دارمی)۔

42/5493 ۔سفینہ رضی اللہ عنہ سے راویت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) صاحب مرقات نے کہا چیونٹیوں کو مار ڈالنے کی ممانعت کی حدیث شریف اور احادیث شریفہ کے درمیان جمع کرتے ہوئے اور اس کو جوں پر قیاس کرتے ہوئے ممانعت کی حدیث کو اس میں سے غیر موذی چیونٹی کے قتل پر محمول کرنا ممکن ہے، کیونکہ چیونٹی کی اذیت کبھی جوں سے سخت ہوتی ہے، کیا تم نہیں جانتے کہ ابتداء بلی کو مار ڈالنا جائز نہیں ہے، مگر اسی صورت میں جبکہ اس سے تکلیف پہنچے۔اور ممکن ہے کہ جلا دینا (کا م حکم) منسوخ ہو یا جن کو بغیر جلانے کے قتل کرنا ممکن نہ ہو اس پر ضرورۃ محمول کیا جائے۔اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ چیونٹی کو مار ڈالنے کے بارے میں علماء نے بحث کی ہے اور مختار قول یہ ہے کہ جب وہ تکلیف دینا شروع کرے تو اس کو مار ڈالنے میں کوئی حرج نہیں اور اگر تکلیف دینا شروع نہ کرے تو اس کو قتل کرنا مکروہ ہے اور علماء نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ چیونٹی کو پانی میں ڈالنا مکروہ ہے اور جوں کو مار ڈالنا ہر حال میں جائز ہے (خلاصۃ) اور ایک چیونٹی کے وجہ سے چیونٹی کے گھر جلائے نہیں جائیں گے۔(فتاویٰ عتابیہ)۔

1 **قولہ النملة** (چیونٹی) الخ کتاب حیوۃ الحیوان میں ہے چیونٹی جس چیز کو اپنے منہ میں اور پیروں میں پکڑی ہو اس کو کھانا مکروہ ہے۔
حافظ ابونعیم نے کتاب طب نبوی میں صالح بن حوات بن جبیر سے بواسطہ ان کے والد ان کے دادا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس چیز کو کھانے سے منع فرمایا جس کو چیونٹی نے اپنے منہ اور پیروں میں پکڑا ہوا اور چیونٹی کو کھانا اس کے قتل کی ممانعت آنے کی وجہ سے حرام ہے۔(مرقاۃ)۔

2 **قولہ النحلة الخ** (شہد کی مکھی) حیاۃ الحیوان میں ہے مجاہد نے شہد کی مکھی کو قتل کرنا مکروہ ہے اور اس کے کھانے کو حرام قرار دیا ہے اگر چہ کہ شہد حلال ہے جس طرح عورت کہ اس کا دودھ حلال اور گوشت حرام ہے اور سلف میں سے بعض نے ٹڈے کی طرح اس کو مباح قرار دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس کے قتل سے منع فرمانا اس کے حرام ہونے کی دلیل ہے۔
اور کتاب ابانۃ میں ہے کہ شہد کی مکھی کی بیع مکروہ ہے جبکہ وہ چھتہ میں ہو، اگر وہ پوری طرح سے دکھائی دے تو (بیع) صحیح ہے، ورنہ وہ بیع غائب ہے، اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا شہد کی مکھی، ڈکوری اور تمام حشرات الارض کی بیع درست نہیں۔(مرقات)۔

3 **قولہ الصرد** صاحب مرقات نے کہا صرد ''ص'' کے ضمہ اور ''راء'' کے فتح کے ساتھ بڑے سر اور موٹی چونچ

کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا ہے۔ 1 (ابوداؤد)۔

43/5494 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (غلاظت خور) جانور 2 کو کھانے اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے۔(ترمذی)۔

44/5495 ۔اور ابوداؤد کی روایت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (غلاظت

(**سلسلہ صفحہ گذشتہ**) والا ایک پرندہ ہے اس کا پر بڑا ہوتا ہے جو آدھا سفید اور آدھا کالا ہوتا ہے۔(نہایہ)۔
غیاث اللغات میں منتخب سے منقول ہے صرد ایک بڑے سر کا پرندہ ہے جو چڑیا کا شکار کرتا ہے۔''ترجمہ شافیہ'' میں لکھا ہے اس کو فارسی میں ''ورکاک'' اور ہندی میں ''لٹورا'' کہتے ہیں۔(انتہی)۔
صاحب مرقات نے کہا عرب صرد پرندے سے نحوست سمجھتے اور اس کی آواز اور اس کی نظر سے بدفالی لیتے ہیں، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا تا کہ ان کے دل میں بدفالی کا جو اعتقاد جم گیا تھا، اس کو نکال دیں، پس کہتا ہوں اور اس میں اس روایت کی طرف اشارہ ہے:
''اللھم لاطیر الا طیرک و لا خیر الا خیرک ولا الہ غیرک اللھم لا یاتی بالحسنات الا انت و لا یصرف السیئات الا انت''
(اے اللہ! فال تو صرف تیرا فال ہے بھلائی صرف تیری بھلائی ہے۔اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں اے اللہ نیکیوں کو تیرے سوا کوئی نہیں لاتا اور برائیوں کو ترے سوا کوئی دفع نہیں کرتا)
اور برائیوں کو ترے سوا کوئی نہیں دفع کرتا اور حیاۃ الحیوان میں ہے اس حدیث کی بنیاد پر صرد پرندے کے کھانے کو حرام قرار دیا جانا ہی صحیح ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کو کھایا جا سکتا ہے کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے محرم پر جب کہ وہ اس کو قتل کردے تو اس میں جزاء کو واجب قرار دیا اور یہی بات امام مالک رحمہ اللہ نے فرمائی ہے۔

1 **قولہ: اکلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لحم حباری.** (میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا ہے) امیری کی کتاب حیوۃ الحیوان میں ہے حباری لمبی گردن والا خاکستری رنگ کا ایک پرندہ ہے جس کی چونچ میں تھوڑی سے لمبائی ہوتی ہے اور اس کی حالت یہ ہے کہ وہ شکار کیا جاتا ہے وہ خود شکار نہیں کرتا۔(مرقات)۔صاحب بذل المجہود نے کہا سرخاب کے گوشت کے حلال ہونے پر اجماع ہے، میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی اختلاف ہے۔

2 **قولہ نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن اکل الجلالۃ، الخ.** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جلالہ (غلاظت خور) جانور کو کھانے اور اس کے دودھ سے منع فرمایا ہے) شرح السنہ میں ہے اس جانور کے بارے میں جو غلاظت کھاتا ہے حکم یہ ہے کہ اس کو دیکھا جائے گا پس اگر وہ کبھی کبھار گندگی کھاتا ہے تو وہ جلالہ

کھانے والے جانور) پر سواری کرنے سے منع فرمایا ہے۔

45/5496۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا [1] بلی درندوں میں سے ہے۔امام طحاوی نے مشکل الآثار میں اس کی روایت کی ہے۔

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) نہیں ہے اور اس کی وجہ سے اس کو کھانا حرام نہیں ہوگا، جیسا کہ مرغی ہے، اور اگر اس کی اکثر غذا وہی ہے یہاں تک کہ اس کے گوشت اور دودھ میں اس کا اثر ظاہر ہوگیا تو اس کے کھانے میں علماء کا اختلاف ہے۔ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اس کا کھانا حلال نہیں مگر یہ کہ چند دن اس کو قید میں رکھا جائے اس کو اس کے سوا دوسرا چارہ کھلایا جائے یہاں تک کہ اس کا گوشت پاکیزہ ہوجائے یہ قول امام شافعی، امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ کا ہے اور حسن بصری رحمہ اللہ جلالہ کا گوشت کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے اور یہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام اسحاق نے کہا اس کو اچھی طرح دھو لینے کے بعد اس کو کھانے میں کوئی حرج نہیں۔(مرقات)۔

اور صاحب رحمۃ الامۃ نے کہا اونٹ یا بکری یا مرغی میں سے جلالہ (غلاظت خور) کا کھانا باتفاق ائمہ ثلاثہ مکروہ ہے اور امام احمد نے کہا اس کا گوشت اور دودھ اور انڈے حرام ہیں اگر اس کو قید میں رکھا جائے اور پاک غذا دی جائے یہاں تک کہ نجاست کی بو زائل ہوجائے تو وہ حلال ہوگا اور بالاتفاق کراہیت ختم ہوجائے گی، پھر کہا گیا کہ اونٹ اور گائے کو چالیس دن، بکری کو سات دن اور مرغی کو تین دن تک قید میں رکھا جائے۔(انتہی)۔

ردالمحتار فصل البئر میں ہے علماء نے صراحت کی ہے کہ جلالہ کی قربانی نہیں دی جاسکتی، جیسا کہ اضحیہ کے بیان میں آئے گا، صاحب شرح وہبانیہ اور منتقی نے کہا جلالہ مکروہ ہے کہ تم جب اس کے قریب جاؤ تو اس سے بدبو آنے لگے ایسی صورت میں اس کو کھایا نہیں جائے گا، اس کا دودھ نہیں پیا جائے گا اور اس پر سواری نہیں کی جائے گی اور اس کو بیچنا اور اس کو ہبہ کرنا مکروہ ہے جبکہ اس کی یہ حالت ہو، اور بقالی نے ذکر کیا ہے کہ اس کا پسینہ ناپاک ہے۔مصنف نے کتاب الحظر والاباحۃ میں تصریح کی ہے کہ گدھی اور جلالہ کا گوشت مکروہ ہے، اس مقام پر شارح نے کہا جلالہ کو قید کیا جائے حتی کہ اس کے گوشت کی بدبو ختم ہوجائے۔راجح قول کے مطابق مرغی کے لئے تین دن بکری کے لئے چار دن، اونٹ اور گائے کے لئے دس دن کی مدت کا اندازہ کیا گیا ہے اور اگر وہ نجاست یا اس کے سوا دیگر چیزیں اس طرح کھائے کہ اس کا گوشت بدبودار نہ ہو تو حلال ہے، اس سے معلوم ہوا کہ جس جلالہ کا پس خوردہ مکروہ ہے، اس سے مراد وہ ہے جو صرف نجاست کھاتا ہے۔یہاں تک کہ اس کا گوشت بدبودار ہوجاتا ہے تو اس وقت وہ کھایا نہیں جائے گا، اسی لئے صاحبِ جوہرہ نے کہا اگر وہ غلاظت اور دوسری غذا مخلوط طور پر کھاتا ہو یا اس کی اکثریت غذا چوپایوں کی غذا ہو تو اس کا پس خوردہ مکروہ نہیں۔

[1] قولہ السنور من السبع. (بلی درندوں میں سے ہے) یعنی درندوں میں بلی بھی داخل ہے کیونکہ اس کو کونچلی ہے، اپنی اس کونچلی سے وہ لڑتی ہے، لہٰذا بھیڑیے وغیرہ کی طرح اس کا بھی گوشت نہیں کھایا جائے گا۔

46/5497۔اور امام بیہقی نے بھی سنن کبری میں عطا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ بلی کی قیمت میں کوئی حرج نہیں 1 اور خطابی نے کہا منجملہ ان حضرات کے جنہوں نے بلی کی بیع کو جائز قرار دیا ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری، ابن سیرین اور حکم اور حماد کا یہی مذہب ہے۔ امام مالک بن انس، سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ امام شافعی، امام احمد اور امام اسحاق رضی اللہ عنہم کا قول بھی یہی ہے۔

47/5498۔خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیبر کے دن غزوہ میں شرکت کی ہے پس یہود حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ لوگوں نے ان کے سبز کھجوروں کی طرف جلدی کی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سنو اہل معاہدہ کے اموال حلال نہیں ہیں مگر اس کے حق کے ساتھ۔ (ابوداؤد)۔

باب جن چیزوں کا کھانا حلال ہے اور جن کا کھانا حرام ہے............: ختم ہوا :............

1۔ قولہ لا باس بثمن السنور. (بلی کی قیمت لینے میں کوئی مضائقہ نہیں) یعنی چوپایوں میں سے تمام قسم کے درندوں کی بیع درست ہے، یہاں تک کہ بلی کی، پس بلی کی بیع درست ہے کیونکہ اس سے گھریلو اذیت دینے والی چیزوں کو دفع کرنے میں نفع اٹھایا جاتا ہے اور اس کی کھال سے بھی فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور کوچلی والے درندوں کی بیع جیسا کہ شیر، چیتا، بجو، بھیڑیا اور پنجے والے پرندوں کی بیع بھی درست ہے، کیونکہ از روئے شرع ان سے نفع حاصل کرنا جائز ہے، سوائے خنزیر کے کیونکہ وہ نجس العین ہے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں ہے، اسی طرح اس کی بیع بھی درست نہیں اور زمین کے کیڑے مکوڑوں کی بھی بیع درست نہیں جیسا کہ گبریلا اور اسی طرح مچھلی کے سوا تمام سمندری کیڑے مکوڑوں کی جیسے کیکڑا (بیع بھی درست نہیں) اگر چہ کہ وہ اذیت رساں نہ ہوں (ان کی بیع درست نہیں، اور البتہ ہر قیمت والی چیز کی بیعت درست ہے جیسا کہ ریت کی مچھلی ہے، اور اگر سانپوں سے دواؤں میں فائدہ حاصل ہوسکتا ہے تو ان کی بیع درست ہے، ورنہ جائز نہیں ہے۔ (کنز اور شروح کنز کا خلاصہ)۔

بسم الله الرحمن الرحيم

(3/192) بَابُ الْعَقِيْقَةِ

عقیقہ کا بیان

1/5499 ۔زید بن اسلم سے روایت ہے کہ وہ (قبیلہ) بنی ضمرہ کے ایک شخص سے، وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں عقوق (نافرمانی کرنے) کو پسند نہیں کرتا، گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس) نام کو ناپسند کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کسی کو [1] لڑکا پیدا ہوا اور وہ اپنے لڑکے کی جانب سے ذبح کرنا چاہے تو وہ کرے۔امام مالک نے اس کی روایت

---

[1] **قولہ: من ولدله ولد فاحبّ ان ينسک عن ولده فليفعل، الخ.** (جس کسی کو لڑکا پیدا ہوا اور وہ اپنے لڑکے کی طرف سے ذبح کرنا چاہے تو وہ کرے) صاحب ردالمحتار نے ''کتاب الاضحیہ'' کے آخر میں کہا: ائمہ ثلاثہ کے پاس جس کسی کو لڑکا پیدا ہو اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ وہ ساتویں دن اس کا نام رکھے اور اس کا حلق کرے، اور اس کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کرے، پھر حلق کرتے وقت بطور اباحت عقیقہ کرے، جیسا کہ ''**الجامع المحبوبی**'' میں ہے یا بطور نفل جیسا کہ طحاوی کی شرح میں ہے اور وہ (عقیقہ) ایسی بکری ہے جو قربانی کے قابل ہو اس کو نر، اور مادہ کے لئے ذبح کیا جائے گا، خواہ اس کا گوشت کچا تقسیم کیا جائے یا اس کو کھٹے کے ساتھ پکا کر یا اس کے بغیر اس کی ہڈیوں کو توڑ کر یا بغیر توڑے کے اور دعوت کرکے یا دعوت کیے بغیر۔ یہ امام مالک نے کہا ہے اور امام شافعی اور امام احمد نے اس کو سنت موکدہ قرار دیا ہے، کہ لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی جانب سے ایک بکری ہے (ملخص از غرر الافکار) اور صاحب عرف شذی نے کہا: امام اعظم ابوحنیفہ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے کہ آپ عقیقہ کے قائل نہیں ہیں اور اس وہم کا باعث موطا میں مذکور امام محمد رحمہ اللہ کی ایک عبارت بنی ہے اور حق یہ ہے کہ ہمارے مسلک میں پیدائش کے بعد ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن اس کا کرنا مستحب ہے، اور وہ اسی دن اس کا نام رکھے گا، اور عمدۃ القاری میں ہے امام اعظم ابوحنیفہ نے کہا: عقیقہ سنت نہیں، اور صاحب ''توضیح'' نے

کی ہے اوراس پر باب ”تستحب العقيقة“ باندھا ہے۔(مؤطاامام مالک)۔

2/5500 ۔اورابوداؤد،نسائی،اورطحاوی نے مشکل الآثار میں اوربیہقی نے سنن کبریٰ میں ایسا ہی روایت کیا ہے۔

3/5501 ۔محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے اپنے والد سے عقیقہ کومستحب کہتے سنا اگر چہ کہ وہ ایک چڑیا سے ہو۔(مالک)۔

4/5502 ۔اوراحمد، ترمذی، ابوداؤد، اورنسائی کی روایت میں ہے ساتویں دن اس کی جانب سے ذبح کیا جائے گا اوراس کا نام رکھا جائے گا اوراس کا سرمونڈا جائے گا اورطحاوی نے مشکل الآثار میں کہا: ہمارے (احناف کے) پاس ان احادیث سے عقیقہ کے مستحب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے اوراس کے حکم کی جو تاکید مروی ہے وہ نسخ پر محمول ہے۔

5/5503 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کا ایک مینڈھے [1] سے عقیقہ کئے۔(ابوداؤد)۔

6/5504 ۔اورترمذی،نسائی اورابوداؤد کی روایت میں ہے: وہ نقصان نہیں دے گا تم کو

(**سلسلہ صفحہ گذشتہ**) امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اورکوفیین سے یہ بات نقل کی ہے کہ وہ بدعت ہے اوراسی طرح ان میں سے بعض نے اس کی شرح میں کہا: وہ صاحب جن سے یہ منقول ہے کہ وہ بدعت ہے وہ امام اعظم ابوحنیفہ ہیں، میں کہتا ہوں: یہ بہتان ہے پس امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف اس کومنسوب کرنا جائز نہیں ہے اور یہ ہرگز نہیں ہوسکتا کہ امام صاحب اس طرح کہے ہوں، اورآپ نے تو صرف یہ فرمایا وہ سنت نہیں ہے تو آپ کی مراد یہ ہے کہ یا تو وہ سنت ثابتہ نہیں ہے یا تو سنت موکدہ نہیں ہے۔

[1] قوله: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عق عن الحسن و الحسين كبشا كبشا. (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ،حسن اورحسین رضی اللہ عنہما کا ایک ایک مینڈھے سے عقیقہ کیے) امام اعظم ابوحنیفہ وامام مالک رحمہما اللہ نے یہی کہا ہے، چنانچہ ان کے نزدیک لڑکا اورلڑکی کے لئے صرف ایک ایک بکری ذبح کی جائے گی۔

اورامام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ کے پاس لڑکے کی طرف سے دوبکریاں اورلڑکی کی طرف سے ایک بکری ذبح کی جائے گی۔(ردالمحتار،غررالافکار)۔

خواہ وہ مرد بچے ہوں یا عورت بچیاں۔

7/5505۔امام مالکؒ نے نافعؒ سے روایت کی ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ان کے گھر والوں میں سے جس کسی نے عقیقہ کا سوال کیا تو انہوں نے اس کو وہ عطا کیا اور وہ اپنی اولاد کا عقیقہ بچے ہوں کہ بچیاں ایک ایک بکری کرتے تھے۔ (مؤطاامام مالک)۔

8/5506۔ان کی ایک اور روایت میں ہشام بن عروہ سے مروی ہے کہ ان کے والد عروہ بن زبیر اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کا عقیقہ ایک ایک بکری سے کیا کرتے۔ (مؤطاامام مالک)۔

اور ہم کہتے ہیں امام حسن رضی اللہ عنہ کے سر کے بالوں کے برابر چاندی صدقہ کرنا ایک دفعہ کا واقعہ ہے جس میں ہمارے نزدیک کوئی عموم نہیں۔ [1]

9/5507۔بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: انہوں نے کہا: زمانہ جاہلیت میں جب ہم میں سے کسی کو کوئی لڑکا پیدا ہوتا تو وہ ایک بکری ذبح کرتا اور اس کے سر کو اس کے خون سے آلودہ کرتا، پھر جب اسلام آیا تو ہم ساتویں دن بکری ذبح کرنے لگے اور اس کے سر کو حلق کرتے اور زعفران سے اس کے سر کو لیپتے (ابوداؤد) اور رزین نے "ونسمیه" (اور اس کا نام رکھتے ہیں) کا اضافہ کیا ہے۔

10/5508۔عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چھوٹے بچے لائے جاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں برکت کی دعا دیتے اور تحنیک فرماتے [2] یعنی کھجور چبا کر تالو میں لگاتے۔ (مسلم)۔

11/5509۔اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہیں عبداللہ بن زبیر رضی

1۔ قولہ: لاعموم لها عندنا. (اس میں ہمارے نزدیک کوئی عموم نہیں) اور ائمہ ثلاثہ کے پاس بچہ کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے گا۔ (ردالمحتار، غررالافکار، مسوی)۔

2۔ قولہ: و یحنکهم. (اور ان کی تحنیک فرماتے) امام نوویؒ کہتے ہیں اس حدیث میں کئی فوائد ہیں: منجملہ ان کے بچے کی پیدائش کے وقت اس کی تحنیک کرنا اور یہ بالاجماع سنت ہے (اھ)۔

اور امام نووی رحمہ اللہ نے دوسرے مقام پر کہا ولادت کے موقع پر کھجور سے بچہ کی تحنیک مستحب ہونے پر علماء

اللہ کا حمل مکہ میں قرار پایا، وہ کہتی ہیں کہ پس وہ مجھ سے قباء میں تولد ہوئے پھر میں ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ی گود میں رکھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور منگوا کر اس کو چبائے پھر اپنے دہن مبارک سے ان کے منہ میں ڈالے، پھر ان کی تحنیک فرمائے، پھر ان کو دعا دیئے اور برکت کی دعا فرمائے، اور وہ زمانۂ اسلام میں پیدا ہونے والے سب سے پہلے مولود ہیں۔ (متفق علیہ)۔

12/5510 ۔ابورافع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے کان میں جس وقت وہ فاطمہؓ کو تولد ہوئے نماز کی اذان دی۔ [1] (ترمذی، ابوداؤد) اور ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

...... **بَابُ الْعَقِيْقَةِ** ختم ہوا ......

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) نے اتفاق کیا ہے۔پس اگر وہ مل سکے تو اس جیسی اور اسی کے قریب کسی بھی میٹھی چیز سے کرے ، پس تحنیک کرنے والا کھجور کو چبائے یہاں تک کہ وہ اس قدر سیال ہوجائے کہ اس کو نگلا جاسکے، پھر نومولود کا منہ کھولے اور اس کو اس میں ڈالے تاکہ اس میں سے کچھ اس کے سینہ میں چلا جائے اور یہ بہتر ہے کہ تحنیک کرنے والے صالحین میں سے اور ان حضرات میں سے ہوں جن سے برکت حاصل کی جاتی ہے، خواہ وہ مرد ہوں کہ عورت۔اور اگر وہ نومولود کے پاس حاضر نہ ہو تو اس کو ان کے پاس اٹھا کر لیجایا جائے۔

[1] قولہ: اذن فی اذن الحسن، الخ. (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ کے کان میں اذان دی) صاحب مرقات نے کہا: اور یہ حدیث نومولود کے کان میں اذان دینے کے سنت ہونے کی دلیل ہے، اور شرح السنہ میں ہے: روایت ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جب کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کے دائیں کان میں اذان دیتے اور بائیں کان میں اقامت کہتے، میں کہتا ہوں: مسند ابویعلی موصلی میں حسین رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت آئی ہے کہ جس شخص کو کوئی لڑکا پیدا ہوا اور وہ اس کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہے تو اس کو ام الصبیان (بچوں کی مسان کی بیماری) نقصان نہیں پہنچائے گی۔(اھ)۔
اور صاحب ردالمحتار نے ''باب الاذان'' میں کہا ہے: نمازوں کے سوا کسی کام کے لئے اذان دینا مسنون نہیں ہے۔ورنہ نومولود کے لئے وہ مستحب ہوتی''۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(20) کِتَابُ الْاَطْعِمَةِ

کھانوں کا بیان

اللہ بزرگ وبرتر کا ارشاد ہے:" یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰہِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ ".

اے ایمان والو: اچھی چیزوں سے کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔ (2۔سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:172)۔

1/5511۔سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے تورات میں پڑھا کہ کھانے کی برکت کھانے کے بعد وضو کرنے میں ہے۔میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کھانے کی برکت [1] کھانے سے پہلے

---

[1] قولہ: برکۃ الطعام الوضوء قبلہ والوضوء بعدہ: (کھانے کی برکت کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد بھی وضوء کرنے میں ہے) یعنی (وضو سے مراد) دونوں ہاتھوں کا دھونا۔

کل کا اطلاق جز پر مجازاً کیا گیا ہے یا یہ یعنی لغوی اور معنی عرفی پر مبنی ہے (مرقات)۔ عالمگیری میں ہے کہ کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھونا سنت ہے۔کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کے آداب یہ ہیں کہ (ہاتھ دھونا) نوجوانوں سے شروع کیا جائے پھر عمر رسیدہ حضرات سے (کھانے کے بعد اس کے برعکس کیا جائے)۔(ظہیریہ)۔

نجم الائمہ، بخاری اور دوسروں نے کہا ایک ہاتھ کا دھونا یا دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا دھونا کھانے سے قبل ہاتھ دھونے کی سنت کے لئے کافی نہیں ہوگا کیونکہ احادیث میں " غسل الیدین" دونوں ہاتھوں کا دھونا مذکور

اور کھانے کے بعد بھی وضو کرنے میں ہے۔ (ترمذی، ابوداؤد)۔

2/5512 ۔عبداللہ بن حارث بن جزرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روٹی اور گوشت لایا گیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم 1 مسجد میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تناول فرمائے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور نماز پڑھے اور ہم بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھے اور ہم نے 2 اپنے ہاتھوں کو کنکریوں سے پونچھنے سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔

3/5513 ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ضرورت سے فارغ ہوکر تشریف لائے تو آپ کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو انہوں نے کہا، کیا ہم آپ کے لئے وضو کا پانی نہ لائیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مجھ کو وضو کا حکم دیا گیا جب میں نماز کے لئے

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) ہے اور وہ کلائیوں تک ہوتا ہے (قنیہ 2) کھانے سے قبل وہ اپنے ہاتھ کو دستی سے نہ پوچھے تاکہ کھاتے وقت دھونے کا اثر باقی رہے اور کھانے کے بعد اپنے ہاتھ کو پونچھ لے تاکہ کھانے کا اثر مکمل طور پر زائل ہوجائے۔(خزانۃ المفتین)۔

کتاب یتیمیہ میں ہے کہ میرے والد سے کھانے کے وقت منہ دھونے سے متعلق دریافت کیا گیا کہ کیا وہ ہاتھ دھونے کی طرح سنت ہے تو انہوں نے کہا: نہیں (تاتارخانیہ میں اسی طرح ہے) جنبی خواہ مرد ہو یا عورت دونوں کیلئے دونوں ہاتھ اور منہ دھونے سے قبل کھانا، یا پینا مکروہ ہے۔ حائضہ عورت کیلئے مکروہ نہیں ہے۔ تمام مقامات میں منہ کو صاف کرنا مستحب ہے۔(فتاوی قاضی خان)۔

1 قولہ وھو فی المسجد فاکل واکلنامعہ (جبکہ آپ مسجد میں تھے تو آپ تناول فرمائے اور ہم بھی آپ کے ساتھ کھائے) ہوسکتا ہے کہ آپ ﷺ اعتکاف میں تھے یا آپ کے پاس مہمان موجود تھے یا آپ ﷺ نے بیان جواز کیلئے ایسا کیا کیونکہ مسجد میں کھانا مباح ہے بشرطیکہ مسجد ملوث نہ ہو۔(مرقات)۔

2 قولہ ولم نزد علی ان مسحنا ایدینابالحصباء (اور ہم نے اپنے ہاتھوں کو کنکریوں سے پونچھنے سے زیادہ نہیں کیا) صاحب مرقات نے کہا شارحین حدیث میں سے ہمارے بعض علماء نے کہا ہے کہ کھانے کے وقت اور کھانے سے فارغ ہونے کے وقت وضو کرنا ایسے کھانے میں مستحب ہے جس سے ہاتھ ملوث ہوتا ہے۔اور اس سے چکناہٹ پیدا ہوتی ہے۔

کھڑا ہوں ۔ (ترمذی‘ابوداؤ‘نسائی)۔

4/5514۔ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔

5/5515۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی رات میں سوئے اور اس کے ہاتھ میں چکناہٹ ہو اور اسے نہ دھوئے اور اس کو کوئی چیز پہنچ جائے تو وہ صرف اپنے آپ پر ملامت کرے۔(ترمذی‘ابوداؤ‘ابن ماجہ)۔

6/5516۔عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں بچہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم کی پرورش میں تھا اور میرا ہاتھ برتن میں گھوم رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ سلم نے مجھ سے فرمایا : اللہ [1] کا نام لو اور اپنے

---

[1] قولہ: سَمِّ اللّٰهَ (اللہ کا نام لو)الخ جمہور علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اس حدیث شریف میں تینوں احکام استحبابی ہیں اور بعض علماء اس بات کی طرف گئے ہیں کہ دائیں ہاتھ سے کھانے کا حکم وجوب کے لئے ہے۔امام نووی رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ کھانے کے شروع میں تسمیہ کا مستحب ہونا متفق علیہ ہے اسی طرح کھانے کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرنا مستحب ہے۔

علماء نے کہا:تسمیہ بالجہر مستحب ہے تا کہ دوسرے کو تنبیہ ہو اور اگر اس نے عمداً یا بھول کر یا ناواقفیت سے یا زبردستی یا کسی عارض کی وجہ سے عاجز ہو کر تسمیہ ترک کردے پھر کھانے کے دوران قدرت پالے تو اس کے لئے بسم اللہ کہنا مستحب ہے۔(کھانے والے کیلئے)بسم اللہ کہنے سے تسمیہ حاصل ہوجائے گا۔اور اگر اس کے بعد الرحمٰن الرحیم کہے تو اچھا ہے۔کھانے والوں میں سے ہر ایک تسمیہ پڑھے۔امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی بسم اللہ پڑھ لیا تو تسمیہ حاصل ہوجائے گا۔

پانی‘دودھ‘شہد‘شوربہ،دواء اور تمام مشروبات کے پیتے وقت اسی طرح بسم اللہ کہنا ہے جس طرح کھانے پر کہنا ہے۔(ماخوذ از مرقات‘عمدۃ القاری)۔

صاحب درمختار اور ردالمحتار نے کہا کہ کھانے کی سنت ابتداء میں بسم اللہ اور آخر میں الحمدللہ کہنا ہے۔اگر (ابتداء میں)بسم اللہ کہنا بھول جائے تو" **بسم الله علی اوله واخره**" کہے۔(الاختیار)۔

جب تم بسم اللہ کہو تو اپنی آواز کو بلند کرو تا کہ تم اپنے ساتھ والوں کو تلقین کرسکو اور حمد میں آواز کو بلند نہ کیا جائے مگر یہ کہ وہ کھانے سے فارغ ہوجائیں۔(تاتارخانیہ)۔

کھانے پر بسم اللہ اس وقت کہا جائے گا جبکہ کھانا حلال اور آخر میں حمد بیان کرے چاہے کھانا کیسا بھی ہو۔(قنیہ)۔

سیدھے 1 ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے 2 سے کھاؤ۔ (بخاری، مسلم)۔

7/5517۔حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان اس کھانے کو حلال سمجھتا ہے جس پر اللہ تعالی کا نام نہیں لیا جاتا۔(مسلم)۔

8/5518۔اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: جب ہم کسی کھانے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حاضر رہتے تو اپنے ہاتھوں کو نہیں ڈالتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شروع فرمائیں اور اپنے دست مبارک کو رکھیں۔ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک کھانے میں شریک ہوئے کہ ایک باندی آئی گویا کہ اس کو ڈھکیلا جارہا تھا اور وہ کھانے میں اپنا ہاتھ رکھنے کے لئے گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے اس کے ہاتھ کو پکڑ لیا

---

1 قوله کل بیمینک (اپنے سیدھے ہاتھ سے کھاؤ): صاحب عمدۃ القاری نے کہا: ہمارے شیخ زین الدین نے کہا سامنے سے کھانے اور سیدھے کھانے کے حکم کو ہمارے اکثر اصحاب نے استحباب پر محمول کیا ہے۔

امام غزالی اور امام نووی نے اسی کی صراحت کی ہے۔اور امام شافعی نے کتاب الام میں اس کے واجب ہونے کو بیان کیا۔علامہ قرطبی کا خیال ہے کہ سیدھے ہاتھ سے کھانا استحباب پر محمول ہے۔اس لئے کہ یہ حکم سیدھے ہاتھ کی بزرگی کو ظاہر کرنے کے باب سے ہے۔اور اس لئے کہ سیدھا ہاتھ کاموں میں زیادہ قوت اور سبقت والا اور زیادہ قدرت رکھنے والا ہوتا ہے۔اور اس لئے بھی کہ وہ یمن اور برکت سے مشتق ہے۔

ابوداود کی حدیث میں اپنے سیدھے ہاتھ کو اپنے کھانے اور پینے کے لئے رکھے اور اپنے بائیں ہاتھ کو اس کے ماسوا چیزوں کیلئے۔اور اگر بائیں ہاتھ سے مدد لینے کی ضرورت لاحق ہو تو یہ ایک ضمنی حکم کے طور پر ہے۔

2 قولہ: کل ممایلیک (اپنے سامنے سے کھاؤ): صاحب عمدۃ القاری نے کہا اور قرطبی نے ذکر کیا کہ کھانے والے کا اپنے سامنے سے کھانا متفق علیہ سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا مکروہ اور نہایت برا سمجھا گیا ہے جبکہ کھانا ایک قسم کا ہو۔

اور صاحب ردالمحتار نے کہا کہ برتن کے درمیان سے نہ کھانا سنت ہے کیونکہ برکت برتن کے درمیان نازل ہوتی ہے اور ایک ہی جگہ سے کھائے کیونکہ وہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے۔برخلاف ایسی طبق کے جس میں مختلف قسم کے پھل ہوتے ہوں تو جہاں سے چاہے کھا سکتا ہے کیونکہ وہ مختلف اقسام ہیں۔

پھر ایک اعرابی آئے گویا کہ انکو ڈھکیلا جارہا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے ان کے ہاتھ کو پکڑلیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا: کہ شیطان کھانے کوحلال کرلیتا[1] ہے جب اس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے اور بلاشبہ اس نے اس باندی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ حلال کرے لیکن میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑلیا پھر اس نے اس اعرابی کو لایا تا کہ اس کے ذریعہ حلال کرے تو میں نے اس کے ہاتھ کو پکڑلیا۔

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے یقیناً اس کا ہاتھ اس باندی کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔

9/5519 ۔ایک روایت میں انہوں نے یہ اضافہ کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور تناول فرمایا۔ (مسلم)۔

10/5520 ۔ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا، ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے پاس تھے تو کھانا قریب کیا گیا پس شروع ہم نے جو کھایا اس سے بڑھ کر برکت والا کوئی کھانا میں نے نہیں دیکھا اور نہ اس کے آخر میں کم برکت والا کوئی کھانا۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم یہ کیسے ہوا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا جس وقت ہم نے کھانا کھایا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لئے پھر ایسا شخص بیٹھا جس نے کھایا اور اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا پس اس کے ساتھ شیطان کھایا۔ (شرح السنہ)۔

11/5521 ۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آدمی اپنے گھر میں داخل ہوا اور اپنے داخل ہوتے وقت اور کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے تو شیطان کہتا ہے: تمہارے لئے نہ رات گزارنے کی جگہ ہے اور نہ رات کا کھانا ہے اور جب وہ

---

[1] **قولہ: ان الشیطان یستحل الطعام** .... الخ (شیطان کھانے کوحلال کرلیتا ہے) امام نووی نے کہا: درست بات وہی ہے جس پر محدثین فقہاء اور متکلمین میں سے جمہور علماء متقدمین ومتاخرین متفق ہیں کہ یہ حدیث اور اس جیسی احادیث جو شیطان کے کھانے سے متعلق وارد ہوئی ہیں اپنے ظاہر پر محمول ہیں اور یہ کہ شیطان حقیقت میں کھاتا ہے جبکہ عقل اسکو محال قرار نہیں دیتی ہے اور شریعت بھی اس کا انکار نہیں کرتی بلکہ اسکو ثابت کرتی ہے۔ پس اس کو قبول کرنا اور اس کا اعتقاد رکھنا واجب ہے۔

داخل ہوا اپنے داخل ہوتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو شیطان کہتا ہے تم نے رات گزارنے کی جگہ پالی ہے اور اپنے کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کرے تو وہ کہتا ہے کہ تم نے رات گزارنے کی جگہ اور رات کا کھانا پالیا۔ (مسلم)۔

12/5522 ۔عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھائے اور اپنے کھانے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھول جائے [1] تو اس کو **بسم اللّٰہ اولہ و آخرہ** کہنا چاہئے۔

13/5523 ۔امیہ بن مخشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ایک آدمی کھا رہا تھا اس نے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا یہاں تک کہ اس کے کھانے کا صرف ایک ہی لقمہ باقی رہ گیا جب اس نے اس لقمہ کو اپنے منہ کی طرف اٹھایا تو **بسم اللہ اولہ و آخرہ** کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے مسکرایا پھر ارشاد فرمایا شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھا رہا تھا جب اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا [2] تو جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا قئی کر دیا۔ (ابوداؤد)۔

14/5524 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی

---

[1] قولہ: **فنسی ان یذکر اللہ علی طعامہ .....الخ** (اپنے کھانے پر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنا بھول جائے) اس میں اس بات کی خبر دینا کہ کھانے کے شروع میں مطلق اللہ تعالیٰ کا ذکر کافی ہے لیکن بسملہ (بسم اللہ پڑھنا) افضل ہے۔
محیط میں ہے اگر کوئی وضو کے شروع میں **لاالہ الا اللہ** ''یا'' **الحمدللہ** ''یا'' **اشھد ان لا الہ الا اللہ** کہے تو وہ سنت کو قائم کرنے والا ہوگا اسی طرح کا حکم کھانے کے شروع میں کہنے کا ہے کیونکہ تسمیہ وضو کے شروع میں زیادہ موکد ہے۔
اور ابن ہمام نے کہا کہ کوئی تسمیہ بھول جائے اور وضو کے دوران یاد آئے تو بسم اللہ پڑھے تو سنت حاصل نہیں ہوگی برخلاف کھانے کے (الغایہ)۔انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی کہ وضو ایک ہی عمل ہے برخلاف کھانے کے۔اور وہ (بسم اللہ پڑھنا) ماباقی کھانے میں بھی حصول سنت کا موجب ہے۔فوت شدہ چیز کا تدارک نہیں (مرقات)۔

[2] قولہ: **فلماذکر اسم اللہ .... الخ** (جب اس نے اللہ تعالیٰ کا نام لیا) کھانے پر تسمیہ سے متعلق علماء نے اختلاف کیا ہے، امام احمد کے اصحاب وجوب کے قائل ہیں اور جمہور علماء اس کے مسنون ہونے پر متفق ہیں (بذل المجھود)۔

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی ہرگز نہ اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے اور نہ پیئے کیونکہ شیطان اپنے بائیں ہاتھ سے کھاتا ہے اور اس سے پیتا ہے۔ (مسلم)۔

15/5525 ۔انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے سیدھے ہاتھ سے کھائے اور جب پیئے تو اپنے سیدھے ہاتھ سے پیئے۔ (مسلم)۔

امام محمد نے موطا میں کہا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں کہ کسی کیلئے اپنے بائیں ہاتھ سے کھانا اور اس سے پینا مناسب نہیں ہے سوائے کسی عذر کی وجہ سے۔

16/5526 ۔کعب بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین انگلیوں سے کھایا کرتے [1] اور اپنے ہاتھ کو پوچھنے سے پہلے چاٹا کرتے تھے۔ (مسلم)۔

---

[1] قولہ: یا کل بثلاثۃ اصابع ویلعق یدہ الخ (تین انگلیوں سے کھایا کرتے اور اپنے ہاتھ کو چاٹا کرتے تھے) اس باب میں متعدد نوعیت سے کلام ہے) پہلی یہ کہ ہاتھ کی پاکی کو برقرار رکھنے کے لئے اور تکبر کو دور کرنے کے لئے چاٹنا مستحب ہے اور جمہور علماء کے پاس اس میں امر استحباب اور ارشاد پر محمول ہے اور اصحاب ظواہر نے اس کو وجوب پر محمول کیا ہے۔ خطابی نے کہا: ایک قوم انگلیوں کے چاٹنے کو معیوب سمجھتی ہے کیونکہ عیش پسندی نے ان کی عقلوں کو بگاڑ دیا ہے اور شکم سیری اور بدہضمی نے ان کی طبعیتوں کو بدل دیا ہے اور انہوں نے سمجھ لیا کہ انگلیوں کو چاٹنا برا ہے یا مکروہ ہے کیا انہوں نے نہیں جانا کہ جو چیز اس کے انگلیوں پر ہے وہ اسی کا ایک حصہ ہے جو اس نے کھایا ہے۔ پس اس سے وہی آدمی دور رہتا ہے جو (متکبر اور تارک السنّت عشرت پسند ہوتا ہے)۔

دوسری یہ کہ انگلیوں کو چاٹنے میں منجملہ حکمت وہ بات ہے جو امام ترمذی کی تخریج کردہ حضرت ابو ہریرہؓ کی حدیث میں مذکور ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہے۔ امام مسلم وغیرہ نے بھی اس کی تخریج کی ہے یعنی یہ حدیث اس چیز کے متعلق ہے جو اس نے کھایا ہے اور جو اس کے انگلیوں پر باقی رہ گیا ہے اور جو اس کے برتن میں باقی رہ گیا ہے، اس کو چاہئے کہ حصول برکت کی امید میں اپنے ہاتھ کو چاٹ لے اور برتن کو

17/5527۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھائے تو اپنے ہاتھ کو نہ پونچھے یہاں تک کہ وہ خود اس کو چاٹ لے یا کوئی اوراس کو چاٹ لے۔ (متفق علیہ)۔

18/5528۔ جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ سلم نے انگلیوں اور برتن کو چاٹنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ تم نہیں جانتے کہ کس میں برکت ہے۔(مسلم)۔

19/5529۔نبیشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں: کہ آپ ﷺ

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) پونچھ لے اور برکت سے مراد واللہ اعلم وہ چیز ہے جس سے غذا حاصل ہوتی ہے اوراس کا نتیجہ تکلیف سے محفوظ رہتا ہے اوراللہ تعالیٰ کی اطاعت وغیرہ پر تقویت دینے والی ہوتی ہے۔امام نووی نے کہا کہ اصل برکت زیادتی اور خیر کا ثبوت ہے۔

تیسری یہ کہ انگلیوں کو چاٹنے میں مناسب ہے کہ وہ بیچ کی انگلی سے ابتداء کرے پھر شہادت کی انگلی پھر انگوٹھا جیسا کہ کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں آیا جس کو طبرانی نے الاوسط میں روایت کیا ہے۔چوتھی یہ کہ تین انگلیوں سے کھانا سنت ہے اوراور اگر وہ پانچ انگلیوں سے کھائے تو کوئی مانع نہیں لیکن وہ سنت کا ترک کرنے والا ہوگا سوائے ضرورت کے وقت کے برتن کو چاٹنے کا مستحب ہونا بھی وارد ہوا ہے۔عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی بناء پر جس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص برتن کو اوراپنی انگلیوں کو چاٹتا ہے اللہ تعالیٰ اسکو دنیا وآخرت میں شکم سیر کرتا ہے۔امام ترمذی نے پیالہ کا استغفار کرنا بھی روایت کیا ہے۔پانچویں یہ کہ برتن کو چاٹنے کا مستحب ہونا بھی وارد ہوا ہے عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی بناء پر جس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص برتن کو اوراپنی انگلیوں کو چاٹتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو دنیا وآخرت میں شکم سیر کردیتا ہے۔امام ترمذی نے پیالہ کا استغفار کرنا بھی روایت کیا ہے۔چھٹی یہ کہ پیالے کے استغفار کرنے سے کیا مراد ہے؟ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں تمیز یا گویائی پیدا کرے جس سے وہ مغفرت طلب کرے گا۔ اور بعض احادیث میں یہ بھی وارد ہوا ہے کہ وہ یہ کہتا ہے ''اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے بچائے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے بچایا'' اوراس کے حقیقی معنی میں کوئی امر مانع نہیں ہے۔اوراس بات کا بھی احتمال ہے کہ وہ مجازاً ہو اوراس سے کنایہ کیا گیا ہو۔(ماخوذ از عمدۃ القاری)۔

نے فرمایا: جو کسی پیالے میں کھائے اور اس کو چاٹ لے تو پیالہ اس کے لئے استغفار کرتا ہے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)۔

20/5530 ۔اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی پیالے میں کھائے پھر اس کو چاٹ لے تو پیالہ اس کے لئے کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے آگ سے آزاد کرے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے آزاد کیا۔ (رزین)۔

21/5531 ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ ثرید کا ایک پیالہ لایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا تم اس کے اطراف سے کھاؤ۔ اور اس کے درمیان نہ کھاؤ کیوں کہ برکت اس کے درمیان میں نازل ہوتی ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)۔

ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

22/5532 ۔اور ابوداود کی روایت میں ہے جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو برتن کے اوپر کے حصہ سے نہ کھائے بلکہ اس کے نیچے کے حصہ سے کھائے کیونکہ برکت اس کے اوپر کے حصہ سے نازل ہوتی ہے۔

23/5533 ۔عکراش بن ذؤیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمارے پاس بہت ثرید اور گوشت والا ایک بڑا پیالہ لایا گیا تو میں نے اپنے ہاتھ کو اس کے اطراف میں گھمایا اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے سامنے سے تناول فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرے سیدھے ہاتھ کو پکڑ لیا اور پھر فرمایا: اے عکراش: ایک جگہ سے کھاؤ کیونکہ وہ ایک قسم کا کھانا ہے پھر ہمارے پاس ایک طبق لایا گیا جس میں اقسام کے کھجور تھے پس میں اپنے سامنے سے کھانے لگا اور رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک طبق میں گھومنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عکراش جہاں سے چاہے کھاؤ [1] کیونکہ وہ

---

[1] قوله: کل من حیث شئت (جہاں سے چاہتے ہو کھاؤ): ابن ملک نے کہا: اس میں تنبیہ ہے اس بات پر کہ میوہ اگر ایک قسم کا ہو تو کھانے کی طرح اپنے ہاتھ کو اس میں گھمانا جائز نہیں ہے اور اس بات کا آگاہ کرنا ہے کہ اگر کھانا مختلف قسم کا ہو تو ہاتھ گھمانا جائز ہے اور وہ جس قسم (کے کھانے) چاہے کھائے۔ (مرقات)۔

ایک قسم کے نہیں ہیں پھر ہمارے پاس پانی لایا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے ہتھیلیوں کی تری سے اپنے چہرہ کا اپنے دونوں ہاتھوں کا اور اپنے سر کا مسح کیا اور فرمایا اے عکراش: یہ وضو[1] ہے ان چیزوں سے جس کو آپ نے متغیر کیا ہے۔ (ترمذی)۔

24/5534 ۔امام بخاری نے جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے کہ ان سے ایسی چیز سے وضو کے بارے میں دریافت کیا گیا جس کو آگ نے چھویا ہے تو انہوں نے کہا ہم نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسی حالت میں تھے کہ اس جیسے کھانے کم ہی پاتے تھے جب ہم اس کو پاتے تو ہمارے پاس دستیاں نہیں ہوتی تھیں سوائے ہمارے ہتھیلیوں' کلائیوں اور قدموں کے پھر ہم نماز پڑھتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔

25/5535 ۔اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ شیطان تم میں سے ہر ایک کے پاس اس کے کام کی ہر چیز کے وقت آتا ہے یہاں تک کہ اس کے پاس اس کے کھانے کے وقت آتا ہے پس تم میں [2] سے کسی سے کوئی لقمہ گر جائے تو چاہئے کہ اس کو جو تکلیف دہ چیز لگی ہو وہ نکال دے پھر اس کو کھالے اور اسکو شیطان کیلئے نہ چھوڑے۔ پس جب وہ فارغ ہو جائے تو اپنی انگلیوں کو چاٹ لے کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ اس کے کس کھانے میں برکت ہوتی ہے۔ (مسلم)۔

26/5536 ۔ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ

---

[1] **قولہ: هذا الوضوء .... الخ** (یہ وضو ہے): وضو سے وضوء عرفی مراد ہے یعنی دونوں ہاتھوں کو دھونا اس چیز کی وجہ سے جس کو آپ نے متغیر کر دیا ہے۔یعنی اس کھانے کی وجہ سے جس کو آپ سے پکایا گیا ہو' اب رہا وضوء شرعی تو وہ ابتداء اسلام میں تھا پھر اس جیسی احادیث سے منسوخ ہو گیا۔ (مرقات' الکوکب الدری)۔

[2] **قولہ: فاذا سقطت من احدكم اللقمة .... الخ** (پس تم میں سے کسی سے کوئی لقمہ گر جائے) صاحب ردالمحتار نے کہا کہ ہاتھ سے گرا ہوا لقمہ نہ چھوڑنا مسنون ہے کیونکہ چھوڑنا اسراف ہے بلکہ مناسب ہے کہ اسی کو لے۔

علیہ وسلم نے فرمایا: میں ٹیکہ لگا کر نہیں کھاتا 1 ہوں۔ (بخاری)۔

---

1 قولہ: لا آکل متکئًا .... الخ (میں ٹیکہ لگا کر نہیں کھاتا ہوں) صاحب عمدۃ القاری نے کہا: ہمارے شیخ زین الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: امام ترمذی نے ٹیک لگا کر کھانے کی احادیث کو کراہت پر محمول کیا ہے جیسا کہ انہوں نے اس باب پر قائم کیا ہے اور یہی جمہور کا قول ہے۔ ایک سے زائد صحابہ وتابعین نے ٹیک لگا کر کھایا ہے۔ (منصف ابن ابی شیبہ)۔
پھر انہوں نے کہا کھانے کی حالت میں ٹیک لگانے کی مراد سے متعلق اختلاف کیا گیا ہے پس کہا گیا ہے کہ اس سے مراد چار زانو بیٹھنے والا ہے۔ کھانے کیلئے تیار ہونے والے کی طرح ہے ان کا کلام ختم ہوا۔ اور تلویح میں ہے یہاں پر ٹیک لگانے والے سے مراد وہ شخص ہے جو گدی پر جو اس کے نیچے ہے جم کر بیٹھنے والا ہے اور ہر وہ شخص جو گدی پر برابر بیٹھ جائے وہی ٹیک لگانے والا ہے گویا کہ اس نے اپنی مقعد کو باندھ دیا ہے اور اس کے نیچے گدی پر بیٹھ کر اس کو بند کر لیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ٹیک لگانے سے مراد اپنے دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پر ٹیک لگانے والا ہے اور وہ متکبرین کا عمل ہے۔ خطابی نے کہا عوام الناس کے مطابق ٹیکہ لگانے والا وہ شخص ہے جو اپنے دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک کی طرف مائل ہو۔ اور یہ اس طرح نہیں ہے بلکہ ٹیکہ لگانے والا یہاں وہ شخص ہے جو اپنے نیچے کی گدی پر جم کر بیٹھنے والا ہو اور ہر وہ شخص جو اپنی گدی پر سیدھے بیٹھ جائے پس وہی ٹیکہ لگانے والا ہے۔ یعنی جب میں کھاتا ہوں تو گدی پر زیادہ کھانے والے کی طرح جم کر نہیں بیٹھتا ہوں بلکہ میں تھوڑا کھانا کھاتا ہوں، پس میرا بیٹھنا اس کے لئے جم کر نہیں ہوتا ہے۔ ترمذی کے الفاظ یہ ہیں اب رہا میں تو (ٹیکہ) لگا کر نہیں کھاتا ہوں۔ اس سے بعض علماء نے استدلال کیا ہے کہ ٹیکہ لگا کر کھانے کو ترک کرنا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ تحقیق کے ابوالعباس بن العاص نے اسکو آپ ﷺ کے خصائص میں شمار کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں ہے۔ طبرانی نے اوسط میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ٹیکہ لگا کر مت کھاؤ۔ اس کی سند کے رجال ثقہ ہیں۔ بیہقی نے کہا یقیناً اس کو اس لئے بھی ناپسند کیا گیا ہے کہ یہ متکبرین کا عمل ہے اور یہ عجم کے بادشاہوں سے لیا گیا ہے۔ ابن ابی شیبہ نے ابن عباس' خالد بن ولید عبیدہ سلمانی، محمد بن سیرین' عطاء بن یسار' زہری رحمھم اللہ سے اس کے مطلقاً جائز ہونے کی تخریج کی ہے۔ جب اس کا مکروہ ہونا یا خلاف اولی ہونا ثابت ہو جائے تو کھانے والے کے لئے بیٹھنے کے طریقے کے بارے میں مستحب یہ ہے کہ اپنے دونوں گھٹنوں اور دونوں قدموں کے پشت کے بل بیٹھے یا اپنے سیدھے پاؤں کو کھڑا کرے اور بائیں پیر پر بیٹھے (عمدۃ القاری کا کلام ختم ہوا) اس لئے میں کہتا ہوں کہ عالمگیری میں ہے ٹیکہ لگا کر اپنے بائیں ہاتھ کو زمین پر رکھ کر یا سہارا لگا کر کھانا اور پینا مکروہ ہے (فتاوی عتابیہ) صاحب ردالمحتار نے کہا ٹیکہ لے کر یا کھلے سر کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور عالمگیری میں یہ بھی ہے کہ ٹیکہ لگا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ تکبر کی وجہ سے نہ ہو اور ظہیریہ میں ہے یہی قول مختار ہے۔ (جواہر الاخلاطی)۔

27/5537 ۔ابوداود کی ایک روایت میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ کو کبھی ٹیکہ لگا کر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔آپ کے پیچھے دو آدمی نہیں چلتے تھے۔

28/5538 ۔ابن ابی شیبہ نے ابن عباس ،خالد بن ولید' عبیدہ سلمانی' محمد بن سیرین' عطاء بن یسار زہری رحمتہ اللہ علیہ سے اس کا مطلق جائزہ ہونا روایت کیا ہے۔اسی لئے عالمگیری میں ہے ٹیک لگا کر کھانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ تکبر کی وجہ سے نہ ہو۔ظہیر یہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے اسی طرح جواہر الاخلاطی میں ہے۔

29/5539 ۔انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کھانا رکھا جائے تو اپنے جوتوں کو نکال دو کیونکہ وہ تمہارے قدموں کے لئے زیادہ آرام دہ ہے۔ (دارمی)۔

30/5540 ۔قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: نبی اکرم ﷺ نے چوکی پر نہیں کھایا [1] اورنہ چھوٹی پیالی میں اورنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

---

[1] **قولہ: مااکل النبی ﷺ علی خوان** (نبی کریم ﷺ نے چوکی پر نہیں کھایا)۔عمدۃ القاری میں ہے قوم نے جو کچھ ذکر کیا ہے وہ خوان کی ہیئت کی مکمل صراحت نہیں ہے اور وہ تانبہ کا ایک بڑا طبق ہے جس کے نیچے تانبے کی اس کے ساتھ لگی ہوئی کرسی ہوتی ہے جس کی لمبائی ایک ذراع کے مقدار ہوتی ہے جس میں خوشبو ڈالی جاتی تھی اور عیش پسند لوگوں میں سے کسی بڑے کے سامنے رکھا جاتا ہے اور جس کو دو یا دو سے زائد افراد ہی اٹھاتے ہیں۔توربشتی نے کہا لفظ خوان معرب ہے جس پر کھایا جاتا ہے اور اس پر کھانا ہمیشہ خوشحال زندگی والوں کی عادت اور متکبرین کا عمل رہا ہے تاکہ ان کو کھاتے وقت جھکنے کی ضرورت نہ ہو۔(انتہی)۔
صاحب مرقات نے کہا نہایہ میں ہے: سفر وہ کھانا ہے جس کو مسافر تیار کرتا ہے اور اکثر اس کو گول چمڑے میں اٹھایا جاتا ہے پس کھانے کا نام اس چمڑے کو دیا گیا اور اس سے موسوم کردیا گیا جیسا کہ پکھال کو روایہ نام دیا گیا اور اس کے سوا بہت سے اسماء منقولہ ہیں پھر وہ ایسی چیز کے لئے مشہور ہوگیا جس پر کھانا رکھا جاتا ہے چمڑا ہو یا اس کے علاوہ سوائے مائدہ اس چیز کی وجہ سے جو گزر گیا ہے کہ وہ عام طور پر متکبرین کی علامت ہے

لئے میدہ کی روٹی بنائی گئی۔قتادہ سے کہا گیا کس چیز پر وہ کھاتے تھے۔انہوں نے کہا دسترخوانوں پر۔ (بخاری)۔

31/5541 ۔انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نہیں جانتا [1] کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں آنکھوں سے کبھی میدہ کی چپاتی دیکھی ہو یہاں تک کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے اور نہ بھونی ہوئی بکری کو۔ (بخاری)۔

(**سلسلہ صفحہ گذشتہ**) پس سفرہ پر کھانا سنت ہے اور خوان (چوکی) پر کھانا بدعت ہے لیکن وہ جائز ہے۔
الکوکب الدری میں ہے چوکی پر کھانا یا تو عمداً ہوگا یا اتفاقاً۔اگر پہلا ہو تو اس کی کراہت لازم ہے اگر دوسرا ہو تو چوکی پر کھانے میں کوئی حرج نہیں مگر یہ کہ وہ متکبرین کی عادت سے ہونے کی بناء پر ممنوع ہوگا جبکہ وہ ان کی عادت ہو۔
حاصل کلام یہ ہے کہ چوکی پر کھانا حقیقت میں ترک اولی سے زائد نہیں ہوگا۔اب رہا جب اس سے یہود ونصاری سے تشبہ لازم ہوتا ہو جیسا کہ ہمارے ملک میں ہے تو وہ مکروہ تحریمی ہے۔اب رہا جب وہ ان کی عادت نہ ہو تو بھی چند فوائد کے چھوٹ جانے سے خالی نہیں ہے کیونکہ جب کھانا بلند مقام پر ہوگا تو وہ اس کے کھانے میں جھکنے پر مجبور ہوگا تو اس سے پیٹ کی گنجائش کم ہوگی اور وہ تھوڑے سے کھانے پر اکتفا کرے گا۔
اور یہ کہ اس ہیئت پر بیٹھنے سے عاجزی انکساری آتی ہے برخلاف اس کے۔اسی طرح چھوٹی پیالی کا حکم ہے۔
اور وہ سکوری سے معرب ہے اور وہ اس سے معرب نہ ہو تو بھی اسی کے معنی میں ہے اور وہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک (قسم کے) کھانے پر اکتفاء کرنے کی بناء پر ہے کیونکہ وہ کم کھانے کا سبب ہے۔اور قسم قسم (کا کھانا) کثرت طعام کا موجب ہوتا ہے اور میدہ کی روٹی کا حکم اسی قیاس پر ہے۔کیونکہ وہ مترفہ الحال آسودہ زندگی والوں کی عادت ہونے کے ساتھ کھانے والے کے لئے زیادے کھانے کا سبب بنتا ہے علاوہ ازیں گیہوں کی کمی کے باوجود ان کے پاس چھلنیاں نہیں تھے جس سے آٹا چھانا جاتا اور اس وقت عموماً ان کا کھانا جَو ہی تھا۔

[1] قولہ: ماعلم النبی ﷺ رأی رغیفاً مرققا (میں نہیں جانتا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنی دونوں آنکھوں سے میدہ کی چپاتی دیکھی ہو) ابن بطال نے کہا میدہ کی چپاتی کھانا جائز ہے مباح ہے اور ہمارے آقا رسول اکرم ﷺ نے اس کو صرف دنیا سے بے رغبتی اور عیش وعشرت کے ترک کرنے اور اللہ کے پاس جو کچھ ہے اس کو ترجیح دینے وغیرہ کے لئے چھوڑا ہے۔(عمدۃ القاری)۔
اور عالمگیری میں ہے فالودہ اور اقسام کے لذیذ کھانے کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح ظہیر یہ میں ہے اور اقسام کے میوہ جات سے لذت پانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔البتہ اس کو ترک کرنا افضل ہے۔ (خزانۃ المفتین).

32/5542۔سھل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدہ کو نہیں دیکھا جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔اور انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھلنی نہیں دیکھی جس وقت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث کیا یہاں تک کہ آپ کا وصال ہو گیا۔کہا گیا: آپ لوگ بغیر چھانا ہوا جَو کیسے کھاتے تھے انہوں نے کہا ہم اس کو پیستے تھے اور اس کو پھونکتے تھے پس جو اڑا وہ اڑ جاتا اور جو باقی رہا اسکو تر کرتے اور کھاتے ۔ (بخاری)۔

33/5543۔ام المومنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم پر ایسا مہینہ آتا جس میں ہم لوگ آگ نہیں سلگاتے صرف کھجور اور پانی ہوتا اور تھوڑا سا کچھ گوشت لایا جاتا۔ (بخاری،مسلم)۔

34/5544۔اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آل گیہوں کی روٹی سے دو دن شکم سیر نہیں ہوئی مگر ان کا ایک دن کھجور ہوتا۔ (بخاری،مسلم)۔

35/5545۔اور انہی سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پائے اور ہم دو کالی چیزوں سے شکم سیر نہیں ہوئے۔ (بخاری،مسلم)۔

36/5546۔نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: کیا تم ایسے کھانے اور پینے میں نہیں ہو جو تم نے چاہا ہے؟ یقیناً میں نے تمہارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ان کے پاس ردی کھجور بھی نہیں پائے جاتے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا شکم بھر سکیں۔(مسلم)۔

37/5547۔انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اکڑ بیٹھ کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا۔

38/5548۔اور ایک روایت میں اس کو جلدی کھاتے ہوئے دیکھا ہے۔

39/5549 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو کھجوروں کو جمع کرنے سے منع فرمایا 1ے یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھیوں سے اجازت لے لے۔ (بخاری ومسلم)۔

اس کا سبب یہ ہے کہ وہ تنگ زندگی میں تھے پھر کشادگی حاصل ہونے کی وجہ سے وہ منسوخ ہو گیا۔

40/5550 ۔ کیونکہ بزار نے اور طبرانی نے الاوسط میں بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے فرمایا میں تمکو کھجور ملا کر کھانے سے منع کیا تھا پس اللہ تعالیٰ نے تم پر کشادگی فرمائی پس تم ملا سکتے۔

41/5551 ۔ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: وہ گھر والے بھوکے 2ے نہیں ہے جن کے پاس کھجور ہیں۔

42/5552 ۔اور ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ جس گھر میں کھجور نہ ہو اس کے گھر والے بھوکے ہیں اس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو یا

1ے قولہ: نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم ان یقرن بین التمرتین .... الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو کھجوروں کو جمع کرنے سے منع فرمایا) ہمارے بعض علماء نے کہا یہ اس وقت ہے جب کوئی ان کی ضیافت کرے اور اپنے کھانے کو ملالیں اور وہ ایک ساتھ کھائیں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟ ائمہ نے کہا جائز ہے البتہ آدمی کا اپنے ساتھی کے لقمہ سے بڑا لقمہ لینے کا ارادہ جائز نہیں ہے۔ بلا ارادہ اتفاقاً کسی کا کھانا زیادہ ہوجائے تو جائز ہے۔(مرقات)۔

عالمگیری میں ہے مسافرین جب اپنے توشے ملادیں یا ان میں سے ہر ایک ساتھیوں کی تعداد کے مطابق ایک درہم نکالے اور اس سے کھانا خریدے اور کھائے تو جائز ہے اگر چیکہ وہ کھانے میں مختلف ہو (خوراک کم زیادہ ہو)(الوجیز للکردری) لیکن کھانے میں ادب کا ملحوظ رکھنا اور حرص چھوڑنا مطلق ادب ہے مگر یہ کہ وہ جلدی میں ہو۔

2ے قولہ: لایجوع اھل بیت عندھم التمر (وہ گھر والے بھوکے نہیں ہیں جن کے پاس کھجور ہوں) امام نووی نے کہا کہ اس میں کھجور کی فضیلت ہے اور اہل خانہ کیلئے ذخیرہ اندوزی کا جائز ہونا اور اس پر ابھارنا ہے۔ (مرقات)۔

تین مرتبہ فرمایا۔ (مسلم)۔

43/5553 ۔سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا جو سات عجوہ کھجور نہار پیٹ کھائے [1] اس کو اس دن نہ کوئی زہر نقصان دے گا اور نہ کوئی جادو۔ (بخاری، مسلم)۔

44/5554 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عجوہ کھجور جنت سے ہے اور اس میں زہر سے شفاء ہے اور مشروم منّ سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفاء ہے۔

45/5555 ۔ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً عوالی مدینہ کے عجوہ کھجور میں شفاء ہے اور وہ صبح کے اول وقت تریاق ہے۔

46/5556 ۔سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: میں بہت بیمار ہوا میرے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک کو میرے دو چھاتیوں کے درمیان رکھا یہاں تک کہ میں نے اس کی ٹھنڈک کو اپنے دل میں پایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً تم دل کی بیماری والے آدمی ہو۔تم ثقیف کے بھائی حارث بن کلدہ کے پاس جاؤ [2] کیونکہ وہ علاج کرنے والا شخص ہے چاہئے کہ مدینہ کے سات عجوہ کھجور لیں اور اس کو اس کی گٹلیوں کے ساتھ کوٹیں پھر اس کو لیپ لیں۔ (ابوداؤد)۔

---

[1] قولہ: من تصبح بسبع تمرات عجوۃ الخ (جو سات کھجور نہار پیٹ کھائے) امام نووی نے کہا اس میں مدینہ اور مدینہ کے عجوہ کھجور کی فضیلت ہے اور اس کے سات کھجور نہار پیٹ کھانے کی فضیلت ہے مدینہ کے عجوہ کھجور سات عدد کی تخصیص یہ ان امور میں سے ہے جس کو شارع جانتے ہیں اور ہم اس کی فضیلت نہیں جانتے۔پس اس پر ایمان لانا اور اس کی فضیلت اور اس میں حکمت کا اعتقاد رکھنا واجب ہے اور یہ نماز کی تعداد اور زکوۃ کے نصاب کی طرح ہے۔(مرقات)۔

[1] قولہ: ایت الحارث بن کلدۃ (حادث بن کلدہ کے پاس جاؤ) اس میں طب سے متعلق کفار سے مشورہ کرنے کا جواز ہے کیونکہ وہ ابتداء اسلام میں انتقال کیا اور اس کا اسلام قبول کرنا ثابت نہیں ہے۔

47/5557 ۔عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو تازہ کھجور ککڑی 1؎ سے کھاتے ہوئے دیکھا۔ (بخاری ومسلم)۔

48/5558 ۔ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خربوزہ کو تازے کھجور کے ساتھ تناول فرماتے تھے۔ (ترمذی)۔

امام ابوداود نے اضافہ کیا اور آپ کہتے ہیں کہ اس کی گرمی اس کی ٹھنڈک سے اور اس کی ٹھنڈک اس کی گرمی سے، امام ترمذی نے کہا: یہ حدیث حسن غریب ہے۔

49/5559 ۔بسیر کے دونوں سلمی صاجزادوں سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے مسکہ اور کھجور پیش کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسکہ اور کھجور پسند فرماتے تھے۔ (ابوداود)۔

50/5560 ۔یوسف بن عبداللہ بن سلام سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جَو کی روٹی کا ایک ٹکڑا لیا اور اس پر کھجور رکھا پھر ارشاد فرمایا یہ اس کا سالن ہے 2؎ اور تناول فرمایا۔(ابوداود)۔

1؎ **قولہ: یاکل الرطب بالقثاء** (تازہ کھجور ککڑی سے کھاتے ہوئے) امام نووی نے کہا: اس میں دو کھانوں کو یکساتھ کھانے اور کھانوں میں کشادگی کرنے کا جواز ہے۔ اور علماء کے مابین اس کے جائز ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔(مرقات)۔

2؎ **قولہ: وھذہ ادام ھذہ .... الخ** (یہ اس کا سالن ہے) ادام (سالن) وہ ہے جس کے ملنے سے روٹی رنگدار ہوتی ہے جیسا کہ سرکہ اور تیل اور نمک اس کے منہ میں پگھلنے کی وجہ سے گوشت انڈہ، پنیر اور کھجور نہیں ہیں۔ یہ تفصیل امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابویوسف رحمھما اللہ کے پاس ہے اور امام محمد نے کہا: وہ چیز جو عموماً روٹی کے ساتھ کھائی جاتی ہے وہ ادام ہے اور یہ امام ابویوسف کی ایک روایت میں اور امام شافعی، امام احمد رحمھم اللہ کا قول ہے۔

اور امام محمد کے قول پر فتوی دیا جاتا ہے جیسا کہ کتاب البحر میں تہذیب سے منقول ہے اور اسی کو فقیہ ابواللیث

تاج الشریعہ نے کہا: اب رہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس حدیث میں (کھجور کو) اس کا سالن ماننا تو وہ شریعت کے نام دینے کی بناء پر ہے اور قسمیں اس سے متعلق نہیں ہوں گی۔

51/5561 ۔ام منذر رضی تعالیٰ اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آپ کے ہمراہ علی رضی اللہ تعالیٰ تھے اور ہمارے پاس لٹکے ہوئے کھجور کے گچے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرمانے لگے اور علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھانے لگے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے علی

(سلسلہ صفحہ گذشتہ) نے اختیار کیا۔انہوں نے کتاب ''الاختیار'' میں کہا: عرف پر عمل کرتے ہوئے یہی قول مختار ہے اور محیط میں ہے اور یہ صحیح ترین قول ہے۔کھجور کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دو صورتیں ہیں ایک صورت میں وہ ادام ہے کیونکہ روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کو ٹکڑے پر رکھا اور فرمایا یہ اس کا سالن ہے۔(ابوداود) اور ایک دوسری صورت میں وہ ادام نہیں ہے کیونکہ وہ میوہ ہے جیسا کہ کشمش ہے اور محیط میں ہے امام محمد نے کہا کھجور اور اخروٹ ادام نہیں ہیں اسی طرح انگور، خربوزہ اور پیاز بھی۔ اسی طرح تمام میووں کا حکم ہے اور اگر کسی شہر میں کھجور اور اخروٹ روٹی کے ساتھ کھائے جائیں تو وہ عرف کی وجہ سے ادام ہوگا۔اسی لئے تاج الشریعہ نے کہا، اب رہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس حدیث میں (کھجور کو) اس کا ادام فرمانا تو وہ شریعت کے نام دینے کی بناء پر ہے اور قسمیں اس سے متعلق نہیں ہوں گی۔ یہ درمختار، فتح القدیر اور بنایہ کا ماحصل ہے۔

مرقات میں ہے میرک نے کہا: یہ حدیث اس امام کے قول کو تقویت دیتی ہے جو اس بات کی طرف گئے ہیں کہ کھجور ادام ہے جیسا کہ امام شافعی اور آپ سے موافقت کرنے والے کہتے ہیں اور یہ حدیث ان حضرات کے قول کو رد کرتی ہے جنہوں نے ادام سے رنگدار ہونے کی شرط لگائی ہے اور ان حضرات کے قول کو بھی جنہوں نے شرط نہیں لگائی لیکن ادام سے اس چیز کو خاص کر دیا جو عموماً تنہا کھائی جاتی ہے جیسا کہ کھجور ہے اور اسکو ادام میں شمار نہیں کیا۔

اور اس بات کا احتمال ہے کہ حدیث شریف میں کھجور پر سالن کا اطلاق مجازاً ہوا ہے یا سالن سے تشبیہ کے لئے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ احتمال ہی متعین ہے ورنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا تحصیل حاصل ہو جائے گا، اب رہا قسمیں اور قسموں کو توڑنا تو وہ عرف پر مبنی ہے جو زمان اور مکان کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے۔ پھر حدیث میں غذا کی تدبیر سے واقف کرانا ہے کیونکہ صحیح ترین قول کی بناء پر جو سرد اور خشک ہوتی ہے اور کھجور گرم اور تر ہوتا ہے اور اس میں قناعت اور رضاء (کی تعلیم) ہے جو پوشیدہ نہیں۔

رکو کیونکہ تم کمزور ہو۔انہوں نے کہا: میں ان کے لئے شلجم اور جو بنائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: علی تم اس سے کھاؤ کیونکہ یہ تمہارے لئے زیادہ موافق ہے۔ (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

52/5562 ۔انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے پاس پرانے کھجور لائے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو جانچنے لگے اور اس سے کیڑے [1] نکالنے لگے۔ (ابوداؤد)۔

53/5563 ۔انہی سے روایت ہے کہ ایک درزی [2] نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانے کی دعوت دی جو اس نے تیار کیا تھا پس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گیا تو انہوں نے جو کی روٹی اور مرق پیش کیا جس میں کدو اور گوشت کی بوٹیاں تھیں۔انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیالے کے کناروں سے کدو تلاش کرتے ہوئے دیکھا اس دن سے میں کدو کو ہمیشہ پسند کرتا ہوں۔(متفق علیہ)۔

54/5564 ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت انہوں نے کہا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے زیادہ محبوب کھانا روٹی کا ثرید اور حیس کا ثرید تھا۔ (ابوداود)۔

---

[1] قولہ: ویخرج السوس منہ (اس سے کیڑے نکالنے لگے) شامی میں ہے ایسا مرق کھایا نہیں جائے گا جس میں کیڑے پھول گئے ہوں یعنی وہ مردہ ہوں اگر چیکہ وہ پاک ہیں میں کہتا ہوں اس سے میوؤں او رپھلوں میں کیڑوں کا حکم معلوم ہوتا ہے۔

[2] ان خیاطاً دعا النبی ﷺ لطعام الخ (ایک درزی نے نبی اکرم ﷺ کو کھانے کے لئے دعوت دی) حدیث شریف میں آدمی کا اپنے سے کم مرتبہ والے اہل حرفت وغیرہ کے پاس کھانے اور اس کا انکی دعوت کو قبول کرنے اور خادم کے ساتھ کھانے کا جواز ہے۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جو تواضع اور اپنے اصحاب کے ساتھ لطف وعنایت تھی اس کا بیان ہے اور یہ کہ کدو کی محبت مسنون ہے اسی طرح ہر اس شئے کا معاملہ ہے جس کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پسند فرماتے تھے اور یہ کہ درزی کی کمائی کم درجہ کی نہیں ہے۔شرح السنہ میں ہے اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جب کھانا مختلف ہو تو جو چیز قریب نہیں ہے اس کی طرف ہاتھ بڑھانا جائز ہے جبکہ وہ اپنے ساتھی سے اس کے ناپسند کرنے کو نہ جانے۔

55/5565 ۔عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے دیکھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکری کے شانہ کو کاٹ رہے ہیں پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کے لئے بلایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسکو اور چھری کو [1] جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو کاٹ رہے تھے ڈال دیا پھر کھڑے ہوئے نماز پڑھے اور وضو نہیں فرمائے۔ (بخاری مسلم)۔

56/5566 ۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک رات مہمان رہا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بازو کا حکم فرمایا تو اس کو بھونا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھری لی اور میرے لئے اس کو چھری سے کاٹنے لگے۔حضرت بلال نماز کی اطلاع دینے کے لئے آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھری کو ڈال دیا اور فرمایا اس کو کیا ہوا اس کے ہاتھ خاک آلود ہوں ان کی مونچھ بڑی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا تمہارے لئے اس کو میں مسواک پر کاٹوں یا تم اسکو مسواک پر کاٹو۔(ترمذی)۔

57/5567 ۔بخاری کی ایک روایت عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھوں کو باریک کرو امام طحاوی نے کہا: مزنی اور ربیع مونچھ کو باریک کرتے تھے۔امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین کا قول اس کے مواقف ہے کہ باریک کرنا کم کرنے سے افضل ہے۔

اب رہا مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث پس اس میں کسی چیز پر دلیل نہیں ہے کیونکہ جائز ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا ہو اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس قینچی نہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مونچھ باریک کرسکیں۔

58/5568 ۔ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا

---

[1] فالقاها والسکین التی یحتزبها (تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اور چھری کو جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسکو کاٹ رہے تھے ڈال دیا) اس میں گوشت کو چھری سے کاٹنے کا جواز ہے۔عمدۃ القاری میں ہے اسی طرح ردالمحتار میں مجتبیٰ سے منقول ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: گوشت کو چھری سے مت کاٹو کیونکہ وہ عجمیوں کا عمل ہے اس کو دانت سے نوچو[1] کیونکہ وہ زیادہ مزیدار اور خوشگوار ہوتا ہے (ابوداؤد، شعب الایمان للبیہقی) اور مرقات میں ہے تم چھری سے کاٹنے کو عجمیوں کی طرح اپنا طریقہ اور عادت مت بنالو بلکہ جب وہ پکا ہوا ہو تو اس کو دانت سے نوچو اور اگر پکا ہوا نہ ہو تو اس کو چھری سے کاٹو۔

59/5569 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس گوشت لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف دست کے حصہ کو بڑھایا اور وہ آپ کو پسند تھا۔تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسکو دانت سے نوچا۔(ترمذی، ابن ماجہ)۔

60/5570 ۔انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھرچن پسند تھا۔ (ترمذی، شعب الایمان للبیہقی)۔

61/5571 ۔ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میٹھے اور شہد کو پسند فرماتے تھے۔ (بخاری)۔

62/5572 ۔انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تمہارے سالنوں کا سردار نمک ہے۔ (ابن ماجہ)۔

63/5573 ۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے اہل خانہ سے سالن طلب فرمایا تو انہوں نے کہا ہمارے پاس کچھ نہیں ہے سوائے سرکہ کے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اسکو منگوایا اور اس سے کھانے لگے اور فرمانے لگے: سرکہ کتنا اچھا سالن[2]

---

[1] **وانھسوہ** ..... الخ (اس کو دانت سے نوچو) علامہ ابن ملک نے شرح سنہ کے حوالے سے فرمایا کہ عدم تکبر اور تواضع کے لئے دانت سے نوچنا مستحب ہے۔ (مرقاۃ)

[2] **نعم الادام الخل** ..... الخ (سرکہ کتنا اچھا سالن ہے) خطابی نے کہا اس میں کھانے میں میانہ روی کی تعریف ہے اور نفس کو لذیذ کھانوں سے روکنے کی تعریف ہے۔امام نووی نے کہا اس کے معنی میں ہر وہ چیز ہے جس کا خرچہ کم ہو اور اس کا وجود کمیاب نہ ہو۔
اور اس میں یہ ہے کہ جو کوئی قسم کھائے کہ سالن نہیں کھائے گا پھر وہ سرکہ سے کھالیا تو حانث ہو جائے گا اور یہ عرف کے فیصلے کی بناء ہمارے پاس اسی طرح سے ہے۔(مرقات)۔

ہے سرکہ کتنا اچھا سالن ہے۔ (مسلم)۔

64/5574 ۔ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے میں نے کہا سوائے سوکھی روٹی اور سرکے کے کچھ نہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: لاؤ، کوئی گھر جس میں سرکہ ہو وہ سالنوں سے خالی نہیں [1] (ترمذی)۔

65/5575 ۔ابواسید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: زیتون کا تیل کھاؤ [2] اور اس کا تیل استعمال کرو۔ کیونکہ وہ مبارک درخت سے ہے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)۔

66/5576 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس تبوک میں پنیر لایا گیا [3] تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے چھری منگوایا اور اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور کاٹا۔ (ابوداود)۔

67/5577 ۔سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گھی پنیر اور پوستین کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

---

[1] **قولہ ماافقر بیت من ادم فیہ خل** (کوئی گھر جس میں سرکہ ہو وہ سالنوں سے خالی نہیں) جان لو کہ حدیث شریف میں روٹی اور سرکہ کو حقارت سے نہ دیکھنے پر ابھارنا ہے۔ اور ایسے شخص سے کھانا طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں جس سے سائل سچی محبت کی وجہ سے نہ شرماتا ہو اور جانتا ہو کہ وہ اس کو چاہتا ہے۔ (مرقات)۔

[2] **کلوا الزیت** (زیتون کا تیل کھاؤ) یعنی روٹی کے ساتھ کھاؤ اور اسکو سالن بناؤ پس یہ اعتراض نہیں ہوگا کہ زیتون کا تیل تو پتلی چیز ہے پس اس کو تناول کرنا کھانا نہیں کہلائے گا اور یہ حکم استحبابی ہے اس شخص کے لئے جو اس پر قادر ہو۔ (مرقات)۔

[3] **قولہ: أتی النبی ﷺ بجبنۃ الخ** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پنیر لایا گیا) اس حدیث کو اس باب میں اس لئے لایا گیا کیونکہ پنیر کے بنانے میں نجاست کا احتمال تھا تو حدیث سے یہ بات ثابت کردی گئی کہ وہ پاک ہے اس کا کھانا جائز ہے اور اسکو چھری سے کاٹنا جائز ہے۔ (بذل المجہود)۔

فرمایا: حلال وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حلال قرار دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں حرام قرار دیا اور جس سے اس نے سکوت اختیار کیا 1؎ وہ ان چیزوں سے ہے جس کو معاف کردیا گیا۔ (ابن ماجہ، ترمذی)۔

68/5578 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: میں نے چاہا کہ میرے پاس گھی اور دودھ میں ملائی ہوئی گندمی گیہوں کی سفید روٹی ہو، تو قوم میں سے ایک آدمی کھڑے ہوئے اور اس کو بنائے اور اسکو لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یہ کس چیز میں تھا انہوں نے عرض کیا گھوڑ پوڑ کے کپی میں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اسکو اٹھالو 2؎ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

69/5579 ۔ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا دودھ اور شہد سے ملا ہوا حریرہ مریض کے دل کو راحت دینے والا ہے اور بعض رنج کو دور کرتا ہے۔ (بخاری، مسلم)۔

1؎ **قولہ: ماسکت عنہ فھو مماعفی عنہ** (جس سے اس نے سکوت اختیار کیا پس وہ ان چیزوں میں سے ہے جس کو معاف کیا گیا ہے) اس میں یہ کہ اشیاء میں اصل جمہور حنفیہ اور شافعیہ کے پاس اباحت ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد اس کی تائید کرتا ہے۔ اور وہ ہے جس نے جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا اور کہا گیا کہ ہر چیز اس کے بندوں کے لئے پیدا کی گئی ہے اور وہ اس کی عبادت کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اور میں نے جنات اور انسان کو پیدا نہیں کیا مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں۔ (ماخوذ از مرقات، ردالمحتار)۔

2؎ **قولہ: ارفعہ** (اسکو اٹھالو) مولانا محمد یحیٰ مرحوم لکھتے ہیں کہ وہ ایک مسئلہ بیان کرنے کے لئے تھا اور وہ یہ کہ اس جیسی رغبت کا اظہار کرنا اس سوال میں داخل نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے اور حدیث شریف گھوڑ پوڑ کے ناجائز ہونے کی طرف اشارہ کررہی ہے کیونکہ اگر وہ حلال ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کھانے کو اٹھانے کا حکم نہیں فرماتے جو اس گھی میں ملا ہوا تھا جو گھوڑ پوڑ کے کپی میں تھا۔ (بذل المجہود)۔

70/5580 ۔انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اہل خانہ کو بخار آتا تو آپ حساء (حریرہ) کا حکم فرماتے پس اس کو تیار کیا جاتا تو آپ ان کو حکم دیتے تو وہ اسکو پی لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے غمگین کا دل راحت پاتا ہے اور بیمار کے دل سے دور کرتا ہے جس طرح کہ تم میں سے ایک اپنے چہرے سے میل کو پانی کے ذریعہ دور کرتی ہیں۔

اس کی روایت ترمذی نے کی ہے اور کہا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

71/5581 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کبھی کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا[1] اگر آپ کو اس کی رغبت ہوتی تو تناول فرماتے اور اسکو پسند نہ فرماتے تو چھوڑ دیتے۔ (بخاری، مسلم)۔

72/5582 ۔اور انہی سے روایت ہے کہ ایک شخص بہت کھاتا تھا پس وہ اسلام قبول کیا اور وہ تھوڑا کھانے لگا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: کہ مومن[2] ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔(بخاری)۔

---

[1] **قولہ: ماعاب النبی ﷺ طعاماً** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی کھانے کو عیب نہیں لگایا) امام نووی نے کہا کہ کھانے کے آداب میں سے ہے کہ اسکو عیب نہ لگایا جائے جیسا کہ اس کا کھانا کھارا ہے، نمک کم ہے، کھٹا ہے، گاڑا ہے، پتلا ہے، پکا ہوا نہیں ہے اور اس جیسے۔(عمدۃ القاری)۔

[2] **قولہ: ان المؤمن یاکل فی معیً واحد و الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء** (مومن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے) جان لو کہ کافر کو مومن کی نسبت کرتے ہوئے زیادہ آنت نہیں ہوتے اس لئے حدیث شریف کی تاویل کرنا ضروری ہے چنانچہ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مومن کی طمع اور کھانے پر اس کی حرص کم ہوتی ہے اور اس کے کھانے اور پینے میں برکت ہوتی ہے پس وہ تھوڑے سے شکم سیر ہوجاتا ہے اور کافر کثیر طمع والا اور سخت حریف ہوتا ہے اس کے مطمح نظر چوپاؤں کی طرح صرف کھانا اور پینا ہوتا ہے۔

دونوں کے درمیان حرص میں جو تفاوت ہے اس کی مثال اس سے دی گئی ہے جو ایک آنت میں کھانے والے اور سات آنت میں کھانے والے کے درمیان ہوتا ہے اور یہ عمومیت اور اکثریت کے اعتبار سے ہے۔

73/5583 ۔امام مسلم نے ابوموسی اورابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سے اس کی صرف

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) امام نووی نے کہا کہ مومن کھانے کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیتا ہے اس لئے شیطان اس میں اس کا شریک نہیں ہوتا اور کافر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو شیطان اس میں شریک ہوجاتا ہے۔امام سیوطی نے اس کے معنی میں اس بات کو اختیار کیا کہ تسمیہ کی برکت سے مومن کے لئے اس کے کھانے میں برکت ہوتی ہے یہاں تک کہ اس کے درمیان اور کافر کے درمیان ایسی نسبت واقع ہوتی ہے جس طرح سات آنت میں کھانے والے کی ہوتی ہے۔

اور یہ معنی اس وقت ثابت ہوتے جب اس کا اندازتم ایک شخص میں یا بحیثیت وضع آپ جیسے افراد میں کریں تو کھانے میں اس ایک کافر کی حالت کو مومن کی حالت کے خلاف پاؤ گے اسی طرح کئی اشخاص میں تم پاؤ گے ورنہ مومنین میں ایسے اشخاص پائے جاتے ہیں جن کی کھانے میں اشتھاء کافر سے زیادہ ہوتی ہے اور اس بات کی مؤیدوہ چیز ہے جو اس حدیث میں ہے اور اس طرح سے اس سے متصل آنے والی حدیث ''آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مہمان آیا'' میں ہے۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد زیادہ کھانا اور کم کھانا ہے یعنی مومن کی عادت کم کھانا ہے اور کافر کی عادت زیادہ کھانا ہے یعنی سات (آنتوں) سے کثرت مراد ہے' طیبی نے کہا کہ کامل ایمان والے کی شان ہے کہ وہ دنیا کی بے رغبتی اور کم کھانے میں حریص ہوتا ہے اور بقدر گزارہ پر قناعت کرتا ہے برخلاف کافر کے۔

پس اگر مومن اور کافر اس کے برخلاف پائے جائیں تو اس حدیث پر کوئی قدح نہیں ہوگی (یہ حدیث) اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی طرح ہے کہ زانی نکاح نہیں کرتا مگر زانیہ یا مشرکہ سے اور زانیہ سے نکاح نہیں کرتا مگر زانی یا مشرک اور وہ مومنین پر حرام ہے۔(ملخص مرقات)۔

صاحب الکوکب الدری نے کہا کہ اس میں ایک اشکال ہے کیونکہ آنت چھ ہوتے ہیں سات نہیں علاوہ ازیں کھانا ابتداء میں آنتوں میں نہیں پہنچتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ وہ سات آنتوں میں کھاتا ہے کیسے صحیح ہوگا؟

جواب: یقیناً یہ ایک تمثیل ہے اور زیادہ کھانے کی صورت کو بیان کرنا ہے اور معدہ کو تغلیباً ساتویں آنت شمار کیا گیا ہے۔پس یہ سعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول کی طرح ہے: ع: کہ پری از طعام تا بنی۔(کہ تو کھانا ناک تک بھرتا ہے) ''کیا تم آدمی کو اپنا پیٹ ناک تک بھرنے کے بعد زندہ رہتا ہوا پاتے ہو؟''۔

پس یہ زیادہ کھانے سے کنایہ ہے' اسی طرح حضور علیہ السلام کا ارشاد زیادہ کھانے سے کنایہ ہے کہ وہ اپنے پیٹ کا اوپر نیچے کا کوئی حصہ نہیں چھوڑا مگر اسکو بھرلیا۔المعروف الشذی میں ہے۔کہا گیا ہے کہ لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض مسلمان زیادہ کھاتے ہیں اور بعض کفار کم کھاتے ہیں تو حدیث شریف کی کیا مراد ہے؟۔

جواب: حدیث شریف میں جو مذکور ہے اس سے مراد ابتغاء (طلب کرنا' چاہنا) ہے یعنی مناسب ہے کہ اس

روایت کی ہے۔

74/5584 ۔انہی کی ایک دوسری روایت میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا اور وہ کافر تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکری کا حکم فرمایا تو اس کا دودھ نکالا گیا تو اس نے اس کا پورا برتن پی لیا پھر دوسری کا حکم فرمایا تو وہ اس کو پی لیا' پھر اور ایک کا حکم فرمایا تو اس کو پی لیا یہاں تک کہ سات بکریوں کا دودھ پی لیا پھر

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) طرح ہو۔اور یہ بطور خبر نہیں ہے۔
عالمگیری میں ہے اب رہا کھانا پس اس کے چند مراتب ہیں (۱) فرض: اور وہ وہ ہے جس سے ہلاکت دفع ہو پس اگر کوئی کھانا اور پینا ترک کردے یہاں تک کہ ہلاک ہوجائے تو یقیناً وہ گنہ گار ہوا (۲) ماجور علیہ (جس پر اجر دیا گیا ہو) اور وہ وہ ہے جو مقدار فرض سے زیادہ ہوتا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھے اور اس پر روزہ آسان ہو (۳) مباح: اور وہ وہ ہے جو اس سے زیادہ شکم سیری تک ہوتا کہ بدن کی قوت میں اضافہ ہو اور اس میں نہ کوئی اجر ہے اور نہ کوئی وبال اور اگر وہ حلال طریقے سے ہو تو اس پر آسان محاسبہ ہوگا (۴) حرام: اور وہ شکم سیری سے زائد کھانا ہے البتہ جب وہ اس سے کل کے روزے پر قوت حاصل کرنے کا ارادہ کرے یا اس لئے کہ مہمان نہ شرمائے تو شکم سیری سے زائد کھانے میں کوئی حرج نہیں اس قدر کم کھانے کے ذریعہ ریاضت کرنا کہ فرائض کو ادا کرنے سے کمزور ہوجائے جائز نہیں اب رہا نفس کو بھوکا رکھنا اسی طور پر ہے کہ وہ عبادت کو ادا کرنے سے عاجز نہ آئے تو وہ مباح ہے اور اس میں نفس کی ریاضت ہے اور اس سے کھانا مرغوب ہوتا ہے برخلاف پہلے کے کیونکہ وہ نفس کو ہلاک کرنا ہے۔
اسی طرح وہ نوجوان جو غلبہ شہوت کا اندیشہ کرتا ہو تو اس کے کھانے سے رکنے میں کوئی حرج نہیں تاکہ وہ بھوک کے ذریعہ اپنی شہوت کو توڑے اس طور پر کہ وہ عبادات کو ادا کرنے سے عاجز نہ آئے (الاختیار شرح المختار) اور اگر آدمی اپنی ضرورت کے بقدر کھائے یا اپنے بدن کی مصلحت کے لئے زیادہ کھائے تو اس میں کوئی حرج نہیں (حاوی للفتاوی) صاحب ردالمختار نے کہا عابد مرتبہ مستحب اور مباح کھانے کے درمیان اختیار سے ہے اور اس کی نیت عبادت پر قوت حاصل کرنے کی ہو تو وہ اطاعت گزار ہوگا اور اس سے لطف اندوزی اور تنعم کا ارادہ نہ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کافرین کی مذمت ان کے لطف اندوزی اور تنعم کیلئے کھانے کے سبب کی ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔''وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا فائدہ اٹھاتے ہیں اور کھاتے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے ہیں اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔

وہ صبح کیا اور اسلام قبول کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لئے بکری کا حکم فرمایا تو اس کا دودھ نکالا گیا تو اس نے اس کا پورا برتن پی لیا پھر دوسری کا حکم فرمایا تو اس کو مکمل نہیں کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مؤمن ایک آنت 1 میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔

75/5585۔ ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک غلام کو خریدنے کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سامنے کھجور کو ڈالا تو اس غلام نے کھایا اور بہت کھایا تو رسوال اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: زیادہ کھانا نحوست ہے اور اس کو واپس کردینے کا حکم فرمایا۔ (شعب الایمان للبیہقی)۔

76/5586۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دوآدمیوں 2 کا کھانا تین کیلئے کافی ہوتا ہے اور تین کا کھانا چار کیلئے کافی

---

1 اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: مسلمان ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں میں (بخاری مسلم وغیرہ) سات کی تخصیص، مبالغہ اور کثرت بنانے کے لئے کہا گیا ہے کہ ایک مثال ہے مومن اور اس کی دنیا میں زہد کی اور کافر اور اس کی دنیا پر حرص کی جس کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا پس مومن بقدر حیات اور گزارہ کیلئے کھاتا ہے اور کافر شہوت، حرص اور لذت طلب کرنے کے لئے کھاتا ہے پس اس کو تھوڑی چیز شکم سیر کردیتی ہے اور اسکو زیادہ بھی شکم سیر نہیں کرتا۔

2 قولہ: طعام الاثنین کافی الثلاثۃ الخ (دوآدمیوں کا کھانا تین کیلئے کافی ہے) یہاں پر کھانے سے مراد وہ نہیں ہے جو سابقہ حدیث میں گزر گیا ہے کہ مومن ایک آنت میں یعنی تھوڑا کھاتا ہے بلکہ اس حدیث میں کھانے سے مراد شکم سیری ہے یعنی جو کھانا دوآدمیوں کے لئے کافی ہو تین کے لئے ناکافی ہوتا ہے۔ ہاں دو آدمیوں کا شکم سیر کرنے والا کھانا تین آدمیوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور یہ کہا جائے دوآدمیوں کو کافی ہونے والا کھانا تین کیلئے اس وقت کافی ہوگا جبکہ وہ دونوں نیت میں مخلص ہوں اور وہ سب اللہ تعالیٰ کے نام سے کھائیں کیونکہ برکت اس پر نازل ہوتی ہے۔ مزید یہ کہ کفایت (کھانے کا کافی ہونا) مختلف ہوتا ہے پس وہ کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی کیونکہ وہ کلی مشکک ہے جو کفایت کے اقل ترین اور زیادہ ترین مرتبہ پر صادق ہے

ہوتا ہے۔ (بخاری مسلم)۔

77/5587 ۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک آدمی کا کھانا دو کیلئے کافی ہوتا ہے اور دو کا کھانا چار کیلئے کافی ہوتا ہے اور چار کا کھانا آٹھ کیلئے کافی ہوتا ہے۔ (مسلم)۔

78/5588 ۔اورانہی سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ مقام "**مرالظهران**" میں پیلو کے پھل توڑ رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا: اس کا کالا پھل توڑو کیونکہ وہ زیادہ اچھا ہے تو عرض کیا گیا: کیا آپ بکریوں کی نگہبانی کرتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا: ہاں اور کوئی نبی نہیں ہے مگر انہوں نے ان کی نگہبانی کی ہے۔ (بخاری مسلم)۔

79/5589 ۔سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: مشروم من سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کیلئے شفاء ہے۔(متفق علیہ)۔

80/5590 ۔مسلم کی ایک روایت میں ہے اس من سے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل کیا۔

81/5591 ۔ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جب کھانا لایا جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے تناول فرماتے اور بچے ہوئے کھانے کو میرے پاس روانہ فرماتے اور ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے پاس ایک پیالہ بھیجا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول نہیں فرمایا تھا کیونکہ اس میں لہسن تھا تو

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) مھلب نے کہا: ان احادیث سے مراد مکارم اخلاق اور کفایت پر اور قناعت کرنے پر ابھارنا ہے کفایت کی مقدار میں حصر کرنا مراد نہیں۔ بلکہ ہمدردی مراد ہے اور یہ کہ دو کے لئے مناسب ہے کہ اپنے کھانے میں تیسرے کو شامل کریں اور حاضرین کی مناسبت سے چوتھے کو بھی شامل کریں۔(یہ الکوکب الدری اور اس کے حاشیہ کا ماحصل ہے)۔

میں نے دریافت کیا: کیا وہ حرام ہے؟ 1 آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نہیں لیکن میں اس کو

1 **قولہ : فسألتہ أحرام ھو** الخ (پس میں نے دریافت کیا کیا وہ حرام ہے؟) درمختار اور ردالمختار میں ہے لہسن جیسی چیز کا کھانا مکروہ ہے اور اس سے روکا گیا ہے یعنی پیاز اور اس جیسی چیز جسکی ناپسندیدہ بو ہو صحیح حدیث کی بناء ہے جس میں لہسن اور پیاز کھا کر مسجد کے قریب آنے والے کیلئے ممانعت ہے۔

امام عینی نے صحیح بخاری کی اپنی شرح میں فرمایا میں کہتا ہوں ممانعت کی علت فرشتوں کی تکلیف اور مسلمانوں کی تکلیف ہے اور یہ حکم مسجد نبوی (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) سے مختص نہیں بلکہ تمام مساجد برابر ہیں کیونکہ ''مساجدنا'' کی روایت جمع کے صیغے کے ساتھ ہے۔ برخلاف ان کے جو اس میں منفرد ہیں۔ اور اس حدیث شریف میں جس کی صراحت کی گئی ہے اس چیز کو شامل کیا جائیگا جس کی ناپسندیدہ بو ہو۔ خواہ کھائے جانے والی چیز ہو یا نہ ہو۔ یہاں لہسن کو اور دوسری حدیث میں پیاز اور جنگلی پیاز کو لوگوں کے کثرت سے کھانے کی وجہ سے خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ اسی طرح بعض علماء نے اس میں اس آدمی کو شامل کیا جس کے منہ میں بُو ہو یا اس کو ایسا زخم ہو جس کی بُو ہو۔ اسی طرح قصاب، مچھیرا، جذامی اور برص والا (اس حکم میں) بدرجہ اولیٰ شامل کئے جائیں گے۔

اور **سحنون** نے کہا: میری رائے میں ان دونوں پر جمع نہیں ہے اور انھوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور حدیث میں ان تمام لوگوں کو شامل کیا جن کی زبان سے لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے اور اسی پر ابن عمر نے فتویٰ دیا ہے اور یہی ان تمام لوگوں کو روکنے کی دلیل ہے۔ جن سے تکلیف ہوتی ہے یہ بات بعید نہیں کہ بُو دار چیز کے کھانے میں معذور کے عذر کو قبول کر لیا جائے اس حدیث کی بناء پر جو صحیح ابن حبان میں مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس پہنچا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے لہسن کی بو کو پایا تو ارشاد فرمایا کس نے لہسن کھایا تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دست مبارک کو پکڑ لیا اور اس کو داخل کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے میرے سینے کو مٹی سے بندھا ہوا پایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا یقیناً تمکو عذر ہے۔ الاوسط للطبرانی کی روایت میں ہے اور میں نے اپنے سینے کی شکایت کی اور میں نے اس کو کھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس بارے میں مجھ پر ناراضگی کا اظہار نہیں فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ارشاد: ''چاہئے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھے'' صریح ہے اس بارے میں کہ ان اشیاء کا کھانا جماعت سے پیچھے رہنے میں عذر ہے۔ اور یہاں بھی دو علتیں ہیں۔

1) مسلمانوں کی تکلیف
2) فرشتوں کی تکلیف

اس کی بو کی وجہ سے ناپسند کرتا ہوں۔ انھوں نے کہا میں ناپسند کروں گا اس کو جس کو آپ نے ناپسند فرمایا ہے۔ (مسلم)۔

82/5592 ۔اور بخاری و مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لہسن یا پیاز کھائے چاہئے کہ وہ ہم سے الگ رہے یا یہ فرمایا: چاہئے کہ وہ ہماری مسجد سے [1] دور رہے اور اپنے گھر میں بیٹھے رہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک ہانڈی لائی گئی جس میں چند ترکاریوں میں سے چند سبزیاں تھیں تو آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کی بو کو پایا تو ارشاد فرمایا تم اس کو کسی صحابی کے پاس کر دو اور فرمایا تم کھاؤ کیونکہ میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) پہلی علت کو دیکھتے ہوئے وہ جماعت کو چھوڑنے اور مسجد حاضر ہونے میں معذور ہوگا اور دوسری علت کو دیکھتے ہوئے مسجد کی حاضری کو ترک کرنے میں معذور ہوگا اگر چیکہ وہ تنہا ہو(ملخص) میں کہتا ہوں کہ اس کے اس میں معذور ہونے کو اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب وہ اس کو کسی عذر کی وجہ سے یا نماز کے وقت کے داخل ہونے کو بھول کر کھائے تا کہ وہ ایسا کام کرنے والا قرار نہ پائے جو اس کے اپنے عمل سے جماعت کو چھوڑنے والا ہو جائے۔

[1] قولہ : فلیعتزل مسجدنا (چاہئے کہ وہ ہماری مسجد سے الگ رہے) کہا گیا کہ یہ (حکم) مسجد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ خاص ہے۔ اور جمہور اس بات پر متفق ہیں کہ یہ حکم تمام مسجدوں کے بارے میں عام ہے ''ہماری مسجد'' کے معنی مسلمانوں کی مساجد مراد ہیں۔ اس پر وہ چیز دلالت کرتی ہے جو روایت میں وارد ہوئی ہے کیونکہ ملائکہ کو تکلیف ہوتی ہے ان چیزوں سے جس سے بنی آدم کو تکلیف ہوتی ہے۔ اور یہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ممانعت کی علت ناپسندیدہ بو ہے جو اہل مسجد یعنی بنی آدم اور فرشتوں کیلئے تکلیف دہ ہوتی ہے اور اسی سے ہر اس چیز کی کراہت پر استدلال کیا گیا جس کی ناپسندیدہ بو ہو جیسے پیاز، مولی جنگلی پیاز اور اس جیسی چیزیں اور اسی طرح سگریٹ نوشی ہے جو اس زمانے میں عام ہے اور لوگوں کے درمیان یہ ایک ایسی بلا ہے جو خاص و عام کو لپیٹ میں لے لی ہے اس میں بزرگوں کے اقوال مختلف ہیں بعض حرام قرار دیتے ہیں اور بعض بلا کراہت جائز قرار دینے والے ہیں اور بعض کراہت تحریمی یا تنزیہی کا حکم لگاتے ہیں۔ اور فی الواقع میں نے اس میں حکم کو اپنے رسالہ ''ترویح الجنان بتشریح حکم شُرب الدخان'' میں تحقیق سے لکھا ہے پس اس کی طرف مراجعت کرو۔ مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شریف التعلیق المجد علی موطا محمد میں اسی طرح ہے۔

ایسی ذات سے سرگوشی کرتا ہوں جس سے تم سرگوشی نہیں کرتے۔

83/5593۔ابوداؤداورترمذی نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لہسن کھانے سے منع فرمایا مگر [1] یہ کہ وہ پکا ہوا ہو۔

84/5594۔ابوزیاد سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نے ام المؤمنین بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنھا سے پیاز کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے کہا کہ: آخری کھانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھی۔ [2] (ابوداؤد)۔

---

[1] **قولہ الا مطبوخا** (مگر وہ پکا ہوا ہو) مرقات میں ہے اس کی ممانعت سے متعلق جو احادیث مطلق آئی ہیں اس حدیث سے ان کو مقید کرنے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔
امام محمد نے مؤطا میں کہا: آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اس کی بو کی وجہ سے ناپسند فرمایا پس جب تم اس کی بو کو پکا کر ختم کردو تو اس میں حرج نہیں یہی قول امام اعظم ابوحنیفہ اور عام فقہاء رحمہم اللہ کا ہے۔

[2] **قولہ آخر طعام اکلہ رسول اللہ ﷺ طعام فیہ بصل** (آخری کھانا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول فرمایا اس میں پیاز تھی) یعنی لفظ طعام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پکی ہوئی پیاز تھی کیونکہ عام طور پر اس میں پکی ہوئی ہوتی ہے۔ابن ملک نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو اپنی اخیر عمر میں تناول فرمایا تا کہ معلوم ہو کہ نہی تنزیہی ہے تحریمی نہیں۔اور یہی مظہر کا قول ہے ابن حجر نے شمائل کی شرح میں کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس کو کھانا آپ نے اس لئے لہسن اور مولی سے جو منع فرمایا ہے اس کے خلاف نہیں ہے۔ کیونکہ یہ ممانعت کچی پیاز کے بارے میں ہے کیونکہ صحیح ترین قول کی بناء پر وہ مکروہ ہے حرام نہیں۔طیبی نے کہا ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابق میں گزری ہوئی حدیث میں بیان کردیا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی بو کی وجہ سے ناپسند فرمایا اور جو پکی ہوئی ہو خصوصاً پیاز تو اس کی بو نہیں رہتی۔
امام طحاوی نے شرح الآثار میں احادیث نقل کرنے کے بعد کہا پس یہ احادیث پیاز کراث اور لہسن جیسی چیز کے کھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہیں خواہ وہ پکی ہوئی ہو یا پکی ہوئی نہ ہو بشرطیکہ وہ اپنے گھر میں بیٹھا رہے اور مسجد میں آنے کی کراہت پر دلالت کرتی ہیں جبکہ اس کی بو موجود ہو تا کہ اس میں موجود فرشتوں اور انسانوں کو اس سے تکلیف نہ ہو۔انھوں نے کہا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے۔

85/5595۔مقدام بن معدی کرب سے روایت ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو [1] تمہارے لئے اس میں برکت ہوگی۔ (بخاری)۔

86/5596۔اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب ان کے پاس ثرید لایا جاتا تو وہ اس کا حکم دیتی تو اس کو ڈھانک دیا جاتا یہاں تک کہ اس کے بھانپ کی تیزی ختم ہوجاتی اور وہ کہتی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ برکت کیلئے بڑی چیز ہے۔ [2] (دارمی)۔

87/5597۔ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اپنا دستر اُٹھاتے تو فرماتے [3] **"اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ**

---

[1] **قولہ کیلوا طعامکم** الخ (تم اپنے غلہ کو ناپ لیا کرو) مظہر نے کہا: کھانا ناپنے کی غرض یہ ہے کہ آدمی جو قرض لیتا ہے اور جو خرید وفروخت کرتا ہے اس کی مقدار معلوم ہو کیونکہ اگر وہ نہ ناپے تو جو وہ بیچیگا اور خریدیگا وہ مجہول ہوگا اور وہ جائز نہیں ہے۔
اسی طرح اگر جو کچھ وہ اپنے اہل وعیال پر خرچ کررہا ہے نہ ناپے تو بسا اوقات وہ ان کو کافی ہونے کی مقدار سے کم ہوگا تو یہ کمی ان پر ضرر ہوگی اور کبھی ان کے کافی ہونے کی مقدار سے زائد ہوگا تو وہ پورے سال کے لئے جو ذخیرہ کرے گا اس سے ناواقف ہوگا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ناپنے کا حکم فرمایا تا کہ جو کچھ وہ کررہے ہیں اس میں ان کو واقفیت اور یقین رہے۔پس جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت کا لحاظ رکھا وہ دنیا میں بڑی برکت اور آخرت میں بڑے اجر کو پائیگا۔(مرقات)۔

[2] **قولہ : ھو اعظم للبرکۃ** (وہ برکت کے لئے بڑی چیز ہے) اسی لئے ردالمحتار میں ہے کھانے کی سنت یہ ہے کہ کھانا گرم حالت میں نہ کھایا جائے۔

[3] **قولہ کان اذا رفع مائدتہ قال الحمدللہ**...... الخ (جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنا دستر اُٹھاتے تو الحمدللہ فرماتے (عالمگیری میں ہے کھانے کی سنتیں ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا اور اخر میں الحمدللہ کہنا ہے پس اگر وہ ابتداء میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جب یاد آجائے تو اس کو **بسم اللہ علی اولہ و آخرہ** کہنا چاہئے (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں اس کے شروع میں اور اس کے اخیر میں (الاختیار شرح المختار) اور جب تم بسم اللہ کہو تو اپنی آواز کو بلند کرو تا کہ تم اپنے ساتھ والوں کو تلقین کرسکو (تاتارخانیہ) اللہ تعالیٰ کے نام سے آغاز کیا جائیگا بشرطیکہ کھانا حلال ہو اور اس کے اخیر میں الحمدللہ کہا جائیگا خواہ وہ کیسا بھی ہو۔

وَلَا مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ، رَبَّنَا'' (تمام تعریف اللہ کے لئے ایسی تعریف جو زیادہ ہے پاکیزہ ہے جس میں برکت ہے، جو ختم نہ ہو اور نہ اس کو چھوڑا گیا ہو اور نہ اس سے بے نیازی ہوائے ہمارے رب)۔ (بخاری)۔

88/5598۔ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنے کھانے سے فارغ ہوتے تو فرماتے ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِيْنَ''۔ (تمام تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جس نے ہمیں کھلایا اور سیراب کیا اور ہمیں مسلمان بنایا۔ (ترمذی، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

89/5599۔ ابوایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تناول فرماتے یا نوش فرماتے تو ''اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی أَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهُ وَجَعَلَ لَهُ مَخْرَجًا'' فرماتے (یعنی تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے کھلایا سیراب کیا اور اس کو آسانی سے حلق سے اُتارا اور اس کے لئے نکلنے کی جگہ بنائی)۔ (ابوداؤد)۔

90/5600۔ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یقیناً اللہ تعالیٰ بندے سے راضی ہوتا ہے کہ وہ ایک گھونٹ پیئے اور اس پر اس کی حمد کرے۔ (مسلم)۔

91/5601۔ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کھانا والا جو شکر گزار ہے [1] صابر روزے دار کی طرح ہے۔ (ترمذی)۔

92/5602۔ ابن ماجہ اور دارمی نے سنان بن سنہ عن ابیہ سے روایت کیا ہے۔

............: **باب ختم ہوا** :..................

---

[1] قوله : الطاعم الشاكر الخ (کھانے والا جو شکر گزار ہے) کہا گیا کہ اس کا کم سے کم شکر یہ ہے کہ جب وہ کھائے تو اللہ تعالیٰ کا نام لے اور جب فارغ ہوئے تو اس کی حمد کرے۔ (مرقات)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(1/193) بَابُ الضِّيَافَةِ

مہمان نوازی کا بیان

1/5603 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے [1] اور جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ دے۔اور جو شخص اللہ پر

---

[1] **قولہ فلیکرم ضیفہ** (وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے) جمہور نے کہا ضیافت کرنا سنت ہے اور واجب نہیں، (پہلے) واجب تھا چنانچہ اس کا وجوب منسوخ ہوگیا۔یہ (بات) امام طحاوی نے کہی اور جمہور نے کہا: مہمان کا اکرام خندہ پیشانی اور اچھی گفتگو اور تین دن کھانا کھلانے کے ذریعہ ہوتا ہے۔پہلے دن اپنی طاقت وسہولت کے ساتھ اور باقی دن بلاتکلف جو کچھ موجود ہو اس کے ذریعہ، تاکہ وہ اس پر اور خود اپنے آپ پر بوجھ نہ بنے اور تین دن کے بعد اس کو صدقہ میں شمار کیا جائیگا، اگر وہ چاہے تو کرے ورنہ نہ کرے۔داودی نے کہا: آدمی اپنے گھر والوں کیلئے جو کچھ کرتا ہے تو مہمان کے اکرام میں اس سے زیادہ کرے۔کرمانی نے کہا: اگر تم کہو ان تین اُمور کو بیان کرنے کی وجہ کیا ہے تو میں کہتا ہوں یہ کلام جوامع الکلم میں سے ہے۔کیونکہ یہ اصولی باتیں ہیں۔کیونکہ ان میں سے تیسری چیز میں قولی اصول کی طرف اشارہ ہے اور پہلی دو چیزوں میں فعلی اصول کی طرف اشارہ ہے ان دونوں میں سے دوسری چیز سے رذائل کو چھوڑنے کی طرف اور پہلی چیز سے فضائل سے آراستہ ہونے کی طرف اشارا ہے یعنی جس شخص میں اللہ کے حکم کی تعظیم کی صفت موجود ہو تو اس کے لئے اللہ عزوجل کی مخلوق پر مہربانی کرنے کی صفت کے ساتھ متصف ہونا ضروری ہے۔یا تو اچھی بات کہکر یا بری بات سے سکوت اختیار کرکے یا مفید کام انجام دے کر یا نقصان دہ چیزوں کو چھوڑ کر۔(ماخوذ از عمدۃ القاری، مرقات)۔

اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو چاہئے کہ وہ اچھی بات کہے [1] یا خاموش رہے۔

2/5604 ۔اور ایک روایت میں پڑوسی کے بجائے یہ ہے جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو چاہئے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرے۔ (متفق علیہ)۔

3/5605 ۔ابوشریح کعبی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ پر اور آخری دن پر ایمان رکھتا ہو اس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے [2] اس کے لئے عمدہ اہتمام ایک دن ایک رات ہے اور مہمانی تین دن ہے۔اور اس کے بعد وہ صدقہ ہے اور اس کیلئے یہ حلال نہیں ہے کہ اس کے پاس وہ اس قدر قیام کرے کہ اس کو حرج میں ڈالدے۔(متفق علیہ)۔

4/5606 ۔ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا سنت طریقہ یہ ہے کہ آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دوازے تک نکلے۔[3]

---

[1] قولہ فلیقل خیرا اولیصمت (چاہئے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے) یعنی جب وہ بات کرنے کا ارادہ کرے اور جو بات وہ کررہا ہے وہ خیر وثواب کی ہے خواہ وہ واجب ہو یا مستحب تو اس کو چاہئے کہ وہ یہی بات کہے اور اگر اس بات کا اچھا ہونا ظاہر نہ ہو یا اس بات کا حرام یا مکروہ یا مباح ہونا ظاہر ہو تو اس سے رک جائے یا اس میں مباح کلام کو بھی ترک کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لئے کہ اس کے مفضی الی الحرام ہونے کا اندیشہ ہے۔(مرقات)۔

[2] قولہ فلیکرم ضیفہ الخ (چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے) زرقانی رحمہ اللہ نے کہا: جمہور کے پاس مہمان کا اکرام کرنے کا حکم استحبابی ہے کیونکہ ضیافت کرنا عمدہ اخلاق میں سے ہے۔واجب نہیں ہے۔یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد جائزۃ کی بناپر ہے۔اور جائزۃ مہربانی اور احسان کرنے کو کہتے ہیں۔اسی طرح امام طحاوی ابن بطال اور ابن عبدالبر نے اس سے استدلال کیا ہے۔

لیث اور امام احمد نے کہا: ایک دن کی ضیافت واجب ہے کیونکہ یہ حدیث مرفوع میں ہے لیلۃ الضیف واجبۃ علی کل مسلم (مہمان کی ایک رات ضیافت واجب ہے ہر مسلمان پر) اور جمہور نے اس حدیث کا اور اس جیسی (دیگر) حدیثوں کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ ابتداء اسلام میں تھا جبکہ مواساۃ ہمدردی کرنا واجب تھا و نیز یہ بھی جواب دیا کہ یہ مجبوروں کی ضیافت کرنے پر محمول ہے۔(التعلیق المجد)۔

[3] قولہ یخرج الرجل مع ضیفہ الی باب الدار (آدمی اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک نکلے) واضح بات تو یہ ہے کہ یہ حکم مزید اکرام واحترام کے قبیل سے ہے۔(مرقات)

5/5607۔ابن ماجہ اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان سے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انھوں نے کہا کہ اس کی سند میں ضعف ہے اور ملا علی قاری نے کہا: متعدد سندوں سے اس ضعف کی تلافی ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں یہ حدیث فضائل اعمال سے ہے۔ اور طحاوی رحمہ اللہ نے کہا: عقبہ کی حدیث ''فَخُذُوا مِنْهُمْ حَقَّ الضَّيْفِ'' (تم ان سے مہمان کا حق لو) اور اس جیسا حکم ابتداء اسلام میں تھا۔ اور وہ منسوخ ہو گیا۔

6/5608۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس گھر میں کھانا کھایا جاتا ہے اس گھر میں بھلائی اونٹ کے کوہان کی طرف چھری جانے سے بڑھکر تیزی سے پہنچتی ہے۔

7/5609۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ایک دن یا ایک رات باہر تشریف لائے تو اچانک آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے اس وقت اپنے گھروں سے نکلنے کا سبب کیا ہے؟ انھوں نے کہا بھوک۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ مجھے بھی وہی چیز لائی ہے جو تم دونوں کو لائی ہے۔ تم اُٹھو چنانچہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دونوں کے ساتھ ایک انصاری صحابی کے پاس تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے گھر میں نہیں تھے۔ پس جس وقت ان کی بیوی نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا تو بولیں مرحبا و اھلا (خوش آمدید یہ آپ کا گھر ہے)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا فلاں (صاحب) کہاں ہیں۔ وہ عرض کیں۔ وہ ہمارے لئے میٹھا پانی لانے کیلئے گئے ہیں۔ اتنے میں انصاری صحابی آ گئے پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے دو ساتھیوں کو دیکھے پھر الحمد للہ کہے کہ آج

اللہ کے پاس کوئی بھی مجھ سے بڑھکر معزز ومکرم مہمان والا نہیں ہے۔انھوں نے کہا، پس وہ گئے اوران کی خدمت میں ایک خوشہ لائے جس میں گدرے پکے اور تازہ کھجور تھے۔اور عرض کیا: اس میں سے آپ تناول فرمائیں اور چھری لئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا تم دودھ دینے والی بکری سے دور رہو پھر وہ ان کے لئے ذبح کئے تو وہ حضرات اس بکری اور اس خوشے میں سے تناول فرمائے اور نوش فرمائے۔جب وہ سب شکم سیر اور سیراب ہوگئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تم سے ضرور ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائیگا بھوک تم کو تمہارے گھروں سے نکالی پھر تم واپس نہیں ہوئے یہاں تک کہ تمہیں یہ نعمت ملی۔ (مسلم)۔

8/5610۔ابوعسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات میں نکلے اور آپ میرے پاس سے گذرے اور مجھکو بلائے چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کے پاس سے گذرے اوران کو بلائے چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمر کے پاس سے گذرے اوران کو بلائے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چلے یہاں تک کہ ایک انصاری کے باغ میں داخل ہوئے اور باغ کے مالک سے فرمایا: تم ہمیں گدرے کھجور کھلاؤ۔چنانچہ وہ ایک خوشہ لائے اوراس کو رکھ دیئے۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھیوں نے تناول فرمایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ٹھنڈا پانی طلب فرمائے اور نوش فرمائے اور ارشاد فرمائے بروز قیامت ان نعمتوں کے بارے میں تم سے پوچھا جائے گا۔راوی نے کہا: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خوشہ لیا اوراس کو زمین پر مارا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب گدرے کھجور جھڑے۔پھر عرض کیا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم کو قیامت کے دن اس کے بارے میں بھی پوچھا جائیگا۔آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

ہاں: مگر تین چیزوں کے متعلق کپڑے کا وہ ٹکڑا جس کے ذریعہ آدمی اپنے شرم کے حصہ کو لپیٹ لیتا ہے۔

2] یا روٹی کا وہ ٹکڑا جس کے ذریعہ وہ اپنی بھوک مٹاتا ہے۔ یا وہ سوراخ (مختصر مکان) جس میں آدمی گرمی اور سردی (سے بچاؤ کیلئے) بمشکل داخل ہوتا ہے۔ (احمد، شعب الایمان للبیہقی)۔

9/5611 ۔انس رضی اللہ عنہ سے یا ان کے سوا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس اجازت چاہی اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ فرمایا پس سعد نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ عرض کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انھوں نے نہیں سنایا یہاں تک کہ آپ نے تین مرتبہ سلام فرمایا اور سعد رضی اللہ عنہ تین مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جواب عرض کیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں سنایا پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس ہو گئے تو سعد آپ کے پیچھے گئے اور عرض کیئے: یارسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کے ہر مرتبہ کا سلام میرے کان میں پہنچا۔ خدا کی قسم یقیناً میں نے آپ کا جواب عرض کیا اور میں آپ کو نہیں سنایا اور میں چاہا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بکثرت سلام و برکت حاصل کروں پھر وہ سب گھر میں داخل ہوئے چنانچہ انھوں نے آپ کے لئے کشمش پیش کیا تو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تناول فرمائے پس جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا: ’’ اَکَلَ طَعَامَکُمُ الْاَبْرَارُ، وَصَلَّتْ عَلَیْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ، وَاَفْطَرَ عِنْدَکُمُ الصَّائِمُوْنَ‘‘. (نیک لوگ تمہارا کھانا کھائیں اور فرشتے تمہارے حق میں رحمت کی دعاء کریں اور تمہارے پاس روزوں دار افطار کریں)۔ (شرح السنۃ)۔

10/5612 ۔ابوالاحوص جشمی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ بتایئے اگر میں کسی آدمی کے پاس سے گذروں اور نہ وہ مجھے مہمان بنائے نہ وہ میری ضیافت کرے پھر اس کے بعد وہ میرے پاس سے گذرے تو کیا میں اس کی ضیافت کروں یا اس کا بدلہ لوں آپ نے فرمایا: بلکہ تم اس کی ضیافت کرو۔ [1] (ترمذی)۔

---

[1] قولہ : بل اقرہ (بلکہ تم اس کی ضیافت کرو) اس میں مہمان نوازی پر ابھارنا ہے۔ جو عمدہ اخلاق میں سے ہے اور منجملہ اچھے اخلاق کے یہ ہے کہ برائی کا جواب اچھائی سے دینا ہے۔

11/5613۔ابوسعید رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا:مؤمن کی مثال اور ایمان کی مثال اس گھوڑے کی مثال ہے جو اپنی رسی میں گھومتا ہے پھر اپنی رسی کی طرف لوٹ کر آتا ہے اور بلاشبہ مؤمن بھولتا ہے پھر وہ ایمان کی طرف لوٹ کر آتا ہے۔پس تم اپنا کھانا پرہیز گاروں کو کھلاؤ اور اپنا سلوک مؤمنین کے ساتھ کرو۔(شعب الایمان للبیہقی، حلیہ ابونعیم)۔

12/5614۔عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک پیالہ تھا جس کو چار آدمی اُٹھاتے تھے۔جس کو غرّاء کہا جاتا تھا۔پس جب وہ چاشت کے وقت میں داخل ہوئے اور چاشت کی نماز پڑھے تو آپ کی خدمت میں وہ پیالہ لایا گیا اس حال میں کہ اس میں ثرید بنی ہوئی تھی وہ اس پر جمع ہو گئے اور جب وہ زیادہ ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم دوزانو بیٹھے چنانچہ ایک دیہاتی نے کہا: یہ بیٹھک کیسی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ مجھ کو کرم والا بندہ بنایا اور سرکش و متکبر نہیں بنایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اس کے اطراف سے کھاؤ اور اس کے درمیانی حصہ کو چھوڑ دو اس میں برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)۔

13/5615۔وحشی بن حرب رضی اللہ عنہ اپنے والد سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہم کھاتے ہیں اور شکم سیر نہیں ہوتے۔آپ نے فرمایا شاید تم الگ الگ کھاتے ہوں گے تو انھوں نے عرض کیا ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پس تم ملکر کھاؤ اور اللہ کا نام لو تمہارے لئے اس میں برکت ہوگی۔ (ابوداؤد)۔

14/5616۔اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سب ملکر ایک ساتھ کھاؤ اور الگ الگ، متفرق طور پر مت کھاؤ کیونکہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔

اور ملاعلی قاری نے کہا: البتہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان " لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْکُلُوْا

جَـمِیْـعًـا اَوْ اَشْتَـاتًا ". (24۔سورۃالنور،آیت نمبر:61) (تم پر کوئی حرج نہیں یہ کہ تم ملکر کھاؤ یا الگ الگ کھاؤ)اجازت پرمحمول ہے جب یا آدمی تنہا ہوتو اس سے حرج دور کرنے کیلئے ہے۔

15/5617 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا: جب دسترخوان بچھایا جائے تو کوئی آدمی نہ اُٹھے یہاں تک کہ دسترخوان اُٹھالیا جائے اوراپنے ہاتھ کوبھی نہ اُٹھائے اگر چیکہ وہ شکم سیر ہوجائے یہاں تک کہ قوم فارغ ہوجائے اور چاہئے کہ وہ عذر پیش کرے کیونکہ یہ اس کے ہمنشین کوشرمندہ کردیگا اور وہ اپنا ہاتھ روک لیگا ہوسکتا ہے اس کوکھانے کی حاجت ہو۔(ابن ماجہ،شعب الایمان للبیھقی)۔

16/5618 ۔جعفر بن محمد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب کسی قوم کے ساتھ کھاتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کھانے میں سب سے اخیر تک رہتے۔

17/5619 ۔اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس کھانا لایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہم پر پیش کئے ہم نے کہا اس کی خواہش ہم نہیں رکھتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا تم بھوک اورجھوٹ پر جمع مت ہو۔ (ابن ماجہ)۔

...... : **بَابُ الضِّیَافَةُ** ختم ہوا : ......

بسم الله الرحمن الرحيم

(2/194) بَابُ اَكْلِ الْمُضْطَرِّ

مضطر شخص کے کھانے کا بیان

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے:" اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ، فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ، اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ".

ترجمہ: اس نے تم پر حرام کیا ہے مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے البتہ جو شخص (حلال غذا کے نہ ملنے سے) مجبور ہو جائے (اور ممانعت کی ہوئی چیزوں میں سے کچھ کھائے) بشرطیکہ وہ شخص خدا کی نافرمانی کرنے والا اور حد سے بڑھ جانے والا نہ ہو۔ تو اس پر کچھ گناہ نہیں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔(2۔سورۃ البقرۃ، آیت نمبر:173)

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے: " فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ، فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ". (5۔سورۃ المائدۃ، آیت نمبر: 3)

ترجمہ: تو جو کوئی بھوک سے مجبور ہو جائے بشرطیکہ گناہ کی طرف مائل نہ ہو (اور وہ کوئی حرام چیز کھالے) تو اللہ بخشنے والا (اور) مہربان ہے۔

1/5620 ۔ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے کہا: یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بیشک ہم ایک ایسی سرزمین میں رہتے ہیں جہاں ہم کو خوب بھوک لگتی ہے پس ہمارے لئے مردار کب حلال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تم صبح دودھ کا ایک پیالہ نہ پاؤ یا شام میں دودھ کا ایک پیالہ نہ پاؤ یا تم وہاں سبزی نہ پاسکو تو تمہارا اختیار ہے۔

اس کے معنی یہ ہے کہ جب تم صبوح (صبح کیلئے دودھ) یا غبوق (شام کیلئے دودھ) اور وہ سبزی جسے تم کھاتے ہو نہ پاؤ تو تمہارے لئے مردار حلال ہے۔ (دارمی)۔

اس میں ہمارے لئے اس بات کی دلیل ہے کہ مجبور کے لئے مردار کو مباح بنانے والی چیز اس کی مجبوری ہے اور یہ (اضطرار) صبح اور شام دودھ کا ایک ایک پیالہ ہوتے ہوئے کہ جس پر وہ اکتفاء کرسکتا ہے، متحقق نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ (اس سے اپنی) جان بچا سکتا ہے۔

اور صاحب مشکوٰۃ نے اپنے مسلک کو ثابت کرنے کیلئے اس باب میں ابوداؤد کی حدیث [1]

[1] قولہ: وأورد صاحب المشكوة فى هذا الباب حديث ابى داؤد الخ (اور صاحب مشکوٰۃ نے اس باب میں ابوداؤد کی حدیث ذکر کی ہے) یہ وہی حدیث شریف ہے جس کو ابوداؤد نے فجیع عامری سے روایت کی ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھوں نے عرض کیا: مردار میں سے ہمارے لئے کیا حلال ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تمہارا کھانا کتنا ہے؟ ہم نے کہا: ہم صبح اور شام کو دودھ کا ایک ایک پیالہ نوش کرتے ہیں۔ ابونعیم نے کہا: عقبہ نے میرے لئے اس کی وضاحت یہ کی کہ وہ صبح میں ایک پیالہ اور شام میں ایک پیالہ ہے تو انھوں (ابونعیم) نے کہا: "یہ کافی ہے" اور انھوں نے اس کو بھوک کہنے سے انکار کیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کے لئے ایسی حالت میں مردار کو حلال قرار دیا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے اور کہا ہے کہ: "تھوڑا کھانا کے باوجود

ذکر کی ہے۔اورانھوں نے یہ مراد لیا ہے کہ اضطرار ہلاکت کے اندیشہ پر موقوف نہیں ہے۔جیسا کہ

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) مردار کو کھانا جائز ہے اور مجبوری کی صورت میں شکم سیر ہونے تک کھانا جائز ہے'' اوراس بناء پر انھوں نے دارمی کی اس حدیث کی مخالفت کی ہے جو مشکوٰۃ میں اس کے بعد ہے اور جس کو ہم نے اس کتاب میں ذکر کیا ہے کیونکہ دارمی کی حدیث میں ہے مضطر کیلئے مردار کو حلال کرنے والی امر وہ اضطرار ہی ہے۔اور وہ متحقق نہیں ہوتا ہے اس غبوق (شام کیلئے ایک پیالہ دودھ) اور صبوح (صبح کیلئے ایک پیالہ دودھ) کے ہوتے ہوئے جس پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔اضطرار متحقق نہیں ہوتا کیونکہ وہ جان بچا سکتا ہے۔پس اس کی توجیہ یہ ہے کہ صبح میں ایک پیالہ اور شام میں ایک پیالہ پینا یہ پوری قوم کے درمیان مشترک طور پر تھا۔اوراس توجیہ کی دلیل سائل کا قول:''**مایحل لنا؟**'' ہے (ہمارے لئے کیا حلال ہے) کیونکہ وہ اپنی قوم کے قاصد تھے۔اس لئے وہ خاص طور پر اپنے آپ کیلئے سوال نہیں کئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول ''**ماطعامکم**'' ؟ (تمہارا کھانا کتنا ہے) سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے۔چنانچہ جب آپ کیلئے یہ بات واضح ہوگئی کہ قوم اپنی بیان کردہ کھانے کی مقدار سے جان بچانے کیلئے ضرورت پوری نہ ہونے کی وجہ سے مردار کھانے پر مجبور ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ایسی حالت میں مردار کے کھانے کو جائز قرار دیا۔دونوں حدیثوں کے درمیان مطابقت پیدا کرنے کی یہی صورت ہے۔خطابی نے کہا: صبح ایک دودھ کا پیالہ اور شام میں دودھ کا ایک پیالہ زندگی کو برقرار رکھتا ہے۔اور سانس کو قائم رکھتا ہے اگر چہ کہ وہ مکمل طور پر شکم سیر نہیں کرتا ہے۔اوراس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مردار کے کھانے کو مباح کیا ہے تو وہ اس بات پر دلالت کررہا ہے کہ مردار کو شکم سیر ہونے تک کھانا جائز ہے۔

اور امام مالک اور امام احمد کا یہی مذہب ہے اور امام شافعی کے دو قولوں میں سے یہ ایک ہے۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا: اس میں سے اس کے لئے اس سے بڑھ کر کھانا جائز نہیں ہے جو اس کی آخری سانس کو روک سکے۔اور یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول ہے۔اورانھوں نے ایک عجیب بات یہ کہی ہے: اگر چہ کہ وہ مکمل طور پر شکم سیر نہ ہو کیونکہ وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ شکم سیری کے باوجود مردار کو کھانا حلال ہے۔جب کہ وہ کامل شکم سیری نہ ہو۔مگر میں اس بارے میں کسی کو نہیں جانتا کہ اس نے ایسا کہا ہو۔لیکن ان کا یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے باوجود مردار کے کھانے کو مباح قرار دیا ہے۔اگر وہ اس سے یہ مراد لیتے ہیں کہ مردار کا کھانا مذکورہ حالت کے ساتھ جائز ہے تو یہ ممنوع ہے۔

کیونکہ آیت اس پر دلالت نہیں کررہی ہے اور اگر وہ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مردار کھانا مذکورہ حدیث کے مفہوم میں ہے تو تم یہ جان چکے ہو کہ یہ اس حدیث کے معارض ہے جو اس کے بعد آرہی ہے اور وہ تأویل کا

حنفیہ کے پاس ہے کیونکہ اس حدیث میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ مردار کا حلال ہونا ہلاکت کے خوف پرموقوف نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ جب دودھ کا ایک پیالہ صبح اور ایک پیالہ شام میں پینے کے بعد آدمی پر ہلاکت کا خوف نہیں رہتا ہے۔ ہم نے کہا: پس اس کا جواب یہ ہے کہ ایک پیالہ ساری قوم کیلئے تھا ہر ایک کیلئے ایک ایک پیالہ نہیں تھا کیونکہ ایک دن میں دو پیالوں کے بعد کھانے کی تو کوئی ضرورت نہیں رہتی چہ جائیکہ اضطرار ہو۔

...... **بَابُ اَکْلِ الْمُضْطَرِّ ختم ھوا** ......

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) احتمال بھی رکھتی ہے جیسا کہ گذر چکا ہے اور احتمال کے ہوتے ہوئے استدلال مکمل نہیں ہوتا ہے خصوصاً جب کہ معارض (حدیث) پائی جائے۔ کیونکہ قاعدہ ہے "**ترجیح المحرم علی المبیح احتیاطا**" حرام کرنے والی (نص) کو مباح کرنے والی (نص) پر احتیاطاً ترجیح دی جاتی ہے۔ (مأخوذ از مرقات)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(3/195) بَابُ الْاَشْرِبَةِ

پینے کی چیزوں کا بیان

1/5621 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے[1] ۔ (متفق علیہ)۔

2/5622 ۔امام مسلم نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا ہے:''اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ و سلم فرماتے کہ یہ زیادہ سیراب کرنے والا زیادہ مفید اور زیادہ خوشگوار ہے'' (مسلم)۔

---

[1] قولہ: یتنفس فی الشرب ثلاثا (پیتے وقت تین مرتبہ سانس لیتے تھے) یعنی پینے کے دوران تین مرتبہ سانس لیتے تھے ۔امام بغوی نے شرح السنہ میں کہا ہے کہ اس حدیث شریف سے مراد یہ ہے کہ: تین (گھونٹ) میں پیئے اور ہر گھونٹ میں برتن کو اپنے منہ سے ہٹادے اور سانس لے پھر دوبارہ پیئے ۔اور حدیث شریف جس میں مروی ہے:''نھی عن التنفس فی الاناء'' اس سے مراد یہ ہے کہ برتن کو منہ سے ہٹائے بغیر سانس لے،تو یہ منع ہے۔اور حضرت قاضی صاحب نے کہا ہے کہ تین دفعہ (گھونٹ) میں پینا پیاس کو زیادہ ختم کرنے والا ہے اور ہضم پر زیادہ مؤثر ہے۔معدہ کے فعل کو سست کرنے اور اعصاب کو کمزور کرنے کا اثر نہیں رکھتا۔ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے شرح الشمائل میں کہا ہے کہ سند حسن سے روایت آئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم تین سانس میں پیا کرتے تھے،اور جب برتن کو اپنے دہن مبارک سے قریب کرتے تو بسم اللہ پڑھتے اور جب اس کو ہٹاتے تو الحمدللہ کہتے اور یہ عمل تین مرتبہ کرتے ۔(ماخوذ از مرقات)۔
فتاوی عالمگیریہ میں ہے ایک سانس میں نہ پیئے۔

3/5623 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم اونٹ کی طرح ایک سانس میں نہ پیو لیکن تم دو یا تین سانس میں پیو اور جب پیو تو اللہ کا نام لو اور جب بس کرو تو حمد کرو۔ (ترمذی)۔

4/5624 ۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے برتن میں سانس لینے یا اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔[1] (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

5/5625 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمائے تو ایک شخص نے کہا میں برتن میں کاڑی دیکھتا ہوں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا اس کو بہادو (پھینک دو) تو اس نے کہا میں ایک گھونٹ میں سیر نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا تو تم پیالے کو اپنے منہ سے الگ کرو پھر سانس لو۔ (ترمذی، دارمی)۔

6/5626 ۔ان ہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیالے کے سوراخ سے پینے سے منع فرمایا اور پینے کی چیز میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)۔

7/5627 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے پینے سے منع فرمایا۔[2] (متفق علیہ)۔

---

[1] **قولہ او ینفخ فیہ** ۔صاحب مرقات نے کہا ہے کہ اگر پھونک مارنا ٹھنڈا کرنے کیلئے ہے تو اس کو چاہیئے کہ صبر کرے اور اگر کچرے کی وجہ سے ہے تو اس کو کسی کاڑی یا اس جیسی کسی چیز سے ہٹادے اور انگلی سے نہ ہٹائے کیونکہ طبعیت اس سے گھن کرتی ہے یا پانی کو گرادے (انتھی) ردالمحتار نے الحظر والاباحۃ کے بیان میں کہا ہے کہ دوسری صورت کے بارے میں یہ ہے کہ کھانے میں پھونک مارنا مکروہ نہیں ہے مگر ایسی صورت میں کہ اس میں آواز ہو جیسے اُف، اور منع ایسی صورت میں ہی ہے۔(انتھی)۔

[2] **قولہ : نھی رسول اللہ ﷺ عن الشرب من فی السقایۃ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشکیزے کے منہ سے پینے سے منع فرمایا) اور مظہر نے کہا ہے کہ وہ اس لئے کہ پانی کا ایک دم جانا اور معدہ میں اس کا ایک دم انڈیلا جانا معدہ کو نقصان پہنچاتا ہے۔اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کئی گھونٹ میں پینے کا حکم فرمایا ہے جیسا کہ گزر چکا (انتھی) اور اس لئے بھی کہ برتن کو منہ لگا کر پینا مذموم ہے اور مشکیزے کو منہ

8/5628۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مشکیزوں کے منہ کو الٹا کر پینے سے منع فرمایا۔ (بخاری ومسلم)۔

9/5629۔اور ایک روایت میں یہ زیادہ ہے اوراس کا اختناث یہ ہے کہ اس کے دہانے کو اُلٹادے پھر اس سے پیئے۔

10/5630۔کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور ایک لٹکائے ہوئے مشکیزہ کے منہ سے کھڑے ہوکر پیئے پس میں کھڑی ہوگئی اوراس کے منہ کو کاٹ لی۔ (ترمذی،ابن ماجہ)۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث شریف اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مشکیزے کے منہ سے پینے کی ممانعت تحریمی نہیں ہے بلکہ تنزیہی ہے اور (حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا) عمل بیان جواز کے لئے ہے۔

11/5631۔عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کھڑے ہوکر اور بیٹھ کر پانی پیتے ہوئے دیکھا ہوں۔(ترمذی)۔

12/5632۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں چلتے ہوئے کھاتے اور کھڑے ہوئے پیتے تھے۔1 (دارمی،ابن ماجہ)۔

13/5633۔ابن شہاب سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زوجہ حضرت

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) لگا کر پینے کی صورت میں چسکی لے کر پینا ممکن نہیں ہے اور امام بیہقی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ تم پانی کو اچھی طرح چسکی لیکر پیا کرو۔اوراس کو ایک دم مت انڈیلو۔(مرقات) اور عالمگیری میں ہے چھوٹے بڑے مشکیزے کے منہ سے مت پیو کیونکہ یہ صورت حلق میں کوئی نقصان دینے والی چیز کے داخل ہونے سے خالی نہیں۔(فتاوی غیاثیہ)

1 قولہ: کنّا ناکل علی عھد رسول اللہ ﷺ ونحن نمشی الخ (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانے میں چلتے ہوئے کھاتے تھے) صاحب کوکب دری نے کہا ہے کہ ان دوکاموں میں ممانعت چونکہ شرعی نہیں ہے بلکہ وہ حفظان صحت کے لئے ہے اس لئے اس کا ارتکاب کرنے والا گنہگار نہیں ہوگا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے عمل اوراپنی تقریر سے اس کو بیان فرمادیا ہے۔

عائشہ رضی اللہ عنہا اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ یہ دونوں کسی انسان کے کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔(مالک)۔

14/5634 ۔امام مالک کی ایک روایت میں مخبر سے مروی ہے کہ عمر بن خطاب اور عثمان بن عفان اور علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم کھڑے ہوئے پیتے تھے۔امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اور ہم اس کو اختیار کرتے ہیں کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں 1 اور یہ قول امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ہمارے عام فقہاء کا ہے۔

15/5635 ۔انس رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا کہ کوئی شخص کھڑے ہو کر پیئے ۔(مسلم)۔

16/5636 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم میں کوئی شخص بھی ہرگز کھڑے ہو کر نہ پیئے پس جو کوئی بھول جائے وہ قے کردے۔(مسلم)۔

امام طحاوی وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ ممانعت طبی امر کی بناء پر ہے کیونکہ کھڑے ہو کر کھانے اور پینے میں آفتیں ہیں اور یہ کسی امر شرعی کی بناء پر نہیں ہے۔

17/5637 ۔اور امام شعبی سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا میں کھڑے ہو کر پینے کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ اس میں بیماری ہے۔

18/5638 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں زمزم کے پانی کا ایک ڈول لیکر حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے

---

1 قولہ: لا نری بالشرب قائما باسا (کھڑے ہو کر پینے میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں) اسی لئے عالمگیریہ میں ہے کھڑے ہو کر پینے میں کوئی حرج نہیں ہے (عالمگیریہ)۔اور اگر تم اس مقام کی مزید تفصیل اور تمام ادلہ میں مطابقت چاہتے ہو تو ردالمحتار میں کتاب الطہارت کی طرف مراجعت کرو۔

ہوئے نوش فرمائے 1 (متفق علیہ)۔

19/5639 ۔امام بخاری روایت کئے ہیں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ظہر کی نماز پڑھے اور کوفہ کے کشادہ مقام میں لوگوں کی ضرورتوں (کو سننے) کیلئے بیٹھ گئے یہاں تک کہ عصر کی نماز آ گئی ۔ پانی لایا گیا تو آپ چبوترہ پر نوش فرمائے اور اپنے چہرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوئے اور انھوں نے ان کے سر اور دونوں پاؤں کا بھی ذکر کیا پھر آپ اُٹھے اور اپنا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر پی لئے پھر انھوں نے کہا کہ کچھ لوگ کھڑے ہو کر پینے کو ناپسند کرتے ہیں جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا ہی کیا ہے جیسا میں نے کیا ہے۔ (بخاری)۔

20/5640 ۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک انصاری صاحب کے پاس تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ آپ کے ایک صحابی تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام کیا اور اس آدمی نے جواب دیا اور وہ ایک باغ میں پانی پلٹا رہے تھے۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس کسی مشکیزہ میں باسی پانی ہے تو لے آؤ ورنہ ہم منہ لگا کر پی لیں گے تو انھوں نے کہا میرے پاس مشکیزے میں باسی پانی ہے تو وہ سائبان کی طرف گئے اور پانی کے پیالے میں انڈیلا پھر اس پر ایک گھر کی بکری کا دودھ نچوڑا 2 نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اس کو نوش کیا۔انھوں نے پھر دوبارہ دودھ نچوڑا تو آپ کے ساتھ جو صاحب تھے انھوں نے پیا۔ (بخاری)۔

---

1 قولہ: فشرب وھو قائم (تو آپ کھڑے ہوئے نوش فرمائے) صاحب ردالمختار نے کتاب السراج سے نقل کر کے کہا ہے کہ کھڑے ہو کر پینا پسند نہیں ہے سوائے ان دو موقعوں کے 1) زمزم کا پانی 2) وضو کا بچا ہوا پانی (اھ) ابن ھمام کی شرح ہدایہ میں ہے کہ اپنے وضوء کا بچا ہوا پانی قبلہ رخ کھڑے ہو کر پینا آداب میں سے ہے اور اگر وہ چاہے تو بیٹھ کر پی سکتا ہے۔

2 قولہ : فسکب فی قدح ماء ثم حلب علیہ الخ (اور پانی کے پیالہ میں انڈیلا پھر اس پر ایک بکری کا دودھ نچوڑا)۔اس میں یہ بات ہے کہ گرما کی لو میں ٹھنڈا پانی طلب کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور نیز یہ کہ دودھ کو پیتے وقت پانی سے ملانا بھی جائز ہے البتہ خرید و فروخت کے وقت جائز نہیں ہے۔(عمدۃ القاری)۔

21/5641 ۔ابن ماجہ میں ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔انھوں نے کہا ہم ایک حوض کے پاس سے گزرے اوراس میں منہ لگا کر پینے لگے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: منہ لگا کر مت پیو لیکن اپنے ہاتھوں کو دھولو پھر اس میں پیو کیونکہ ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ کوئی برتن نہیں ہے۔ (ابن ماجہ)۔

صاحب فتح الباری نے کہا ہے کہ اس میں ممانعت تنزیہی ہے اور آپ کا عمل بیان جواز کے لئے ہے اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا واقعہ ممانعت سے پہلے کا ہے ممانعت میں ایسی حالت میں ہے جب کہ اس کی ضرورت نہ ہواور وہ عمل ضرورت کی وجہ سے ہے۔

22/5642 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک پالتو بکری کا دودھ نچوڑا گیا اوراس کے دودھ کو اس کنویں کے پانی سے ملایا گیا جو انس رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ پیالہ دیا گیا آپ نوش فرمائے اور آپ کے بائیں جانب ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدھے جانب ایک اعرابی تھے تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ آپ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو دیجئے مگر آپ اس اعرابی کو دیئے جو آپ کے سیدھے جانب تھا پھر آپ نے فرمایا پہلے سیدھے جانب والے پھر اُن کے سیدھے جانب والے [1]۔

23/5643 ۔اور ایک روایت میں ہے پہلے وہ لوگ جو سیدھے جانب ہیں پھر وہ جو ان کی سیدھے جانب ہیں سنو تم سیدھے جانب والوں کو دیا کرو۔ (متفق علیہ)۔

24/5644 ۔سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ

---

[1] قولہ :الایمن فالایمن ۔امام زرقانی نے کہا انس رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سنت ہے یعنی تم سیدھی جانب والے کو مقدم کروا گرچیکہ وہ مفضول ہو۔اوراس میں ابن حزم نے کہا ہے کہ سیدھے جانب والے پر دوسرے کو اس کی اجازت کے بغیر مقدم کرنا جائز نہیں ہے (تعلیق مجد) اور فتح الباری میں جمہور کے پاس یہ مستحب ہے اور ابن حزم کے پاس واجب ہے۔

علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک پیالہ لایا گیا تو آپ اس میں سے نوش فرمائے اور آپ کی سیدھی جانب قوم کا ایک چھوٹا لڑکا تھا اور بڑے لوگ آپ کے بائیں جانب تھے۔ تو آپ نے فرمایا اے لڑکے کیا تو اس بات کی اجازت دیگا کہ میں یہ بڑوں کو دوں تو اس نے کہا یا رسول اللہ آپ کے پس نوشیدہ پر کسی کو ترجیح نہیں دوں گا 1؎ تو آپ نے وہ اس کو دیدیا۔ (متفق علیہ)۔

25/5645۔ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے 2؎ وہ اس کے سوا نہیں کہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ

1؎ قولہ: **ما کنت لاوثر بفضل منک احدا** (میں آپ کے پس نوشیدہ پر کسی کو ترجیح نہیں دونگا) صاحب مرقات نے کہا فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ تقربات دینیہ اور اطاعت کے اُمور میں ایثار نہیں کیا جاتا۔ اور ایثار تو ان چیزوں میں ہے جس میں نفس کی لذتیں ہیں۔ پس مثال کے طور پر پہلی صف کی اپنی جگہ میں دوسرے کو ترجیح دینا ایثار کرنا مکروہ ہے اور اس میں یہ ہے کہ جو شخص کسی جائز مقام پر یا کسی عالم کی یا کسی بزرگ کی مجلس میں پہلے پہنچ جائے تو وہ اس جگہ کا زیادہ حقدار ہے اس شخص کے مقابلہ میں جو اس کے بعد آئیگا۔ امام نووی نے کہا ہے کہ تقرب کے کاموں میں ایثار مکروہ ہے اور ان کاموں میں جس میں حظ نفس ہے مستحب ہے۔

2؎ قولہ: **الذی یشرب فی اٰنیة الفضة** الخ (جو شخص چاندی کے برتنوں میں پیتا ہے) امام نووی نے کہا علماء کا اتفاق ہے سونے اور چاندی کے برتن میں کھانا اور پینا مرد اور عورت کے لئے حرام ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے پس ان دونوں کا استعمال کھانے پینے اور طہارت اور ان دونوں میں سے کسی کے بھی چمچے سے کھانے اور ان کے عوددان میں عود جلانے اور برتن میں پیشاب کرنے کے لئے اور دوسری چیزوں میں بھی خواہ وہ چھوٹی ہوں یا بڑی ہوں ان دونوں کا استعمال حرام ہے۔

علماء نے کہا ہے کہ ان دونوں میں کھانے کی ابتلاء پیش آئے تو ان دونوں کو کسی دوسرے برتنوں میں نکال دے اور اگر کسی چاندی کی شیشی میں تیل کی ابتلاء میں پڑ جائے تو اس کو بائیں ہاتھ میں انڈیل لے پھر اس کو سیدھے ہاتھ میں ڈال کر اس کا استعمال کرے اور سونے چاندی کے برتنوں سے گھروں دوکانوں وغیرہ کی زینت کرنا حرام ہے۔ (مرقات بحوالہ ہدایہ) اور قاضی خاں رحمہ اللہ نے کہا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا اور تیل لگانا مکروہ ہے۔ اسی طرح عوددان سرمہ دانیاں، تیل دان اور اسی طرح سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا مکروہ ہے اور عورتوں کیلئے زیوارت کے سوا سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا تیل لگانا بھی مکروہ ہے اور بوڑھی عورتیں بھی ان تمام امور میں مرد لوگوں کی طرح ہیں۔

بھرتا ہے۔ (متفق علیہ)۔

26/5646۔مسلم شریف کی ایک روایت میں'' انَّ الَّذِی یَأْکُلُ وَ یَشْرَبُ فِی آنِیَۃِ الْفِضَّۃِ وَالذَّھَبِ'' ہے (جو آدمی کھاتا ہے اور پیتا ہے چاندی کے برتنوں میں)۔

27/5647۔حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہوں کہ تم ریشم مت پہنو اور موٹا ریشم بھی مت پہنو 1 سونے اور چاندی کے برتنوں میں مت پیو اور اس کی رکابیوں میں مت کھاؤ کیونکہ یہ ان کے لئے دنیا میں ہیں اور وہ تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔ (متفق علیہ)۔

28/5648۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں یا کسی ایسے برتن میں جس میں اس میں کی کوئی چیز ہو پیتا ہے تو وہ اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرتا ہے۔2 (دارقطنی)۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) اور مردلوگوں کو چاندی کی انگوٹھی ،تلوار اور ہتھیار پر چاندی کا پانی چڑھانے کی اجازت ہے اس کے سوا دیگر چیزیں جو سونے ، چاندی سے بنائی جاتی ہیں یا سونا و چاندی کا پانی اس پر چڑھایا گیا ہو اس کی اجازت نہیں ہے۔صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ صاحب جامعہ صغیر نے کہا ہے کہ مکروہ ہونے سے مراد تحریمی ہے۔

1 قولہ : لاتلبسوا الحریر ولا الدیباج . (تم ریشم مت پہنو اور موٹا ریشم بھی مت پہنو) صاحب مرقات نے کہا ہے کہ کپڑے کے کناروں سے اور جیسا کہ متعارف ہے چار انگشت ریشم کی مقدار مستثنٰی ہے اگر اس کا بانا دوسرے کا ہو اور اس کا تانا ریشم کا ہو تو یہ جائز ہے اور اگر اس کے برعکس ہو تو یہ ناجائز ہے مگر جنگ میں ریشم جائز ہے اور خارش کی یا جوں کی کثرت کی وجہ سے بھی ریشم کی اجازت دی جاسکتی ہے۔

2 قولہ: من شرب فی اناء ذھب او فضۃ او اناء فیہ شیئی من ذلک الخ۔(جو شخص سونے یا چاندی کے برتن یا کسی ایسے برتن میں جس میں اس کی کوئی چیز ہو پیتا ہے) امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا کہ تخت کرسیاں اگر ان پر چاندی کا یا سونے کا پتر چڑھایا جائے تو مکروہ تحریمی ہے اسی طرح شمعدان جب وہ چاندی یا سونے کے ہوں اور اسی طرح لگام اور رکاب وغیرہ بھی چاندی یا سونے کے ہوں مکروہ ہیں۔ کیونکہ احادیث شریفہ مطلق ہیں اور دارقطنی کی روایت کردہ یہ حدیث اس کی تائید کرتی ہے اور اس لئے کہ جو شخص کسی برتن کو استعمال کرے گا تو اس کا ہر حصہ استعمال کرنے والا ہوگا اور یہی بات ائمہ ثلاثہ امام شافعی ، امام مالک اور امام

29/5649 ۔اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے جوڑ پر چاندی کے تار لگا دیئے تھے۔

30/5650 ۔اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں حضرت عاصم احول رحمۃ اللہ علیہ سے اس طرح مروی ہے: آپ نے فرمایا: میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پیالہ کی زیارت کی، میں نے دیکھا کہ اس میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) احمد رحمہم اللہ تعالٰی نے کہا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ چاندی کا پتر چڑھے ہوئے برتن میں پینا اور چاندی کا پتر چڑھا ہوا زین پر سوار ہونا اور چاندی کا پتر چڑھی ہوئی کرسی پر اور چاندی کے پتر چڑھے ہوئے پلنگ پر بیٹھنا بشرطیکہ چاندی کی جگہ سے اجتناب کرتا ہو تو یہ سب جائز ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ چاندی اور سونا چڑھے برتن میں اگر پیتے وقت اپنا منہ اس سے ہٹ کر لکڑی پہ رکھتا ہے اور کرسی و پلنگ میں اس کی لکڑی پر سونا چاندی سے ہٹ کر بیٹھتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی دلیل حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ ٹوٹ گیا تو آپ نے اس کے شگاف کو چاندی کی زنجیر سے باندھا تھا۔(بخاری)۔
اور امام احمدؒ کی دلیل عاصم احوال سے مروی حدیث شریف ہے۔میں انس رضی اللہ عنہ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیالہ دیکھا اس میں چاندی کا موسلا تھا اور چاندی کا پانی پلانا اور اس جیسی کوئی چیز ضمنا ہوتی ہے اور ضمنی چیزوں کے اعتبار نہیں ہوتا جیسے وہ جبہ جس میں ریشم سے سیا گیا ہو اور کپڑے میں نشان اور نگوں میں سونے کے کیل کی طرح مکروہ نہیں ہے۔امام زیلعی نے کہا مروی ہے کہ یہ مسئلہ امام جعفر دوانقی کی مجلس میں پیش کیا گیا اس مجلس میں امام ابوحنیفہؒ اور اس دور کے ائمہ موجود تھے تو ائمہ کرام نے کہا کہ یہ مکروہ ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ خاموش تھے تو آپ سے کہا گیا کہ آپ کیا فرماتے ہیں تو آپ نے فرمایا اگر وہ اپنا منہ چاندی کے مقام پر رکھا تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ نہیں۔تو آپ سے کہا گیا یہ بات کہاں سے ثابت ہے تو آپ نے فرمایا آپ کیا کہتے ہیں اگر اس کی انگلی میں چاندی کی انگوٹھی ہو اور وہ اپنی ہتھیلی سے پیئے تو کیا وہ مکروہ ہے تو سارے لوگ توقف کئے اور امام ابوجعفر آپ کے اس جواب سے تعجب کئے۔اور امام محمدؒ کا قول امام ابوحنیفہ کے ساتھ بھی مروی ہے اور امام ابو یوسفؒ کے ساتھ بھی مروی ہے۔(ملخص از فتاوی قاضی خاں وردالمحتار وبنایہ وہدایہ)۔

چاندی کا حلقہ لگا ہوا تھا۔

31/5651۔**عن الزهری عن عروة عن عائشه قالت** : حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زیادہ پسندیدہ مشروب وہ جو ٹھنڈا اور میٹھا تھا۔(ترمذی)۔

32/5652۔عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے سُقیا (چشمہ) سے میٹھا پانی لایا جاتا تھا۔اور وہ (سقیا) ایک چشمہ ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان دو دن کا فاصلہ ہے۔(ابوداؤد)۔

33/5653۔ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ''. (اے اللہ ہمارے لئے اس میں برکت عطا فرما اور ہم کو اس سے اچھا کھلا)۔

اور جب دودھ پلایا جائے تو کہے ''اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ''۔ (اے اللہ تو ہمارے لئے اس میں برکت عطا فرما) کیونکہ کھانے اور پینے دونوں کیلئے کام آنے والی چیز صرف دودھ ہے۔ (ترمذی،ابوداؤد)۔

......بَابُ الْاَشْرِبَةِ ختم ہوا......

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(4/196) بَابُ النَّقِيعِ وَالْأَنْبِذَةِ

نقیع اور نبیذ کا بیان

1/5654 ۔انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں اپنے اس پیالے سے تمام پینے کی چیزیں شہد، نبیذ، پانی اور دودھ پلایا ہوں۔ 1 (مسلم)۔

2/5655 ۔عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہم مشکیزے میں نبیذ بنایا کرتے تھے 2 اور اس کے اوپر کا حصہ بند کردیا جاتا تھا اور اس کو دہانہ بھی تھا ہم اس میں صبح نبیذ بناتے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو شام میں پیتے اور اس کو صبح میں بناتے تو آپ شام میں پیتے۔ (مسلم)۔

3/5656 ۔ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے رات کے ابتداء میں نبیذ بنائی جاتی اور اس دن کی صبح اور وہ رات جو اس کے بعد آتی ہے اور

---

1 **قولہ والنبیذ** (اور نبیذ) صاحب مرقات نے کہا ہے کہ یہ نبیذ طاقت کے بڑھانے میں بڑی فائدہ مند ہے اور علامہ میرک نے کہا ہے کہ جب تک وہ میٹھا ہے اور سکر کے درجہ تک نہیں پہنچا ہے تو بالاتفاق حلال ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کل مسکر حرام، ہر نشہ آور حرام ہے۔

2 **قولھا کنا ننبذ لرسول اللہ ﷺ** (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے نبیذ بناتے) امام نووی نے کہا ہے اس میں نبیذ بنانے کے جواز کی دلیل ہے اور یہ کہ جب تک وہ میٹھا ہو اور اس میں تغیر نہ آیا ہو اور جوش نہ آیا ہو تو اس کے پینے کے جائز ہونے کی بھی دلیل ہے اور یہ باتفاق امت جائز ہے۔

دوسرا دن اور دوسری رات اور اس کے بعد کا دن عصر تک آپ اس کو نوش فرماتے 1 اور اگر کچھ باقی رہ جاتی تو آپ خادم کو پلا دیتے یا اس کے متعلق حکم فرماتے تو وہ بہادی جاتی۔2 (مسلم)۔

4/5657 ۔ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدو کے خول اور سبز روغنی برتن اور ڈانبری روغن کے برتن اور لکڑی میں کھودے ہوئے برتن سے منع

---

1 قولہ: **فیشربہ اذا اصبح یومہ ذلک...... الخ** (اس دن کی صبح میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نوش فرماتے) امام نوویؒ نے کہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سابق حدیث میں یہ قول کہ ہم اس کی صبح نبیذ بناتے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو شام میں نوش فرماتے یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تین دن تک نوش فرمانے کی اس حدیث شریف کے مخالف نہیں ہے کیونکہ ایک دن پینا اس سے زیادہ کے لئے مانع نہیں ہوتا اور بعض حضرات نے یہ کہا ہے کہ ہوسکتا ہے حضرت عائشہ کی حدیث گرما کے زمانہ کی ہو کیونکہ ایک دن سے زائد ہو جائے تو اس کے فساد کا اندیشہ ہوتا ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ایسے زمانہ کی ہو جس میں تین دن سے پہلے تک تغیر سے بے خوفی رہتی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث شریف تھوڑی نبیذ پر محمول ہو جو اس ایک دن میں ختم کی جاسکتی ہو اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث زیادہ مقدار پر محمول ہو جو اس ایک دن میں ختم نہیں کی جاسکتی۔

2 قولہ **فان بقی شیئی سقاہ الخادم او امر بہ فصب** (اگر کچھ باقی رہ جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خادم کو دیتے یا اس کے متعلق حکم فرمادیتے تو وہ بہادی جاتی)۔امام نووی نے کہا ہے تین دن کے بعد خادم کو پلانا اور اس کو بہادینا یہ اس لئے ہے کہ تین دن کے بعد اس میں تغیر کا اندیشہ ہوجاتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین دن کے بعد اس سے احتیاط کرتے تھے۔اور **سقاہ الخادم و صبہ** کا مطلب یہ ہے کہ کبھی خادم کو پلا دیتے تھے اور کبھی بہا دیتے تھے اور یہ اختلاف نبیذ کی حالت کے اختلاف کی وجہ سے ہے اگر اس میں کوئی تغیر اور نشہ کی ابتدائی علامتیں ظاہر نہیں ہوئی ہیں تو خادم کو پلا دیتے تھے بہاتے نہیں تھے کیونکہ وہ مال ہے اس کو ضائع کرنا حرام ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم احتیاطا اس کا پینا چھوڑ دیتے اور اگر اس میں تغیر اور نشہ کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہوگئی ہوتیں تو اس کو بہادینے کا حکم فرماتے کیونکہ جب وہ نشہ آور ہوگیا تو حرام ہوگیا اور نجس ہوگیا تو اس کو بہادیا جاتا اور خادم کو نہیں پلاتے کیونکہ نشہ آور چیز کو خود پینا ناجائز ہے اسی طرح خادم کو پلانا بھی ناجائز ہے اور اب رہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تین دن سے پہلے تک پینا یہ اس بناء پر تھا کہ اس میں نہ کوئی تغیر آتا تھا اور نہ ہی تغیر کی ابتدائی علامتیں ظاہر ہوتیں اور نہ ہی کسی قسم کا شک ہوتا۔

فرمایا [1] اور حکم فرمایا کہ چمڑے کی مشکیزوں میں نبیذ بنائی جائے۔ (مسلم)۔

5/5658 ۔امام بخاریؒ کی ایک روایت میں عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہری ٹھلیا کی نبیذ سے منع فرمایا ہے تو میں نے کہا کیا ہم سفید میں پئیں تو انھوں نے کہا نہیں۔ (بخاری)۔

6/5659 ۔بریدۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تم کو برتنوں سے منع کیا تھا تو برتن کسی چیز کو حلال کرتے ہیں نہ اس کو حرام کرتے ہیں اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ (مسلم)۔

7/5660 ۔امام مسلم کی ایک روایت میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں نے تم کو مشروبات سے منع کیا تھا سوائے اس کے کہ چمڑے کے برتنوں میں ہو۔پس تم ہر برتن میں پیو [2] مگر نشہ آور کو مت پیو۔ (مسلم)۔

ملا علی قاریؒ نے کہا ہے کہ یہ حدیث عجیب احادیث میں سے ہے اس بناء پر کہ اس میں ناسخ و منسوخ دونوں جمع ہیں۔

8/5661 ۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشکیزہ میں نبیذ بنائی جاتی تھی جب وہ مشکیزہ نہیں پاتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے پتھر

---

[1] **قولہ : ان رسول اللہ ﷺ نھی عن الدباء الخ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کدو کے خول سے منع فرمایا) یہ اسلام کے ابتدائی دور میں تھا اس اندیشہ سے کہ کہیں وہ نشہ آور ہو جائے اور اس کا پتہ نہ چلے اور جب زمانہ طویل ہو گیا اور نشہ کی حرمت معلوم ہو گئی اور اس کی حرمت کی شہرت بھی ہو گئی تو ہر برتن میں نبیذ بنانا جائز کر دیا گیا۔(مرقات)۔

[2] **قولہ: فاشربوا فی کل وعاء الخ** (پس تم ہر برتن میں پیو) اسی لئے صاحب درمختار نے کہا ہے نبیذ بنانا دباء میں جائز ہے دباء جمع ہے اس کا واحد دباءۃ ہے اور اس کے معنی کدو کے ہیں حنتم ،مزفت اور نقیر میں بھی جائز ہے حنتم سبز ٹھلیا ہے اور مزفت ڈانبر سے لیپ کیا ہوا برتن۔اور نقیر وہ لکڑی ہے جس کو چھیل کر برتن بنا لیا گیا ہے۔اس بارے میں جو ممانعت آئی تھی وہ منسوخ ہو گئی ہے۔

کے برتن میں نبیذ بنائی جاتی۔[1] (مسلم)۔

9/5662 ۔ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے [2] اور اس کو اس کے

---

[1] قولہ: کان ینبذ لرسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم فی تور من حجارۃ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے پتھر کے برتن میں نبیذ بنائی جاتی) امام نووی رحمہ اللہ نے کہا کہ اس میں صراحت ہے اس بات کی کہ کثیف برتنوں جیسے کدو کا خول، سبز ٹھلیا، لکڑی کا برتن وغیرہ میں نبیذ بنانے سے ممانعت منسوخ ہوگئی ہے کیونکہ پتھر کا برتن ان برتنوں سے زیادہ کثیف ہے اور منع کئے جانے کا وہ زیادہ مستحق تھا۔ اور جب اس میں آپ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وصحبہ و سلم کے لئے نبیذ بنانا ثابت ہے تو یہ دلالت کرتا ہے کہ سابق حکم منسوخ ہے اور یہ بریدہ رضی اللہ عنہ کی سابقہ اس حدیث شریف کے موافق ہے کہ میں تم کو برتنوں سے منع کیا تھا تو تم اس میں نبیذ بنایا کرو اور ہر نشہ آور چیز سے بچو۔

[2] قولہ: لیشربن ناس من امتی الخمر یسمونھا بغیر اسمھا (میری امت میں کچھ لوگ شراب پئیں گے اور اس کو اس کے نام کے سوا دوسرا نام دیں گے) تم اس بات کو جانو کہ وہ تمام چیزیں جن سے شراب کشید کی جاتی ہے وہ چار ہیں ۱) انگور ۲) کھجور ۳) کشمش ۴) اور دانے جیسے گیہوں، جَو، مکئی، پھر ان سے جو پانی کشید کیا جاتا ہے اس کی دو حالتیں ہوتی ہیں ۱) کچا ۲) پکایا ہوا۔ اور جو پکایا ہوا ہے کبھی اس حد تک پکایا جاتا ہے کہ ایک ثلث 1/3 باقی رہتا اور دو ثلث 2/3 باقی رہتا ہے اور کبھی نصف 1/2 رہ جاتا ہے۔
اور جو مشروبات حرام ہیں وہ چار ہیں اور حلال بھی چار ہیں (درر، درمختار) پس وہ چار مشروبات جو حلال ہیں جب اس میں جوش آجائے اور وہ تیز ہوجائے (جھاگ آجائے) بیشک اس میں کی وہ تھوڑی مقدار جو نشہ آور نہیں ہے حلال ہے جب کہ وہ عبادت کے لئے قوت حاصل کرنے کیلئے ہو۔ اور اگر نفسانی خواہش کے لئے ہو تو حرام ہے اور کثیر مقدار جو مسکر ہوتی ہے حرام ہے۔ یہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور امام ابو یوسف کا بھی قول ہے۔ لیکن امام شافعی، امام احمد، امام مالک اور امام محمد بن حسن رحمھم اللہ کا مذہب یہ ہے کہ جو مائع اور مسکر ہے اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار سب حرام ہے خواہ وہ نشہ لائے یا نشہ نہ لائے اور ہمارے ارباب فتوی نے امام محمد بن حسن کے قول پر فتوی دیا ہے۔ پس وہ چار اشربہ سے مراد جو شیخین کے پاس حلال ہیں وہ جب کہ اس میں جوش آئے اور وہ تیز ہوجائیں ورنہ وہ حرام نہیں ہیں ورنہ دوسرے اشربہ کی طرح وہ بھی بالاتفاق حرام نہیں ہیں۔

نام کے سوا دوسرا نام رکھیں گے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

..................: **نقیع اور نبیذ کا بیان ختم ہوا** :..................

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) میں کہتا ہوں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے خلاف اس حدیث شریف میں کوئی حجت نہیں ہے کیونکہ آپؐ نے خمر کو کوئی دوسرا نام نہیں دیا ہے آپؒ جو فرماتے ہیں وہ ابن مسعود، وکیع، سفیان ثوری اور اوزاعی وغیرہ کے قول کے مطابق ہے اور اس کی تفصیل دلائل کے ساتھ "**باب بیان الخمر و وعید شاربها**" میں گزر چکی ہے اور اگر چاہتے ہو تو اس کی طرف مراجعت کرو۔ بلکہ اس حدیث شریف میں مراد وہ ہے جس کو لوگ اس کے نام سے ہٹ کر خمر نام دیتے ہیں جیسے مشروب مفرح، عرق النشاط اور شراب الصالحین ہے اور وہ کہتے ہیں کہ وہ حرام نہیں ہے حالانکہ وہ اس میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ ہر مسکر (نشہ آور) حرام ہے۔ پس مدار اس پر ہے کہ مسکر حرام ہے اس کا کوئی بھی دوسرا نام دینا فائدہ نہیں دیگا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(5/197) بَابُ تَغْطِیَةِ الْأَوَانِیْ وَغَیْرِهَا

برتنوں کو ڈھانکنے وغیرہ کا بیان

1/5663۔ جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب رات آجائے یا تم شام کرو تو تم اپنے بچوں کو روک لو۔ [1] کیونکہ شیطان اس وقت پھیل جاتا ہیں۔ پس جب رات کا کچھ حصہ گذر جائے تو تم ان کو چھوڑ و اور دروازے بند کر دو اور اللہ کا نام لو [2] کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا اور اپنے مشکیزوں کو باندھ دو اور اللہ تعالیٰ کا نام لو اور تم اپنے برتنوں کو ڈھانک دو اور اللہ کا نام لو اگر چیکہ اس پر کوئی چیز آڑی رکھ کر ہی کیوں نہ ہو اور اپنے چراغوں کو بجھا دو۔ (متفق علیہ)۔

2/5664۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد

---

1. قولہ فکفوا صبیانکم الخ (تو تم اپنے بچوں کو روک لو) صاحب مسوی نے کہا اور اسی پر اہل علم کا عمل ہے۔ (انتھی)۔ اور صاحب مرقات نے کہا: قرطبی کا کہنا ہے کہ اس باب کے تمام احکام مصلحت کی طرف رہنمائی کی قبیل سے ہیں۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ استحباب کیلئے ہوں خاص طور پر اس شخص کے حق میں جو حکم کو بجالانے کی نیت رکھے اور دروازے بند کرنا رات کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان تمام باتوں کی اصل شیطان کی طرف لوٹتی ہے۔ کیونکہ وہی چوہے کو جلانے پر ابھارتا ہے۔

2. قولہ واذکروا اسم اللہ (اور تم اللہ کا نام لو) امام نووی کہتے ہیں اس میں بھلائی کی اور جامع آداب کی کل قسموں کا بیان ہے۔ دنیوی اور اخروی آفات سے سلامت رہنے کے لئے ہر حرکت اور سکون میں اللہ تعالیٰ کا نام لینا ان سب کا جامع ہے۔ (مرقات)۔

فرمایا تم شام کے وقت برتنوں کو ڈھانکو اور مشکیزوں کو باندھو اور دروازوں کو بند کرو اور اپنے بچوں کو ایک جگہ کرلو کیونکہ اس وقت جنات کا پھیلنا اور اچک لینا ہوتا ہے اور تم سوتے وقت چراغوں کو بجھادو کیونکہ [1] چوہا بسا اوقات بتی کو کھینچ لاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے۔

3/5665 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: برتن کو ڈھانکو اور مشکیزے کو باندھو اور دروازے بند کرو اور چراغوں کو بجھادو کیونکہ شیطان مشکیزہ کو نہیں کھولتا اور دروازے نہیں کھولتا اور برتن کے ڈھکن کو نہیں ہٹاتا۔

پس اگر تم میں سے کوئی اس کے سوا نہ پائے کہ وہ اپنے برتن پر ایک لکڑی آڑی رکھ دے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے تو چاہئے کہ وہ ایسا کرے کیونکہ چوہا گھر والوں پر ان کے گھر کو جلا دیتا ہے۔

4/5666 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب سورج غروب ہوجائے تو مویشیوں اور بچوں کو مت چھوڑو یہاں تک کہ عشاء کے وقت کی تاریکی چلی جائے کیونکہ شیطان جب سورج غروب ہوجائے تو اپنی فوج کو بھیجتا ہے، یہاں تک کہ عشاء کی تاریکی چلی جائے۔

5/5667 ۔اور مسلم کی ایک روایت میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم برتن کو ڈھانکو اور مشکیزہ کو باندھو کیونکہ سال میں ایک ایسی رات ہوتی ہے جس میں وباء نازل ہوتی ہے۔ جب وہ کسی ایسے برتن کے پاس سے گذرتی ہے جس پر کوئی ڈھکن نہ ہو یا ایسے مشکیزہ کے پاس سے جس پر کوئی بندھن نہ ہو تو ضرور اس میں اس وباء کا اثر آجاتا ہے۔

6/5668 ۔اور انہی سے روایت ہے، انھوں نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جب تم رات میں کتوں کے بھونکنے اور گدھوں کی آواز کو سنو تو شیطان مردود سے اللہ

---

[1] قوله فان الفويسقة ربما اجترت الفتيلة فاحرقت اهل البيت (کیونکہ چوہا بسا اوقات بتی کو کھینچ لاتا ہے اور گھر والوں کو جلا دیتا ہے) امام نووی نے کہا: یہ عام ہے جس میں چراغ وغیرہ داخل ہے اور اب رہا لٹکی ہوئی قندیلیں تو اگر ان کی وجہ سے آگ کا اندیشہ ہو تو وہ اس میں داخل ہیں ورنہ علت کے نہ ہونے کی وجہ سے کوئی حرج نہیں ہے۔(مرقات)۔

کی پناہ چاہو کیونکہ یہ وہ دیکھتے ہیں جو تم نہیں دیکھتے۔اور جب پیر چلنے سے رک جائیں تو تم باہر نکلنا کم کردو کیونکہ اللہ بزرگ و برتر اس کی رات میں اپنی مخلوق میں سے جو چاہتا ہے پھیلا دیتا ہے اور تم دروازے بند کرواور اس پر اللہ کا نام لو کیونکہ شیطان کسی ایسے دروازے کو نہیں کھولتا جب اس کو اللہ کا نام لے کر بند کیا جائے اور تم گھڑوں کو ڈھانکو اور برتنوں کو اوندھا کردواور مشکیزوں کو باندھ دو۔(شرح السنہ)

امام احمد، اور بخاری نے اپنی تاریخ میں اور ابوداؤد، اور ابن حبان اپنی صحیح میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں انہی سے ایسا ہی روایت کیا۔

7/5669۔انہی سے روایت ہے:انھوں نے کہا: انصار میں کے ابوحمید نامی ایک صاحب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مقام نقیع سے دودھ کا ایک برتن لائے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:تم نے اسے ڈھانکا کیوں نہیں اگرچیکہ تم اس پر ایک لکڑی آڑی ہی رکھ دیتے۔(متفق علیہ)۔

8/5670۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:تم اپنے گھروں میں آگ مت چھوڑو جس وقت تم سوتے ہو۔ (متفق علیہ)۔

9/5671۔ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: مدینہ منورہ میں ایک مکان رات کے وقت اس میں رہنے والوں پر جل گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کے بارے میں ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بیشک یہ آگ اس کے سوا نہیں کہ تمہاری دشمن ہے پس جب تم سوجاؤ تو تم اس کو اپنے پاس سے بجھادو۔ (متفق علیہ)۔

10/5672۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا: ایک چوہا بتی کھینچ لایا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اس چٹائی پر ڈالدیا جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرماتھے۔پس اس کا ایک درہم کے مقدار حصہ جل گیا،تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جب تم سوجاؤ تو اپنے چراغوں کو بجھادو کیونکہ شیطان اس کام پر اس جیسے موذی جانور کی رہنمائی کرتا ہے چنانچہ وہ تمہیں جلادیتا ہے۔ (ابوداؤد)۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(21) كِتَابُ اللِّبَاسِ

لباس کے مضامین

وَقَوْلُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ: " يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ۭ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ، ذٰلِكَ خَيْرٌ ". (اے بنی آدم! ہم نے تمہارے لئے ایسا لباس مہیا کیا جو تمہاری ستر پوشی کرتا ہے اور (جو باعث) زینت بھی ہے اور جو پرہیزگاری کا لباس ہے وہ تمام لباسوں سے بہتر لباس ہے)۔ (7۔سورۃ الاعراف، آیت نمبر:26)۔

وَقَوْلُهٗ تَعالىٰ : " قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ". (اے پیغمبر! ان لوگوں سے) پوچھئے کہ جو زینت (کے سامان) اور کھانے (پینے) کی پاکیزہ چیزیں اللہ نے اپنے بندوں کیلئے پیدا کی ہیں ان کو کس نے حرام کیا؟)۔ (7۔سورۃ الاعراف، آیت نمبر:32)۔

1/5673 ۔انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں سے حبرۃ (دھاری دار یمنی چادر) کو پہننا زیادہ پسند تھا [1] ۔ (بخاری، مسلم)۔

---

[1] قولہ : كان احب الثياب الى النبى ﷺ ان يلبسها الحبرة. (نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کپڑوں میں سے حبرۃ (دھاری دار یمنی چادر) پہننا زیادہ پسند تھا) امام جزری نے کہا ہے کہ اس میں حبرہ پہننا مستحب ہونے کی اور دھاری دار کپڑا پہننے کے جواز کی دلیل ہے اور امام میرک نے کہا ہے کہ اسی پر اتفاق ہے۔(مرقات، نووی)

2/5674۔ان ہی سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیمار تھے آپ اسامہ پر ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر قطری کپڑا تھا اس کو آپ لپیٹے ہوئے تھے اور آپ نماز پڑھائے۔ (شرح السنۃ)۔

3/5675۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر دو موٹے قطری کپڑے تھے اور آپ جب بیٹھتے تو آپ پر بوجھ کی وجہ پسینہ آجاتا۔ملک شام سے فلاں یہودی کا کچھ کپڑا آیا تو میں نے عرض کیا اگر آپ اس کے پاس کسی کو بھیجتے اور اس سے دو کپڑے سہولت حاصل ہونے تک کیلئے خرید لیتے ،تو آپ اس کے پاس بھیجے تو اس نے کہا میں جانتا ہوں آپ کیا چاہتے ہیں آپ میرا مال لے لینا چاہتے ہیں۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا وہ جھوٹ بولا وہ خوب جانتا ہے کہ بلاشبہ میں سب لوگوں میں زیادہ پرہیزگار اور امانت کو سب سے زیادہ ادا کرنے والا ہوں۔ (ترمذی،نسائی)۔

4/5676۔ان ہی سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لئے ایک کالی چادر تیار کی گئی آپ نے اس کو پہنا جب اس میں آپ کو پسینہ آیا تو آپ نے اون کی بو محسوس کی تو اس کو نکال دیئے۔ (ابوداؤد)۔

5/5677۔ابوبردہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ نے ہمارے سامنے ایک پیوند والی کمبل اور ایک موٹی تہبند نکالی اور فرمائیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس ان دو(کپڑوں)میں قبض کی گئی [1] (متفق علیہ)۔

6/5678۔ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو

---

[1] قبض روح رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم فی ھذین (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی روح اقدس ان دو(کپڑوں میں قبض کی گئی)امام نووی نے کہا ہے کہ اس جیسی احادیث شریفہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا زہد اور دنیا کے سامان اور اس کی لذتوں سے اجتناب کا بیان ہے۔اس امت پر واجب ہے کہ آپ کی اقتداء کریں اور آپ کی ساری مبارک زندگی میں آپ کے نشان قدم پر چلتے رہیں۔(مرقات)۔

کپڑوں میں زیادہ پسندیدہ قمیص ہے۔ (ترمذی،ابوداؤد)۔

7/5679 ۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ٹخنوں سے اوپر قمیص پہنتے تھے جس کی دونوں آستین آپ کے انگلیوں کے کناروں کے برابر ہوتیں 1 (ابن حبان) اور ملاعلی قاری نے کہا ہے کہ صاحب جامع صغیر نے ان ہی سے ابن ماجہ کی روایت سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

8/5680 ۔ابو کبشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کی ٹوپیاں گول چوڑی ہوتی تھیں۔ 2 (ترمذی)۔

---

1 **قولہ : مستوی الکمین بأطراف اصابعہ** (دونوں آستین آپ کے انگلیوں کے کناروں کے برابر ہوتیں) صاحب ردمحتار نے کہا ہے کہ تم اس بات کو جانو کے کپڑا پہننا ایک تو فرض ہے وہ اس قدر جو شرم کے حصہ کو چھپائے اور گرمی اور سردی کو دفع کرسکے اور بہتر ہے کہ وہ روئی کا یا کتان کا یا اون کا ہو، سنت کے مواقف اس طرح کہ اس کا دامن نصف پنڈلی تک ہو اور اس کی آستین انگلیوں کے کناروں تک ہو اور اس کا منہ ایک بالشت ہو۔ اور مرقات الصعود میں ہے کلائی تک کی حدیث اس قمیص کے ساتھ مخصوص ہے جس کو آپ سفر میں پہنا کرتے تھے اور حضر میں روئی کی قمیص پہنتے تھے جس کے دونوں آستین انگلیوں تک ہوتے تھے۔ امام بیہقی کی شعب الایمان میں روایت کردہ حدیث میں ایسا ہی ہے اور اس میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ تعالیٰ سے روایت ہے کہ آپ قمیص کی آستین کو دراز رکھتے یہاں تک کہ انگلیوں تک پہنچ جاتی اور جو اس سے زائد ہو جاتی تو اس کو کاٹ دیتے تھے۔

2 **قولہ : کان کمام اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بُطحا** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کی ٹوپیاں گول چوڑی ہوتی تھیں) **کِمام** کاف کو زیر کے ساتھ **کُمہ** کاف کو پیش کی جمع ہے جیسے قباب قبہ کی جمع ہے وہ گول ٹوپی ہے چونکہ وہ سر کو چھپاتی ہے اس لئے اس کا نام **کمہ** رکھا گیا ہے۔ اور **بطحا** ب کو پیش اور ط کو جزم کے ساتھ **بطحاء** کی جمع ہے یعنی وہ ٹوپی سر پر پھیلی ہوئی اور چپٹی ہوئی ہوتی تھی اٹھی ہوئی اونچی نہیں ہوتی تھی۔ امام طیبی نے اس کے بارے میں کہا ہے کہ ٹوپی کا کھڑا رہنا سنت نہیں ہے۔ ابن عساکر سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جنگ میں کانوں والی ٹوپی پہنتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ **کم** (ضمہ کے ساتھ آستیں) کی جمع ہے اس وقت بطحا کے معنی یہ ہیں کہ آستین چوڑی اور کشادہ تھی اور یہ ابطح کی جمع ہے جیسا کہ عرب کشادہ زمین

9/5681۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اپنے شملہ کو اپنے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے تھے۔1 (ترمذی)

10/5682۔عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: تم عمامہ کو اختیار کرو کیونکہ یہ فرشتوں کی علامت ہے اور اس کو اپنی پشتوں کے پیچھے لٹکاؤ۔ (شعب الایمان للبیہقی)۔

11/5683۔رکانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہمارے اور مشرکین کے درمیان فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔ (ترمذی)۔

12/5684۔معاویہ بن قرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں قبیلہ مزینہ کی جماعت میں حاضر ہوا پس وہ سب آپ سے بیعت کئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گنڈیاں کھلی رکھے تھے 2 تو میں اپنا ہاتھ

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) کیلئے کہتے ہیں، اس سے مراد یہ ہے کہ وہ تنگ نہیں تھی خواہ وہ رومی ہو یا ہندی بلکہ اس کی وسعت ایک بالشت کی تھی (ماخوذ از مرقات) اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے قلانس (اونچی ٹوپیاں) پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اونچی ٹوپی بھی پہنتے تھے۔(وجیز للکردری)۔

1 قولہ : اذا اعتم سدل عمامتہ بین کتفیہ (جب عمامہ باندھتے تو اپنے شملہ کو اپنے دونوں شانوں کے درمیان چھوڑتے تھے) فتاوی عالمگیریہ میں ہے عمامہ کا کنارہ دونوں کندھوں کے درمیان نصف پشت تک چھوڑنا مستحب ہے۔(کنز) عمامہ کے کنارہ کی مناسب مقدار کے بارے میں اختلاف ہے۔بعض علماء نے اس کی مقدار ایک بالشت مقرر کی ہے اور بعض نے پیٹھ کے درمیان تک بتایا ہے اور بعض نے بیٹھنے کے مقام تک قرار دیا ہے۔(ذخیرہ، اور دیگر کتب حنفیہ)۔

2 قولہ : وانہ لمطلق الازرار (اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گنڈیاں کھلے رکھے تھے) مولانا محمد یحیی مرحومؒ نے اپنے شیخ کی تقریر کے حوالے سے لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا گنڈیوں کو کھلا رکھنا کسی خاص وجہ سے تھا آپ اپنے اکثر حالات میں اس طرح گنڈیوں کو کھلا نہیں رکھتے تھے۔(بذل المجہود)۔

آپ کی قمیص کے گریبان میں ڈالدیا تو مہر نبوت کو چھولیا۔ (ابوداؤد)۔

13/5685 ۔مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم رومی جبہ 1 زیب تن فرمائے ہیں جس کے دونوں آستین تنگ تھیں ۔2 (متفق علیہ)۔

14/5686 ۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ

---

1 قولہ : لبس جبة رومية (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رومی جبہ زیب تن فرمائے ہیں) لفظ جبہ جیم کو پیش اور با کو تشدید کے ساتھ ہے ایسے دوہرے کپڑے کو کہتے ہیں جن کے درمیان میں روئی بھری ہوئی ہوتی ہے۔ مگر وہ اون کا ہو تو اکھیرا ہوتا ہے اس میں روئی بھری ہوئی نہیں ہوتی۔اس حدیث شریف کے منجملہ فوائد کے یہ ہے کہ اون کا پہننا جائز ہے۔اور امام مالک رحمہ اللہ نے اس کو پہننا ایسے شخص کیلئے مکروہ قرار دیا ہے جس کو اس کے سوا دوسرا کپڑا میسر ہو کیونکہ اس میں اپنے زہد کی شہرت ونمائش ہوتی ہے اور اس لئے بھی کہ اپنے عمل کو پوشیدہ رکھنا بہتر ہے۔ابن بطال نے کہا ہے کہ تواضع اون کے پہننے میں ہی منحصر نہیں ہے بلکہ اس روئی وغیرہ میں بھی ہے جو غیر قیمتی ہے۔ میں کہتا ہوں امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دو شہرت کے کپڑوں سے منع فرمایا ہے باریک اور موٹے کپڑے، نرم اور کھردے کپڑے، دراز اور مختصر کپڑے، اور لیکن بہتر اور میانہ روئی تو ان کے درمیانی لباس میں ہے۔صوفیہ نقشبندیہ کے پاس یہی چیز مختار و پسندیدہ ہے۔لیکن صوفیہ کی اکثر جماعتیں اون پہننے کو اختیار کی ہیں اور نرم اور خوش منظر کپڑے حظ نفس کیلئے ہیں اس کو وہ نہیں پہنتے تھے وہ تو لباس کو صرف ستر عورت اور گرمی وسردی کو دفع کرنے کیلئے پہنتے ہیں چنانچہ وہ کھردرے اور موٹے اون کا لباس پہنتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور فضالہ بن عبید نے اصحاب صفہ کا بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ان کا لباس اون کا تھا یہاں تک کہ بارش ہوجاتی اور ان میں سے بعض کے پاس سے پسینہ نکلتا تو بھیڑ کی بو پائی جاتی۔امام سیوطی رحمہ اللہ نے کتاب ''درر'' میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت نقل کی ہے جب آدم وحواء علیہما السلام کو جنت سے زمین کی طرف اتارا گیا تھا تو وہ سب سے پہلے ہیں جنھوں نے اون پہنا تھا (ماخوذ از مرقات) اور صاحب ردالمحتار نے کہا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ لباس روئی کا ہو یا کتان کا یا اون کا ہو۔

2 قولہ : ضيقة الكمين (آستین تنگ تھے) صاحب تعلیق مجد نے کہا ہے کہ اس حدیث شریف میں تنگ لباس پہننے کا جواز معلوم ہوتا ہے بلکہ جنگ میں یہ لباس مستحب ہونا چاہئے کیونکہ اس میں جنگ کی تیاری بھی ہے اور سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے لباس کی پیروی بھی ہے اور اس کو حضر میں پہننے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔(تعلیق مجد، تنسیق نظام)۔

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا بستر جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آرام فرماتے تھے چمڑے کا تھا اس میں چھال بھری ہوئی تھی ۔(متفق علیہ)۔

15/5687 ۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے فرمایا: ایک بستر مرد کیلئے ایک بستر اپنی بیوی کیلئے [1] تیسرا مہمان کیلئے ہوتا ہے اور چوتھا شیطان کے لئے ہوگا۔

16/5688 ۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تکیہ جس پر آپ ٹیک لگاتے [2] تھے چمڑے کا تھا اور اس میں چھال بھری ہوئی تھی۔ (مسلم)۔

17/5689 ۔ان ہی سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ اس اثناء میں کہ ہم ہمارے گھر

---

[1] **قولہ و فراش لامرأته** (ایک بستر اپنی عورت کیلئے) امام نوی نے کہا ہے کہ شوہر اور بیوی کیلئے الگ الگ بستر اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ بیماری وغیرہ کے زمانے میں ہر ایک کیلئے علحدہ علحدہ بستر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ مرد کیلئے عورت کے ساتھ سونا لازم نہیں ہے اور مرد کیلئے بیوی سے ہٹ کر علحدہ بستر ہونا چاہئے۔ لیکن اس سے اس طرح کا استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث میں علحدہ بستر سے مراد بیماری وغیرہ کی وجہ سے بوقت ضرورت ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، کیونکہ بیوی کے ساتھ سونا اگرچیکہ واجب نہیں ہے لیکن دوسری دلیل سے یہ بات معلوم ہے کہ جب کوئی عذر نہ ہوتو بیوی کے ساتھ سونا افضل ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فعل مبارک سے ظاہر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قیام اللیل تہجد کی پابندی کے ساتھ بپابندی زوجہ مطہرہ کے ساتھ استراحت فرماتے تھے۔ اور جب قیام اللیل کا ارادہ فرمالیتے تو اُٹھ جاتے اور زوجۂ مطہرہ سے علحدہ ہوجاتے اس طرح آپ بیوی کے ساتھ اچھی زندگی گزارنے اور نیک سلوک کرنے کا جو حق ہے اس کو ادا کرتے تھے اور خاص طور پر اس وقت جب کہ آپ کو بیوی کی خواہش معلوم ہوتی اور بیوی کے ساتھ سونے سے جماع فرمانا لازم نہیں آتا۔

[2] **قولہ کان و ساد رسول اللہ صلی اللہ علیه و آلہٖ وسلم الخ** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تکیہ) امام نووی نے کہا ہے کہ اس حدیث شریف سے بستر اور تکیہ کو اختیار کرنے اس پر سونے اور اس سے آرام لینے کا جواز ظاہر ہے میں کہتا ہوں کہ اس سے واضح بات یہ کہا جائے کہ اس میں ان کو اختیار کرنا مستحب ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس پر مداومت فرمائی ہے اور اس لئے کہ اس میں زیادہ کمال درجہ کا آرام ہے جو نیند سے مقصود ہے تا کہ عبادت میں نشاط کے ساتھ کھڑے رہ سکیں۔ (مرقات)۔

میں دوپہر کی گرمی میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی کہنے والے نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا: یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں سر ڈھانکے ہوئے تشریف لارہے ہیں۔1؎ (بخاری)۔

18/5690۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹے گا 2؎ تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیگا۔ (متفق علیہ)۔

19/5691۔ان ہی سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیگا۔تو ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا تہبند لٹک جاتا ہے مگر یہ کہ میں اس کا خیال رکھوں تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو

1؎ قولہ: متقنعاً (سر ڈھانکے ہوئے) صاحب عمدۃ القاری نے کہا اس کے معنی سر کو اور چہرہ کے اکثر حصہ کو چادر وغیرہ سے ڈھانکنا ہے اور صاحب اشعۃ اللمعات نے کہا ہے کہ "تقنع" کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔بعض علماء کے مذہب میں یہ مکروہ ہے اور بعض علماء کے پاس مرد کیلئے بوقت ضرورت جائزہ ہے اور جمہور کے پاس تقنع مطلقاً جائز ہے اور ان حضرات نے اس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل مبارک سے اور بزرگ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے عمل سے استدلال کیا ہے۔

2؎ قولہ من جر ثوبہ خیلاء ...... الخ (جو شخص اپنے کپڑے کو تکبر سے گھسیٹے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائیگا) فتاوی عالمگیریہ میں ہے " اسبال الازار والقمیص بدعة "۔تہبند اور قمیص کو لٹکانا بدعت ہے۔مناسب ہے کہ تہبند ٹخنوں سے اوپر آدھی پنڈلی تک ہو یہ مرد لوگوں کے لئے ہے اب رہا عورتوں کیلئے تو وہ مردوں کے تہبند سے اس قدر نیچے تک لٹکائیں گے کہ وہ ان کے قدموں کی پشت کو چھپادے اور مردوں کا اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے تک لٹکانا جب کہ اس میں تکبر نہ ہو مکروہ تنزیہی ہے۔ (غرائب)۔

اور صاحب بذل المجہود نے کہا ہے کہ علماء نے بتایا کہ تہبند اور کپڑے کو نصف پنڈلی تک رکھنا مستحب ہے اور اس کے نیچے ٹخنوں تک چھوڑنا بغیر کراہت کے جائز ہے اور ٹخنوں سے نیچے تک اس کا لٹکانا منع ہے اور اگر تکبر کی وجہ سے ہے تو وہ مکروہ تحریمی ہے ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔اور صاحب ردالمحتار نے کہا کہ مردوں کیلئے پائجامے جو قدم کی پشت تک لٹکتے ہوئے مکروہ ہیں۔(عنایہ)۔

تکبر سے اس طرح کرتے ہیں۔(بخاری)۔

20/5692 ۔سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قمیص تہبند اور شملے میں اسبال ہوتا ہے ان میں کسی کو کچھ بھی تکبر کیلئے زیادہ نیچے چھوڑیگا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نہیں دیکھے گا۔ (ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ)۔

21/5693 ۔ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس آدمی کی طرف نہیں دیکھے گا جو اپنی تہبند کو فخر سے گھسیٹے گا۔ (متفق علیہ)۔

22/5694 ۔ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں، مومن کا تہبند اس کی پنڈلیوں کے نصف تک ہے۔ اور اس پر اس کے اور ٹخنوں کے درمیان میں کوئی گناہ نہیں اور جو اس سے نیچے ہو تو وہ دوزخ میں ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس آدمی کو نہیں دیکھے گا جو اپنا تہبند فخر سے گھسیٹے گا۔ (ابوداؤد،ابن ماجہ)۔

23/5695 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزرا اور میرا تہبند نیچے تک لٹکا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا: اے عبداللہ اپنے تہبند کو اونچا کرو میں اس کو اونچا کرلیا پھر فرمائے اور زیادہ کرلو تو میں اور زیادہ کرلیا۔ پس میں ہمیشہ اس کے بعد سے اس کا خیال رکھتا ہوں کچھ لوگوں نے کہا کہاں تک ہو، تو آپ نے کہا پنڈلیوں کے نصف تک۔ (مسلم)۔

24/5696 ۔ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو تہبند ٹخنوں سے نیچے ہو وہ دوزخ میں ہے۔ (بخاری)۔

25/5697 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس اثناء میں کہ ایک آدمی تکبر سے اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے چل رہا تھا اس کو

دھنسادیا گیا پس وہ قیامت تک دھنستا جارہا ہے۔ (بخاری)۔

26/5698۔ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے جب تہبند کا ذکر آیا تو عرض کیں، عورت یارسول اللہ؟ تو آپ نے فرمایا: ایک بالشت لٹکائے تو عرض کیں تب تو وہ کھل جائیگا۔تو آپ نے فرمایا: ایک ہاتھ، اوراس پر اضافہ نہ کرے۔(مالک،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ)۔

27/5699۔اور ترمذی اور نسائی کی روایت میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے وہ عرض کیں تب تو ان کے قدم کھل جائیں گے تو آپ نے فرمایا: ایک ہاتھ تک لٹکائیں اس پر زیادہ نہ کریں۔ (نسائی،ترمذی)۔

28/5700۔دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس قبطی کپڑے لائے گئے تو آپ نے اس میں سے مجھ کو ایک قبطی کپڑا عطا فرمایا اور فرمایا: اس کو دو حصوں میں چاک کرو اور ان میں سے ایک سے قمیص کاٹ لو اور دوسرا اپنی بیوی کو دیدو وہ اس کی اوڑھنی بنالیگی پس جب وہ پلٹے پھیرے تو آپ نے فرمایا: اپنی بیوی کو حکم دو، اس کے نیچے ایک کپڑا لگائے جو اس کو ظاہر نہ کرسکے[1] ۔ (ابوداؤد)۔

29/5701۔علقمہ ابن ابی علقمہ اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: حفصہ بنت عبدالرحمٰن حضرت عائشہ کے پاس آئیں ان پر باریک اوڑھنی تھی تو عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس کو پھاڑ دیا اور موٹی اوڑھنی ان کو اُڑھادیں۔ (مالک)۔

30/5702۔حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے حضرت اسماء بنت ابی بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں آئیں اور ان پر باریک کپڑے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان سے رخ انور پھیرلیا اور فرمایا: اے اسماء عورت جب حیض کی حالت کو پہنچ جاتی ہے تو اس

---

[1] قولہ و امر امرأتک أن تجعل تحتها ثوباً لا یصفها (اپنی بیوی کو حکم دو اس کے نیچے ایک استر لگائے جو اس کو ظاہر نہ کرسکے) صاحب نفع المفتی والسائل نے کہا ''الاستفسار'' کیا عورت کیلئے باریک کپڑے پہننا جائز ہے ''الاستبشار'' جائز نہیں کیونکہ اس میں ستر عورت نہیں ہوتا۔(السراج المنیر)۔

کیلئے کسی چیز کا دکھائی دینا درست نہیں مگر یہ اور یہ، اور آپ اشارہ فرمائے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف۔ (ابوداؤد)۔

31/5703۔عبد الواحد بن ایمن اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اس وقت ان پر قطری قمیص تھی جس کی قیمت پانچ درہم تھی تو وہ فرمائیں میری باندی کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھو کہ وہ اس کو گھر میں پہننے سے بھی رکتی ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں اس کی میرے پاس ایک قمیص تھی پس کوئی بھی عورت مدینہ منورہ میں دلہن نہیں بنائی جاتی مگر میرے پاس بھیج کر اس کو عاریتاً منگوا لیتی تھیں۔ (بخاری)۔

32/5704۔ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور وہ اوڑھنی اوڑھ رہی تھیں تو آپ نے فرمایا: ایک پیچ ہو دو پیچ نہیں۔(ابوداؤد)۔

33/5705۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا: اس [1] سے کہ آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے یا ایک چپل میں چلے اور اور یہ

---

[1] قوله نهى رسول الله ﷺ أن يأكل الرجل بشماله (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع فرمایا اس سے کہ آدمی اپنے بائیں ہاتھ سے کھائے)......الخ امام نووی نے کہا کہ اب رہا احادیث شریفہ کی فقہ تو ان میں تین مسائل ہیں:

1) ان میں سے ایک یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ سے شروع کرنا چاہئے ہر اس کام کو جس میں بزرگی اور زینت اور ستھرائی وغیرہ ہے جیسے چپل، موزے، جوتے، پائجامے اور آستین پہننا اور حلق کرنا، کنگھی کرنا، مونچھ کترنا، بغل کے بال نکالنا، مسواک کرنا، سرمہ لگانا، ناخن تراشنا، وضو، غسل اور تیمّم کرنا اور مسجد میں داخل ہونا اور بیت الخلاء سے نکلنا، صدقہ وغیرہ دینا جو اچھی قسم کی چیزیں ہیں اور اچھی چیزوں وغیرہ کو لینا، یہ سب سیدھے ہاتھ سے ہوں۔

2) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بائیں ہاتھ سے شروع کرنا مستحب ہے ان تمام چیزوں میں جو پہلے مسئلہ میں بیان کردہ چیزوں کی ضد ہے، مثلاً چپل، موزے، جوتے، پائجامے اور آستین نکالنا اور مسجد سے نکلنا، بیت الخلاء میں جانا، استنجاء کرنا، استنجاء کے لئے ڈھیلے استعمال کرنا شرمگاہ کو چھونا، رینٹ نکالنا، ناک صاف کرنا ناپسندہ چیزوں کا لینا دینا۔

کپڑے میں لپیٹ جائے یا ایک کپڑے میں اس طرح اکڑوں بیٹھے کہ شرمگاہ کھل جائے ۔(مسلم)۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) 3) تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ مکروہ ہے ایک چپل یا ایک موزہ اور ایک جوتے میں چلنا، مگر کسی عذر کی وجہ سے، امام مسلم کی تخریج کردہ یہ احادیث اس کی دلیل ہیں علماء نے کہا، اور اس کا سبب یہ ہے کہ اس میں شکل بگڑتی ہے اور یہ مُثلہ ہے اور وقار کے خلاف بھی ہے، اور اس لئے کہ چپل والا پاؤں دوسرے پاؤں سے اونچا رہیگا تو چلنے میں بھی دشواری ہوگی، اور بعض دفعہ ٹھوکر کھانے کا بھی اندیشہ رہتا ہے۔ اور یہ تینوں قسم کے آداب جوان تین مسائل میں بیان کئے گئے ہیں ان کے مستحب ہونے پر علماء کا اتفاق ہے۔ اور واجب نہیں ہیں، اب رہا **اشتمال الصماء** (مد کے ساتھ یعنی الف کے بعد ہمزہ ہے) امام اصمعی نے کہا اس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی کپڑے میں لپیٹ جائے یہاں تک اس طرح کہ جسم کو ایسا لپیٹ لے کہ اس سے کوئی بازو اٹھا نہ سکے اور اس میں ایسی کوئی صورت نہ رہے جس سے اپنا ہاتھ نکال سکے۔ اور اکثر اہل لغت یہی بات بیان کرتے ہیں۔ امام ابن قتیبہ نے کہا کہ اس کا نام **صماء** اس لئے ہے کہ اس طرح کپڑے میں لپیٹ جانے سے ایک سخت چٹان کی طرح جس میں کوئی سوراخ اور شگاف نہیں ہوتا سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ ابو عبید نے کہا البتہ فقہاء کرام کہتے ہیں کہ **اشتمال الصماء** سے مراد یہ ہے کہ کوئی شخص ایک کپڑے کو جبکہ اس کے جسم پر اس کے سوا دوسرا کپڑا نہ ہو اس طرح لپیٹ لے کہ اس کے دو کناروں میں سے ایک کنارہ اپنے ایک کندھے پر ڈال لے۔ علماء نے کہا ہے کہ اہل لغت کے تفسیر کی بناء پر مذکورہ اشتمال صماء مکروہ ہے کیونکہ ایسی صورت میں اگر کیڑے مکوڑوں کو یا اسی طرح کسی موذی چیز کو دفع کرنا ہو تو دشوار یا مشکل ہو جائیگا اور آدمی کو ضرر لاحق ہوگا۔ اور فقہاء کی تفسیر کی بناء پر مذکورہ اشتمال سے اگر شرم کا کوئی حصہ کھل جاتا ہے تو حرام ہے ورنہ مکروہ ہے۔

اب رہا **احتباء** (مد کے ساتھ یعنی الف کے بعد ہمزہ ہے) تو وہ یہ ہے کہ آدمی سرین پر بیٹھ کر اپنے دونوں پنڈلیوں کو کھڑے کرے اور ان پر کپڑے وغیرہ سے یا اپنے ہاتھوں سے حلقہ بنائے اور اس بیٹھک کو **حبوہ** کہتے ہیں۔ حبوہ 'ح' کو پیش اور 'زیر' کے ساتھ پڑھا جاتا ہے اور اسطرح کی بیٹھک عرب کی اپنے مجلسوں میں عادت تھی۔ پس اگر اس میں شرم کا کوئی حصہ کھل جاتا ہے تو یہ حرام ہے اور صاحب مرقات نے کہا کہ علامہ ابن ہمام نے کہا ہے کہ اشتمال الصماء نماز میں مکروہ ہے۔ اور اشتمال الصماء سے مراد یہ ہے کہ آدمی ایک کپڑے کو اپنے سر پر اور جسم پر اس طرح لپیٹے کہ اپنے ہاتھوں کیلئے کوئی راستہ نہ رہے۔ اور کیا اس میں تہبند کا نہ ہونا بھی شرط ہے؟ تو امام محمد نے کہا ہے کہ تہبند کا نہ ہونا شرط ہے اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ تہبند کا نہ ہونا شرط نہیں ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر اس سے شرم کا حصہ کھلنا متحقق ہے تو یہ حرام ہے اور شرم کے حصہ کے کھل جانے کا احتمال ہے تو یہ مکروہ ہے۔ اب رہا احتباء کی ممانعت تو وہ بھی شرم کے حصہ کے کھل جانے کی قید کے ساتھ ہے ورنہ وہ جائز ہے بلکہ غیر نماز کی حالت میں مستحب ہے۔

34/5706 ۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب قمیص پہنتے تو اپنے سیدھے جانب سے شروع فرماتے۔ (ترمذی)۔

35/5707 ۔جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی چادر مبارک سے احتباء کئے ہوئے تھے اور اس کا پھندنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدموں پر پڑا ہوا تھا۔(ابوداؤد)۔

36/5708 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کے سوانہیں کہ دنیا میں ریشم وہی آدمی پہنتا ہے [1] جس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ (متفق علیہ)۔

37/5709 ۔حضرت عمر، انس، ابن زبیر اور ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں اس کو نہیں پہن سکے گا۔ (متفق علیہ)۔

38/5710 ۔امام ترمذی اور امام نسائی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سونا اور ریشم کو میری

---

[1] قوله انما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له في الآخرة . (اس کے سوانہیں کہ دنیا میں ریشم وہی آدمی پہنتا ہے جس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے) صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مردلوگوں کیلئے ریشم کا پہننا حلال نہیں ہے۔اور عورتوں کیلئے وہ حلال ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ریشم اور دیباج پہننے سے منع فرمایا ہے۔اور فرمایا ہے کہ اس کو وہی آدمی پہنتا ہے جس کو آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔اور یہ عورتوں کیلئے ایک دوسری حدیث کی بناء پر حلال ہوا ہے اور اس حدیث کو صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ایک بڑی تعداد نے روایت کیا ہے، ان میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم باہر تشریف لائے اور آپ کے دو ہاتھوں میں سے ایک میں ریشم تھا اور دوسرے میں سونا تھا اور فرمائے یہ دونوں کو میری امت کے مردلوگوں پر حرام کردیا گیا اور ان کی عورتوں کیلئے حلال کیا گیا ہے اور ایک روایت میں حلال کے بجائے حل کا لفظ مروی ہے۔

امت کی عورتوں کے لئے حلال کیا ہے اور اس کے مرد لوگوں کے لئے حرام کیا [1] ہے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ (ترمذی، نسائی)۔

39/5711۔ بخاری، مسلم کی روایت میں سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا میں ایک ریشمی کپڑے کا جوڑا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو میری طرف بھیج دیا تو میں اس کو پہن لیا تو میں نے آپ کے چہرہ انور میں غضب کو جانا اور آپ نے فرمایا: میں اس کو تمہاری طرف اس لئے نہیں بھیجا تھا کہ تم اس کو پہنو، میں تو اس لئے تمہارے طرف اس کو بھیجا تھا کہ تم خواتین میں اوڑھنیاں پھاڑ کر تقسیم کرو۔ (متفق علیہ)۔

40/5712۔ مسلم شریف کی روایت میں ہے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن دیباج [2] کا قبا پہنا جو آپ کے لئے ہدیہ پیش کیا گیا تھا پھر جلد ہی آپ نے نکال دیا اور اس کو عمرؓ کی طرف بھیجا، تو عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ اس کو جلد ہی اُتار دیئے؟، تو آپ نے فرمایا: جبریل نے مجھے اس سے منع کیا تو عمرؓ روتے ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم: آپؐ نے ایک چیز کو پسند نہیں فرمایا اور وہ مجھے عطا فرمایا میرا کیا حال ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم کو وہ اس لئے نہیں دیا کہ تم اس کو پہنو۔ میں تم کو وہ اس لئے دیا ہوں کہ تم اس کو بیچو، تو انھوں نے اس کو دو ہزار درہم میں بیچ دیا۔ (مسلم)۔

---

[1] **قولہ و حرم علی ذکورھا** (اور اس کے مردوں کے لئے حرام کیا ہے) یعنی میری امت کے مرد، اور لفظ ذکور اپنے عموم کی وجہ سے بچوں پر بھی شامل ہوتا ہے لیکن وہ مکلفین میں سے نہ ہونے کی وجہ سے ان کو پہنانے والوں پر حرام ہے اور سونے سے مراد اس کا زیور ہے ورنہ سونے اور چاندی کے برتن تو مرد وعورتوں دونوں پر حرام ہیں اسی طرح چاندی کے زیور عورتوں سے خاص ہیں سوائے اس کے جو مردوں کے لئے مستثنیٰ کئے گئے ہیں جیسے انگوٹھی وغیرہ۔ (مرقات)۔

[2] **قولہ لبس رسول اللہ ﷺ یوماً قباء دیباج** ۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک دن دیباج کا قبا پہنا) صاحب مرقات نے کہا اور اس وقت اس کا پہننا مباح تھا۔

ہمارے فقہاء نے کہا ہے کہ یہ بات معلوم ہونا ضروری ہے [1] کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے پاس ریشم جس کا تانا بھی اور بانا بھی ریشم کا ہو اس کا پہننا مرد لوگوں کے لئے تمام حالات میں ان احادیث شریفہ کی بناء پر حرام ہے۔ اور جن روایات میں جنگ میں اس کے پہننے کی اجازت آئی ہے وہ مخلوط ریشم پر محمول ہے اور خارش کی وجہ سے پہننے کی حدیث شریف اس حدیث شریف کی طرح ہے جس میں پیشاب سے علاج کا ذکر ہے۔

41/5713 ۔عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا مگر اس طرح اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی درمیانی اور شہادت کی دونوں انگلیوں کو اُٹھایا اور ان دونوں کو ملا دیا۔ (متفق علیہ)۔

---

[1] **قولہ یجب ان یعلم** الخ تم اس بات کو جانو کہ امام شافعی اور ان سے اتفاق کرنے والوں کا مذہب یہ ہے کہ مرد کیلئے ریشم کا پہننا جائز ہے جبکہ اس کو خارش ہو اس لئے کہ ریشم میں ٹھنڈک ہوتی ہے، اسی طرح سے جوں اور اس جیسی اور چیزوں کیلئے بھی جائز ہے، اور امام مالک فرماتے ہیں جائز نہیں ہے۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اگر اس کا تانا بانا ریشم کا ہو تو مردوں کیلئے تمام صورتوں میں حرام ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد "**وحرم علی ذکورھا**" (اور ریشم مردوں پر حرام ہے) اس ارشاد میں کوئی استثناء نہیں ہے۔ امام یوسف امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ نے کہا ہے جنگ کی حالت میں مکروہ نہیں ہے اور غیر جنگ میں مکروہ ہے کیونکہ شعبی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ریشم اور دیباج کو جنگ میں پہننے کی اجازت دی ہے۔ علامہ عینی کا کہنا ہے شعبی سے یہ روایت ثابت نہیں لیکن ابن عدی نے کتاب الکامل میں ایک حدیث روایت کی ہے جو عیسیٰ بن ابراہیم بن طہمان الہاشمی عن موسی بن حبیب عن الحکم بن عمیر سے مروی ہے اور یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ کے موقعہ پر ریشم پہننے کی اجازت دی ہے اور امام عبدالحق نے عیسی راوی میں علت کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ محدثین کے پاس ضعیف اور متروک ہیں۔ ابن قطان نے اپنی کتاب میں کہا ہے کہ ان سے استدلال نہیں کیا جاسکتا اور موسی بن حبیب بھی ضعیف ہیں اسی لئے اکثر اہل علم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق کہا ہے اور اگر یہ ثابت بھی ہو جائے تو اس کو مخلوط ریشم پر محمول کیا جائیگا اور خارش کی حدیث پیشاب سے علاج کرنے کی نظیر ہے۔ (ماخوذ از نووی، عالمگیری، ہدایہ، بنایہ، العرف الشذی)۔

42/5714۔اور مسلم کی روایت میں ہے کہ انھوں نے جابیہ مقام میں خطبہ دیا اور کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ریشم پہننے سے منع فرمایا مگر دو یا تین یا چار انگلیوں کی جگہ کی مقدار میں [1] (مسلم)۔

43/5715۔اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ وہ ایک عجمی اور کسراونی جبہ نکالیں اس کا گریبان وکلی ریشم کی تھی اور اس کے دونوں چاک ریشم سے سلے ہوئے تھے [2] اور وہ فرمائیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا جبہ مبارکہ ہے جو حضرت عائشہ کے پاس تھا، پس جب ان کا انتقال ہوگیا تو میں اس کو لے لی، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس کو پہنتے تھے۔اور ہم اس کو بیماروں کے لئے دھوتے اور اس سے شفا حاصل کرتے تھے۔ (مسلم)۔

44/5716۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمایا ایسے کپڑے سے جو خالص ریشم سے ہو اب رہا بیل بوٹے اور کپڑے کا تانا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ [3] (ابوداؤد)۔

45/5717۔ابو ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی

---

[1] **قولہ الا موضع اصبعین او ثلاث او اربع** ۔صاحب مرقات نے کہا کہ اس روایت میں جواز ہے ریشم کے بیل بوٹے کا، جبکہ وہ چار انگشت سے زائد نہ ہوں، اور جمہور فقہاء کا یہی مسلک ہے، قاضی خان نے کہا ہے کہ: بشر نے ابو یوسف سے اور وہ امام ابوحنیفہ سے روایت کئے ہیں کہ کپڑے میں ریشم کی پٹی لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ چار انگلیوں کی یا اس سے کم کی مقدار میں ہو اور انھوں نے اس میں کسی اختلاف کو بیان نہیں کیا ہے۔

[2] **قولہ وفرجیها مکفوفین بالدیباج** ۔صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ مردوں کے لئے ریشم پہننا حرام ہے اور عورتوں کے لئے حلال ہے مگر تھوڑی مقدار معاف ہے اور وہ تین یا چار انگلیوں کی مقدار ہے جیسے جھالر اور ریشم سے سلا ہوا۔

[3] **قولہ فاما العلم و سدی الثوب فلا بأس به** ۔صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ ایسے کپڑے کو پہننے میں کوئی حرج نہیں جس کا تانا ریشم کا ہو اور اس کا بانا ریشم کا نہ ہو جیسے روئی اور مخلوط ریشم وغیرہ جنگ میں پہننے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم مخلوط ریشم پہنا کرتے تھے اور خز کا تانا ریشم کا ہوتا ہے اور کپڑا تو بننے سے ہی تیار ہوتا ہے اسی لئے بانے کا اعتبار ہے تانے کا نہیں۔

اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دس چیزوں سے منع فرمایا گودنے سے، سفید بال اکھیڑنے سے 1ـ کسی مرد کا دوسرے مرد کے ساتھ 2ـ بغیر کپڑوں کے ایک ساتھ رہنے سے اور کسی عورت کا دوسرے عورت کے ساتھ بغیر کپڑے کے ایک ساتھ سونے سے اور عجمیوں کی طرح کپڑے کے نیچے 3ـ ریشم لگانے یا اپنے شانے پر عجمیوں کی طرح ریشم ڈالنے 4ـ اور لوٹ مار مچانے سے اور ببر کی کھال پر

1ـ **قولہ: والنتف** فتاوی عالمگیریہ میں ہے سفید بال اکھیڑنا تزئین کیلئے مکروہ ہے دشمن کو خوف زدہ کرنے کیلئے مکروہ نہیں ہے، امام اعظم سے اسی طرح منقول ہے جواہرالاخلاطی میں اسی طرح ہے۔

2ـ **قولہ : عن مکامعۃ الرجل الرجل بغیر شعار الخ** ۔صاحب ہدایہ نے کہا مرد کا مرد کے منہ کو بوسہ دینا یا اس کے ہاتھ کو یا اس کے کسی حصہ کو بوسہ دینا یا اس سے معانقہ کرنا مکروہ ہے۔امام طحاوی نے کہا کہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہ اللہ کا قول ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بوسہ دینے اور معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس وقت حبشہ سے آئے تھے تو ان سے معانقہ کیا اور ان کے دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔اور ان دونوں کی دلیل یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مکامعہ اور مکاعمہ سے منع فرمایا۔مکامعہ معانقہ ہے اور مکاعمہ بوسہ دینا ہے۔اور اس کی جو روایت آئی ہے وہ حرمت کا حکم دیئے جانے سے پہلے کی ہے پھر علماء نے کہا ہے کہ جسم پر صرف تہبند ہو تو اس وقت معانقہ کرنے سے متعلق اختلاف ہے۔لیکن جب اس پر قمیص یا جبہ ہو تو بالاتفاق معانقہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور یہی بات درست ہے۔(انتہی) اور صاحب غایۃ البیان نے کہا ہے کہ بوسہ دینا بھی ایسا ہی ہے جب شہوت کی صورت پر نہ ہو بلکہ محبت کے بطور ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

3ـ **قولہ : ان یجعل الرجل فی اسفل ثیابہ** یعنی مرد کپڑوں کے دامن اور کناروں میں چار انگشت سے زائد ریشم رکھے، کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ (چار انگشت کی حد تک) جائز ہے اور یہ بات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد **مثل الاعاجم** (عجمیوں کی طرح) کی قید سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ پوستین کا استعمال زیادہ کرتے ہیں شاید کہ اظہار تکبر اور فخر کیلئے بھی ایسا کیا کرتے تھے۔علامہ مظہر نے کہا ہے کہ مرد لوگوں کے لئے ریشم کا پہننا خواہ وہ کپڑوں کے نیچے ہو یا کپڑوں کے اوپر ہو، حرام ہے اور عجم کے جاہلوں کی عادت ہے کہ وہ کپڑوں کے نیچے ریشم کا ایک چھوٹا کپڑا پہنتے ہیں تا کہ ان کے اعضاء کو وہ نرم بنائے رکھیں۔(مرقات)۔

4ـ **قولہ : او یجعل علی منکبہ حریرا** ۔یعنی ریشم کے بیل بوٹے جو چار انگل کی مقدار سے زائد ہوں۔(مرقات)۔

سواری کرنے 1 سے اور انگوٹھی پہننے 2 سے، مگر صاحب اقتدار کے لئے ۔(ابوداؤد، نسائی)۔

1 قولہ : و عن رکوب النمور ۔ اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے ببر اور تمام درندوں کی کھال سے جب کہ اس کی دباغ ہوئی ہو تو اس سے جائے نماز یا زین پوش بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے ۔ کتاب الملتقط میں اسی طرح ہے اور لفظ ’’لابـــأس‘‘ حرج نہیں یہ ترک اولی میں استعمال ہوتا ہے، کیونکہ ببر پر سوار ہونا عجمیوں کے طریقوں میں سے ہے اس میں زینت اور تکبر کا اظہار ہوتا ہے ۔ اس سے ممانعت کی یہی وجہ ہے ۔ اور علامہ طیبی شافعی نے جو وجہ بتائی ہے کہ ببر پر سواری کرنے کی ممانعت اس کے بالوں کی نجاست کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ دباغت سے بھی پاک نہیں ہوتی ۔ یہ درست نہیں، کیونکہ ہم یہ کہتے ہیں اس وجہ کا اعتبار نہیں ہے، کیونکہ ہر چمڑا جب اس کی دباغت ہو جاتی ہے تو وہ پاک ہو جاتا ہے ۔ سوائے انسان اور سور کے اور ایک قول کے مطابق سوائے کتے کے، ہمارے پاس مردار کے بال اپنی اصل کے اعتبار سے پاک ہیں ۔ (ماخوذ از مرقات)۔

2 قولہ: ولبوس الخاتم الا لذی سلطان ۔ صاحب درمختار نے کہا، حاکم قاضی اور وہ جن کو مہر کی ضرورت ہوتی ہے جیسے متولی ہے ان کے سوا دوسروں کیلئے انگوٹھی کو ترک کرنا ہی افضل ہے ۔ اور صاحب ردالمحتار نے کہا اس میں اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ جن کو مہر کی ضرورت ہے ان کو انگوٹھی کا پہننا سنت ہے، کتاب اختیار میں اسی طرح ہے ۔ اور امام قہستانی نے کہا کرمانی میں ہے امام حلوانی نے اپنے بعض تلامذہ کو اس سے منع کیا ہے، اور فرمایا جب تم قاضی بنو تو انگوٹھی پہنو اور کتاب بستان میں بعض تابعین سے روایت نقل ہے کہ انگوٹھی کا استعمال امیر، کاتب اور بیوقوف کے سوا کوئی نہیں کرتا ۔ اس سے یہ بات ظاہر یہ کہ جس کو مہر کی ضرورت نہیں اس کیلئے انگوٹھی مکروہ ہے ۔ لیکن مصنف نے جو افضل ہے کہا ہے، اس سے جواز معلوم ہوتا ہے جیسے ہدایہ وغیرہ میں ہے ۔ اور درر میں اس کو اولیٰ (بہتر) سے اور کتاب اصلاح میں اس کو احب (زیادہ پسندیدہ) سے تعبیر کیا گیا ہے ۔ اور یہ ممانعت کراہیت تنزیہی ہے ۔ اور فتاوی تاتارخانیہ میں کتاب بستان سے روایت ہے کہ بعض حضرات انگوٹھی کے اختیار کرنے کو مکروہ قرار دیئے ہیں سوائے صاحب اقتدار کے اس کیلئے جائز ہے اور عام اہل علم نے اس کو جائز قرار دیا ہے ۔ یونس بن ابی اسحاق سے روایت ہے انھوں نے کہا میں قیس بن ابی حازم اور عبدالرحمٰن بن اسود اور شعبی وغیرہ کو دیکھا ہوں وہ سب اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے حالانکہ ان کو کوئی اقتدار نہیں تھا ۔ اور اس لئے کہ سلطان زینت کے لئے بھی پہنتا ہے اور زینت کی ضرورت اور مہر کی ضرورت دونوں برابر ہیں تو انگوٹھی دوسرے کیلئے بھی جائز ہوئی ۔ اس کو ہم اختیار کرتے ہیں اور یہ اختیار کرنا جواز کے درجہ میں ہے جیسا کہ عام فقہاء کا قول ہے اور یہ اس بات کے خلاف نہیں ہے کہ جس کو ضرورت نہیں ہے اس کیلئے انگوٹھی کا ترک کرنا اولی ہے ۔ اس کو سمجھ لو اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ انگوٹھی زینت اور مہر کیلئے مکروہ نہیں ہے اور محض زینت کے لئے تو اس کا بیان گذر چکا ہے ۔

46/5718۔معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے تم مخلوط ریشم (کے زین پوش) پر سوار مت ہونا اور چیتے (کی کھال) پر سوار مت ہونا۔ (ابوداؤد،نسائی)۔

47/5719۔علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی سے اور قسی ریشم اور ریشمی زین پوش سے منع فرمایا۔(ترمذی،ابوداؤد،نسائی،ابن ماجہ)۔

48/5720۔حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [1] چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے ہم کو منع فرمایا اور ریشم سے اور دیباج (باریک ریشم) پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ۔[2] (متفق علیہ)۔

---

[1] **قولہ : نهانا رسول الله ﷺ ان نشرب فی آنية الفضة والذهب وان نأكل فيها** (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاندی اور سونے کے برتنوں میں کھانے اور پینے سے ہم کو منع فرمایا) صاحب درمختار نے کہا ہے کہ سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا، تیل لگانا اور خوشبو لگانا مرد اور عورت دونوں کیلئے مکروہ ہے کیونکہ حدیث شریف میں اطلاق ہے اسی طرح چاندی اور سونے کے چمچہ سے کھانا بھی مکروہ ہے اسی طرح ان دونوں کی سلائی سے سرمہ لگانا اور اسی کے مشابہ ان دونوں کی چیزوں کا استعمال جیسے سرمہ دانی، آئینہ، قلم، دوات اور اس جیسی دیگر چیزیں جب یہ چیزیں جس کام کیلئے بنائی گئی ہیں لوگوں کے عرف کے مطابق اگر ابتداء اسی کام میں استعمال ہوں تو مکروہ ہے ورنہ مکروہ ہیں۔اسی طرح اگر سونے کے برتن میں سے کھانا دوسری چیز میں منتقل کردیا گیا، پانی یا تیل کو راست سر پر ڈالنے کے بجائے اس میں سے ہتھیلی میں لیکر ڈالا جائے تو اس میں حرج نہیں ہے۔(مجتبی اور دیگر کتب) اور درر میں جو لکھا گیا ہے وہ یہی ہے اس کو یاد رکھنا چاہئے۔

[2] **قولہ : عن لبس الحرير و الديباج وان يجلس عليه** (اور ریشم سے اور دیباج (باریک ریشم) پہننے سے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا) فتاوی قاضی خاں میں ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا ریشم اور دیباج (مہین ریشمی کپڑے) کو بچھانے اور ان پر سو جانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔اسی طرح تکیئے اور گھریلو راحت کی چیزیں، فرش اور پردے وغیرہ دیباج اور ریشم کے اختیار کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ اس میں تصاویر نہ ہوں۔اور امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ یہ ریشم کی ساری چیزیں مکروہ ہیں۔
خلاصہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں وارد ممانعت کو صاحبین نے مکروہ تحریمی پر محمول کیا ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمہ نے مکروہ تنزیہی پر محمول کیا ہے جیسا کہ آپ نے اپنے اس قول سے ارشاد فرمایا ہے۔**لا بأس فان**

امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ریشم کا تکیہ بنانا اور اس کو بچھانا اور اس پر سونا حرام ہے اور یہی بات صحیح ہے جیسا کہ مواہب میں ہے اور اسی طرح دُرر البحار کے متن میں ہے۔ علامہ عینی اور قہستانی نے کہا ہے کہ ہمارے اکثر مشائخ اسی کو اختیار کئے ہیں اور کرمانی میں بھی ایسا ہی ہے اور علامہ ابن کمال نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے۔

49/5721 ۔عبداللہ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر کسم میں رنگے ہوئے دو کپڑے دیکھے تو آپ نے فرمایا: کہ یہ کافروں کے کپڑوں میں سے ہے پس تم اس کو مت پہنو [1]۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) الورع من یدع مالا بأس بہ مخافة ان یکون بہ بأس ۔(کوئی حرج نہیں کیونکہ پرہیزگار شخص وہ ہے جو اس چیز کو بھی چھوڑ دے جس میں حرج نہیں ہے اس اندیشہ سے کہ اس کی وجہ سے کوئی حرج ہو جائے)۔اور مشہور حدیث ”دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ“ کا مفہوم یہی ہے۔اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اس کے حرمت کی نہی ہونے کی کوئی قطعی دلیل نہیں ملی۔اور ریشم پہننے کے حرام ہونے کی جو صراحتیں آئی ہیں وہ اس کو شامل نہیں ہیں کیونکہ کسی چیز پر بیٹھنے کو لبس نہیں کہا جاتا اسی لئے آپ نے اس پر مکروہ تنزیہی ہونے کا حکم لگایا۔اور یہ آپ کے فتوی میں احتیاط کی وجہ سے ہے۔لیکن آپ کا تقوی پر عمل کرنا وہ اس قدر مشہور ہے، کہ کسی پر پوشیدہ نہیں اور آپ کے مناقب میں اس کا ذکر اس قدر آیا ہے کہ شمار کرنا مشکل ہے۔(مرقات)۔

صاحب درمختار نے کہا ہے کہ آپ کے پاس ریشم کا تکیہ اور اس کا بستر بنانا اور اس پر سونا جائز ہے۔لیکن صاحبین نے اور امام شافعی اور امام مالک رحمھم اللہ نے کہا کہ وہ حرام ہے اور مواہب میں ہے کہ یہی بات صحیح ہے۔ میں کہتا ہوں یہ بات یاد رکھی جائے کہ یہ قول مشہور کے خلاف ہے۔ صاحب ردالمختار نے کہا امام صاحب رحمہ اللہ کے پاس اس کا حلال ہونا اس لئے ہے کہ مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ریشم کے تکیہ پر بیٹھے ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما کے بستر پر ریشم کا تکیہ تھا۔اور روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دعوت میں تشریف لائے اور ریشم کے تکیہ پر بیٹھ گئے۔اور یہ اسی لئے ہے کہ ریشم پر بیٹھنا اس کا استخفاف (اس کے ہلکے ہونے کی علامت) ہے اس میں اس کی تعظیم نہیں ہے۔اور یہ تصاویر والے بستر پر بیٹھنے کے قائم مقام ہے۔(السراج)۔

[1] قولہ : فلا تلبسھا (تم اس کو مت پہنو) فتاوی قاضی خان میں ہے مرد کیلئے کسم، زعفران اور اس میں رنگا ہوا کپڑا پہننا مکروہ ہے۔(از مرقات) صاحب درمختار نے کہا ہے کسم میں رنگا ہوا اور زعفران میں رنگا ہوا سرخ اور پیلا رنگ مرد لوگوں کے لئے مکروہ ہے اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورتوں کے لئے مکروہ نہیں ہے۔

50/5722۔اور ایک روایت میں ہے میں نے عرض کیا میں ان دونوں کو دھولوں تو آپ نے فرمایا بلکہ تم اس کو جلادو۔(مسلم)۔

51/5723۔اور انہی سے روایت ہے انھوں نے کہا: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے دیکھا کہ مجھ پر کسم میں رنگا ہوا ایک گلابی کپڑا تھا تو آپ نے فرمایا: یہ کیا ہے، میں سمجھ گیا جس کو آپ نے ناپسند کیا ہے میں نکلا اور اس کو جلا ڈالا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: تم نے اپنے کپڑے کے ساتھ کیا کیا ہے میں نے عرض کیا کہ: میں نے اس کو جلا دیا ہے۔حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کیوں نہیں پہنایا کیونکہ اس میں عورتوں کیلئے کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد)۔

52/5724۔عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سنو مردلوگوں کا عطر خوشبو ہے جس میں رنگ نہ ہو اور عورتوں کا عطر رنگ ہے جس میں خوشبو نہ ہو۔ (ابوداؤد)۔

راوی حدیث سعید نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ انھوں نے کہا ہے اس کے سوا نہیں کہ عورتوں کی خوشبو کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ارشاد کو علماء نے عورت کے گھر سے نکلنے کی صورت پر محمول کیا ہے البتہ جب وہ اپنے شوہر کے پاس رہے تو اس کو اختیار ہے جو خوشبو چاہے استعمال کرے۔

53/5725۔براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم میانہ قد تھے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے [1] دیکھا

---

[1] قولہ: و قد رأيته فى حلة حمراء میں نے حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے دیکھا ہے، قاضی نے کہا یہ حدیث امام شافعی کے مذہب کی دلیل ہے کہ سرخ لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے جبکہ وہ ریشم کا نہ ہو۔انتہی۔میں کہتا ہوں کہ حنفیہ کے پاس بھی اس کا پہننا جائز ہے جبکہ وہ ریشم کا اور کسم کے رنگ میں رنگا ہوا نہ ہو۔(بذل المجہود)۔

میں نے آپ سا حسین کسی کو نہیں دیکھا۔ (بخاری)۔

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) صاحب مرقات نے کہا البتہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شمائل مبارکہ کے بارے میں جو حدیث شریف آئی ہے کہ آپ پر سرخ جوڑا تھا تو حافظ ابن حجر نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے اور اسی سے ہمارے امام شافعی نے سرخ کپڑا پہننے کے جواز پر استدلال کیا ہے اگرچیکہ وہ گہرا سرخ ہو اور صاحب درمختار و صاحب ردالمحتار نے کہا ہے: کسم میں رنگا ہوا اور زعفران میں رنگا ہوا سرخ اور پیلے رنگ کا لباس مردوں کیلئے مکروہ ہے اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عورتوں کیلئے یہ مکروہ نہیں ہے اور مابقی تمام قسم کے رنگوں میں ان کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔ مجتبی، قہستانی اور ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے سرخ رنگ کا کپڑا پہننے میں کوئی حرج نہیں اور یہ بات امام صاحب سے منقول ہے۔ (ملتقط) اس کا مفاد یہ ہوا کہ یہ کراہت تنزیہی ہے کیونکہ لفظ "**لابأس**" (کوئی حرج نہیں ہے) عموماً ان چیزوں کیلئے استعمال ہوتا ہے جن کا ترک کردینا اولی و بہتر ہے (منح) لیکن کتاب تحفہ میں اس کی حرمت کی صراحت کی گئی ہے لہٰذہ معلوم ہوا کہ یہ مکروہ تحریمی ہے اور جب مطلق کراہت کا ذکر آتا ہے تو اس سے یہی مراد ہوتا ہے۔ یہ بات مصنف نے فرمائی ہے "منتخب فتاوی" میں ہے صاحب روضہ نے کہا مرد و عورت ہر دو کیلئے سرخ اور سبز کپڑا پہننا بلا کسی کراہت کے جائز ہے۔ اگر نجس چیز میں یہ رنگے جانے کی تاویل کے ذریعہ تطبیق کو اختیار نہ کیا جائے تو یہ تمام دلائل اور مجتبی، قہستانی اور شرح ابی المکارم میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب مکروہ تحریمی کے قول کے معارض ہوتے ہیں۔ میں کہتا ہوں امام شرنبلالی کا اس بارے میں **تحفة الاکمل والهمام المصدر لبیان جواز لبس الاحمر**، کے نام سے ایک مستقل رسالہ ہے انھوں نے اس میں کثرت سے دلائل اور اقوال کو ذکر کئے ہیں جن میں سے بعض کو ہم نے پیش کیا ہے اور انھوں نے کہا ہم کو حرمت کے اثبات میں کوئی قطعی دلیل نہیں ملی۔ اور اس کے پہننے کی ممانعت اس علت کی بناء پر ہے جو پہننے والے کے ساتھ پیدا ہوتی ہے جیسے عورتوں یا عجمیوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے کی غرض یا تکبر کے طور پر، اور اگر یہ علت ختم ہو جائے تو کراہت ختم ہو جاتی ہے جیسے اخلاص نیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ظاہر کرنا مقصود ہو۔
اور نجس چیز میں رنگنے کی وجہ سے جو کراہت آئی ہے وہ اس کو دھو لینے سے ختم ہو جاتی ہے اور اس کے جواز کو امام اعظم رحمہ اللہ کی جو صراحت اور اس کی مباح ہونے کی جو قطعی دلیل ہم نے پائی ہے وہ یہ ہے کہ زینت اختیار کرنے کا حکم مطلق ہے اور ہم کو بخاری و مسلم میں اس کی دلیل ملی ہے اس سے حرمت و کراہت کی نفی ہو جاتی ہے بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرتے ہوئے اس کا مستحب ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اور جو اس پر مزید معلومات حاصل کرنا چاہے تو وہ مذکورہ دلائل دیکھے۔ میں کہتا ہوں لیکن اکثر کتابوں میں اس کی کراہت مذکور ہے جیسے سراج، محیط، اختیار، ملتقی، ذخیرہ وغرہ اور علامہ قاسم کا فتوی بھی یہی ہے۔ حاوی زاھدی میں ہے کہ سر میں پہننا بالاتفاق مکروہ نہیں ہے اس رسالہ میں آٹھ اقوال مذکور ہیں جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ وہ مستحب ہے۔

54/5726 ۔انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موئے مبارک آپ کے گوش مبارک کی لو کو چھو رہے تھے اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سرخ جوڑا زیب تن کئے ہوئے دیکھا میں نے آپ سا حسین کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ (ابوداؤد)۔

55/5727 ۔ ہلال بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو منیٰ میں خچر پر خطبہ ارشاد فرماتے ہوئے دیکھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایک سرخ چادر تھی اور علی رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے اس کی وضاحت فرماتے جارہے تھے۔ (ابوداؤد)۔

56/5728 ۔عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا ایک صاحب کا گزر ہوا اور ان پر دو سرخ کپڑے تھے انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ نے ان کا جواب نہیں دیا۔ (ترمذی،ابوداؤد)۔

57/5729 ۔اور ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے انھوں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارغوانی رنگ کے زین پوش سے منع فرمایا۔

58/5730 ۔ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سرخ زین پوش سے منع فرمایا۔ (شرح السنۃ)۔

59/5731 ۔ابو رمثۃ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے [1] تھے اور آپ کے موئے مبارک پر سفیدی آ گئی تھی اور آپ کی سفیدی پر سرخی تھی۔ (ترمذی)۔

60/5732 ۔اور ابوداؤد کی ایک روایت ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے گیسوئے اطہر

---

[1] **قولہ : وعلیه ثوبان اخضران** (آپ پر دو سبز رنگ کے کپڑے تھے) صاحب ردالمحتار نے فرمایا سبز رنگ کا لباس پہننا سنت ہے۔جیسا کہ ''شرعۃ'' میں ہے۔

تا بگوش تھے اوران میں مہندی کا نشان تھا۔

61/5733۔سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: سفید کپڑے پہنو[1] کیونکہ وہ زیادہ پاک اورزیادہ پاکیزہ ہیں اوراسی میں اپنے مُردوں کوکفن دو۔

(احمد،ترمذی،نسائی،ابن ماجہ)۔

62/5734۔ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشادفرمایا: بیشک ان سب سے اچھا لباس جس میں تم اپنی قبروں اوراپنی مسجدوں میں اللہ تعالیٰ سے ملو سفیدلباس ہے۔ (ابن ماجہ)۔

63/5735۔ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی نیا لباس زیب تن فرماتے تواس کا نام لیتے جیسے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر فرماتے اے اللہ تیرا شکر ہے۔جیسا کہ تونے مجھے پہنایا میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کیلئے یہ بنایا گیا ہے اس کی بھلائی مانگتا ہوں اور میں اس کے شر سے اور جس مقصد کے لئے یہ بنایا گیا ہے اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ (ترمذی،ابوداؤد)۔

64/5736۔معاذ بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جوشخص کوئی کھانا کھائے پھر کہے ''اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھ کو یہ سرفراز فرمایا'' تواس کے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔(ترمذی)۔

ابوداؤد نے یہ اضافہ ذکر کیا ہے اور جوشخص کپڑا پہنے اور کہے اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ کو یہ پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر مجھے یہ عنایت فرمایا تواس کے اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں۔

---

[1] قولہ : البسوا الثیاب البیض الخ (سفید کپڑے پہنو) صاحب ردالمحتار نے فرمایا سفیدلباس پہننا مستحب ہے۔

65/5737۔ابومطر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا بیشک علی رضی اللہ عنہ نے تین درہم میں ایک کپڑا خریدا پس جب آپ نے اس کو پہنا تو کہا اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ کو زینت کا وہ لباس عطا فرمایا جس کے ذریعہ میں لوگوں میں جمال حاصل کروں اور اس کے ذریعہ اپنی ستر پوشی کروں پھر کہا اسی طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے۔ (احمد)۔

66/5738 ۔ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انھوں نے کہا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا زیب تن فرمایا اور یہ پڑھا"**اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی كَسَانِی مَا أُوَارِی بِهِ عَوْرَتِی وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي** " اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ کو وہ پہنایا جس سے میں اپنی ستر پوشی کروں اور جس سے میں اپنی زندگی میں زینت حاصل کروں۔

پھر انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے جو کوئی نیا لباس پہنے اور یہ کہے " **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِی كَسَانِی مَا أُوَارِی بِهِ عَوْرَتِی وَأَتَجَمَّلُ بِهِ فِي حَيَاتِي** " پھر جس کپڑے کو اس نے پرانا کردیا ہے اس کو لے کر خیرات کردے تو وہ خواہ زندہ رہے یا انتقال کرجائے اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں اور اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی میں رہتا ہے۔

(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)۔

67/5739۔ام المؤمنین بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے انھوں نے کہا مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا"اے عائشہ اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو تم کو دنیا سے ایک سوار کے توشہ کے بقدر کافی ہے اور تم مالداروں کی مجلس سے دور رہو اور کسی کپڑے کو پرانہ مت سمجھو جب تک کہ تم اس کو پیوند نہ لگاؤ۔ (ترمذی)۔

68/5740۔ابوامامہ ایاس بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کیا تم نہیں سنتے کیا تم نہیں سنتے کہ بیشک سادگی [1] ایمان سے ہے

---

[1] قولہ : ان البذاذة من الایمان (بیشک سادگی ایمان سے ہے) اس حدیث شریف سے یہ بتانا مقصود ہے کہ لباس میں تواضع اختیار کرنا اور حد درجہ زینت سے بچنا اہل ایمان کے اخلاق سے ہے اور

بیشک سادگی ایمان سے ہے۔ (ابوداؤد)۔

69/5741 ۔اورانہیں کی ایک روایت میں سوید بن وہب سے مروی ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کی اولاد میں سے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں انھوں نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: جو شخص خوبصورتی کے لباس کو مقدور کے باوجود ترک کردے۔

70/5742 ۔ایک روایت میں ہے تواضع کے طور پر تو اللہ تعالیٰ اس کو کرامت و بزرگی کا جوڑا پہنائیگا اور جو اللہ کیلئے نکاح کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو شاہی تاج پہنائیگا۔

71/5743 ۔امام ترمذی نے انہی سے بواسطۂ معاذ بن انس لباس سے متعلق حدیث شریف نقل کی ہے۔

72/5744 ۔عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے [1] کہ اس کے بندے پر اس

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) ایمان ہی اس کا باعث ہے۔مرقات میں ہے اور صاحب ردالمختار نے کہا جانو تم اس بات کو کہ زینت کا لباس پہننا مکروہ ہے جبکہ وہ تکبر کے لئے ہو۔

[1] **قوله : ان الله يحب ان يرى اثر نعمته على عبده** (بیشک اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے پر اس کی نعمت کا اثر ظاہر ہو) صاحب ردالمختار نے کہا ہے جانو تم اس بات کو کہ لباس اس میں ایک مستحب ہے اور وہ زینت کو اختیار کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ظاہر کرنے کیلئے پہنا جانے والا زائد لباس ہے۔حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اپنی نعمت کا اثر دیکھنا پسند کرتا ہے اور لباس اس کی ایک قسم مباح ہے اور وہ عید، جمعہ اور لوگوں کے اجتماعات کے موقع پر زینت کی خاطر پہنا جانے والا خوبصورت لباس ہے اور یہ ہر وقت کیلئے نہیں کیونکہ یہ خود پسندی اور تکبر ہے اور یہ بسا اوقات محتاج و تنگدست افراد کے غیظ وغضب کا باعث بنتا ہے۔پس اس سے احتیاط کرنا بہتر ہے اور ''ھندیہ'' میں ''سراجیہ'' سے منقول ہے خوبصورت کپڑے پہننا مباح ہے جب کہ وہ تکبر نہ کرے۔اس کی تفسیر یہ ہے وہ ان کپڑوں کو پہن کر ایسا ہی رہے جیسے پہلے تھا۔صاحب مرقات نے کہا: پس اگر تم کہو کیا یہ بات نہیں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے سادگی پر اُبھارا تا کہ وہ ضرورت کے وقت اس سے روگردانی نہ کرے اور پر تکلف کپڑوں کیلئے تکلف

کی نعمت کا اثر ظاہر ہو۔ (ترمذی)۔

73/5745 ۔ابوالاحوص اپنے والد سے روایت کئے انھوں نے کہا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ مجھ پر ایک معمولی لباس تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تمہارے لئے مال ہے؟ میں نے عرض کیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: مال کس قسم سے ہے تو میں نے عرض کیا: اللہ نے مجھے ہر قسم کے مال عطا کئے ہیں، اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے، غلام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: پس جب اللہ تم کو مال عطا کرے تو اللہ کی نعمت اور اس کی نوازش کا اثر تم پر دکھائی [1] دیا جانا چاہئے۔ (احمد، نسائی، شرح السنۃ میں مصابیح کے لفظ کے ساتھ ہے)۔

74/5746 ۔ابورجاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: ہمارے پاس عمران بن حصین رضی اللہ عنہ تشریف لائے جبکہ ان پر ریشم کی نقش ونگار والی چادر تھی اور انھوں نے کہا: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کسی کو اللہ تعالیٰ کوئی نعمت عطا کرے تو اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ اپنی بندے پر نعمت کا اثر ظاہر ہو۔ (احمد)۔

75/5747 ۔جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے کہا: ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ملاقات کے لئے تشریف لائے۔ تو حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) نہ کرے جیسا کہ لوگوں کی عادت میں دیکھا جاتا ہے حتی کہ علماء اور صوفیاء میں، البتہ وہ شخص جو صاف ستھرے اور نئے لباس پر قدرت رکھنے کے باوجود اس کو اپنی عادت بنالے تو اس کیلئے جائز نہیں کیونکہ یہ خساست اور ہلکا پن ہے۔

[1] **قولہ : فلیر اثر نعمۃ اللہ علیک و کرامتہ** (تم پر اللہ کی نعمت اور اس کی نوازش کا اثر دکھائی دیا جانا چاہئے) شرح السنہ میں ہے یہ حکم صفائی اور نظافت کے ذریعہ اچھے کپڑے اختیار کرنے اور اگر میسر ہو تو نئے کپڑے پہننے سے متعلق ہے عجمیوں کی عادت کے مطابق نرم ملائم اور باریک قسم کے کپڑے اور ایک لباس کے اوپر دوسرا لباس پہننے میں مبالغہ نہیں کرنا چاہئے۔ (مرقات)۔

پراگندہ بال والے ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے بال بکھرے ہوئے تھے۔حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے فرمایا: کہ یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے وہ اپنے سر کو درست کرلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ و سلم نے ایک ایسے آدمی کو دیکھا جس پر میلے کپڑے تھے تو فرمایا: یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے اپنا لباس دھولے۔ [1] (احمد،نسائی)۔

76/5748۔ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انھوں نے کہا: تم جو چاہے [2] کھاؤ اور جو چاہے پہنو جب تک دو چیزیں تم سے دور رہیں فضول خرچی اور تکبر۔امام بخاری نے اس کو ترجمۃ الباب میں بیان کیا۔

77/5749۔اور ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں اس تعلیق کو متصل بیان کیا ہے۔

---

[1] **قولہ : ما کان یجد ھذا ما یغسل بہ ثوبہ** (یہ شخص وہ چیز نہیں پاتا جس سے اپنا لباس دھولے) طیبی نے کہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شخص کی سادگی کو اس لئے ناپسند فرمایا کیونکہ وہ ذلت ورسوائی کا باعث ہے۔اوراب رہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشاد ''**البذاذۃ من الایمان**'' سادگی ایمان سے ہے۔تو اس سے مومن کیلئے تواضع کو ثابت کرنا ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے مومن تواضع والا ہوتا ہے اور ذلیل وخوار نہیں ہوتا اور اسی کیلئے عزت ہے تکبر نہیں ہے۔

اور اسی میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے، بے شک تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں۔میں کہتا ہوں: درست بات یہ ہے کہ سادگی اور معمولی لباس پر اکتفاء کرنا اس نظافت وستھرائی کے منافی نہیں ہے جس کے بارے میں آیا ہے کہ وہ دین سے ہے اور یہ ارباب یقین کے پاس ذلت ورسوائی کو لازم نہیں کرتی۔(مرقات)۔

[2] **قولہ : کل ما شئت والبس ما شئت ...... الخ** (تم جو چاہے کھاؤ اور جو چاہے پیو) صاحب فتاوی عالمگیریہ نے جو بات کہی ہے وہ اسی مفہوم کے قریب ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کوئی اس میں سے کچھ بھی تکبر کی وجہ سے کرے تو وہ ناپسندیدہ ہے۔اور کسی ضرورت اور حاجت کی وجہ سے ایسا کرے تو وہ مکروہ نہیں ہے۔(کافی)۔

78/5750 ۔عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم کھاؤ، پیو اور صدقہ و خیرات کرو اور پہنو جب تک کہ اس میں اسراف اور تکبر کی آمیزش نہ ہو۔ (احمد، نسائی، ابن ماجہ)۔

79/5751 ۔ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے۔ انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی دنیا میں شہرت کا لباس پہنے [1] اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ذلت کا لباس پہنائے گا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)۔

80/5752 ۔اور انہی سے روایت ہے انھوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کسی قوم سے مشابہت اختیار کرے گا تو وہ انہی میں سے ہوگا۔ (احمد، ابوداؤد)۔

---

[1] قولہ : من لبس ثوب شھرۃ (جو کوئی شہرت کا لباس پہنے) یعنی تکبر، فخر اور بڑائی کا لباس پہنے یا وہ لباس پہنے جس کو بناوٹی زاہد اپنے آپ کو زاہد سے شہود کرنے کیلئے پہنا کرتے ہیں یا وہ لباس پہنے جس کو بناوٹی سید سیادت کی علامت کے طور پر پہنتے ہیں جیسے سبز کپڑا یا بناوٹی فقیہ جو فقہاء کا لباس پہنتے ہیں اس جیسا لباس پہنے حالانکہ وہ احمقوں میں سے ہے (مرقات) بہتر یہ ہے کہ، لباس عمدہ اور معمولی کے درمیان میں ہو کیونکہ سب سے بہترین کام ان میں کے درمیانی ہوتے ہیں اور اس لئے بھی کہ دو قسم کی شہرت والے لباس سے منع کیا گیا ہے ۱) ایک جو انتہائی اعلیٰ قسم کا ہو ۲) دوسرا وہ جو نہایت ہی خسیس و معمولی ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1/198) بَابُ الْخَاتَمِ
انگوٹھی کا بیان

1/5753۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے 1؎ کی انگوٹھی بنوائی۔

2/5754۔ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو اپنے دائیں ہاتھ 2؎ میں پہنا، پھر

1؎ قولہ: **اتخذ النبی صلی الله علیه وسلم خاتما من ذهب** (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی بنوائی) یہ واقعہ مردوں پر سونا حرام کئے جانے سے پہلے تھا۔امام محمد نے موطا میں فرمایا: مرد آدمی کے لئے نہ سونے کی انگوٹھی پہننا درست ہے اور نہ لوہے کی اور نہ پیتل کی، اور وہ چاندی کی انگوٹھی کے سوا نہ پہنے البتہ عورتوں کے لئے سونے کی انگوٹھی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔امام نووی نے کہا: علماء متفق ہیں کہ سونے کی انگوٹھی عورتوں کے لئے مباح ہے اور مردوں کے لئے حرام ہے (مرقات)۔

2؎ قولہ: **وجعله فی یده الیمنی** (اور آپ نے اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں پہنا) انگوٹھی کو دائیں اور بائیں ہاتھ میں پہننا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔اختلاف افضلیت کے بارے میں ہے۔علامہ عینی نے ''عمدۃ القاری'' میں کہا کہ ہمارے شیخ نے ترمذی کی شرح میں فرمایا: احادیث سے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کا استحباب ثابت ہے۔اور امام شافعی کے اصحاب کے دو قولوں میں قابل ترجیح قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا بہ نسبت بائیں ہاتھ کے افضل ہے۔اور امام مالک کے مذہب میں بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننا مستحب ہے اور انہوں نے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کو مکروہ قرار دیا۔اب رہا احناف کا مذہب تو فقیہ ابواللیث نے ''جامع صغیر'' کی شرح میں انگوٹھی پہننے سے متعلق دائیں اور بائیں دونوں کو برابر قرار دیا ہے۔انتہی۔

صاحب درمختار اور ردالمحتار نے فرمایا: اس (کے نگینہ) کو بائیں ہاتھ میں ہتھیلی کے اندر کی جانب رکھے۔اور

اس کو نکال دیا، اس کے بعد چاندی کی ایک 1 انگوٹھی بنوائی جس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کیا گیا اور آپ نے فرمایا: کوئی بھی میری انگوٹھی کے اس 2 نقش کی طرح ہرگز نقش نہ کرے۔ جب آپ اسے پہنتے تو اس 3 کا نگینہ اپنی ہتھیلی کے اندر کی جانب رکھتے تھے۔ (متفق علیہ)

3/5755 ۔سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔ (ابن ماجہ)

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ایک قول میں سیدھے ہاتھ میں رکھنا ہے مگر یہ روافض کا شعار ہے لہذا اس سے بچنا واجب ہے (قہستانی وغیرہ) قہستانی کی عبارت جو محیط سے منقول ہے یہ ہے: جاز ان یجعلہ فی الیمنی الا انہ شعار الروافض ۔(دائیں ہاتھ میں اس کو پہننا جائز ہے مگر یہ کہ یہ روافض کا شعار ہے)۔اور اسی طرح ''ذخیرہ'' میں بھی ہے۔تم غور کرو۔ میں کہتا ہوں ہوسکتا ہے کہ ایسا تھا اور ختم ہوگیا۔تم بصیرت سے کام لو۔یعنی پہلے زمانے میں وہ ان کا شعار تھا پھر ختم ہوگیا۔موجودہ زمانے میں بالکل یہ نہیں رہا۔اب وہ جیسا بھی ہو اس سے روکا نہیں جائے گا۔''غایۃ البیان'' میں ہے کہ جامع صغیر کی شرح میں فقیہ ابواللیث نے دائیں اور بائیں ہاتھ میں سے کسی میں بھی پہننے کو مساوی قرار دیا ہے اور یہی حق ہے۔کیونکہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایتیں مختلف ہیں۔اور بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ ''دائیں ہاتھ میں پہننا باغیوں کی علامتوں میں سے ہے'' یہ کوئی چیز نہیں ہے۔کیونکہ رسول اللہ (ﷺ) سے جو صحیح حدیث منقول ہے اس سے اس کی نفی ہوتی ہے۔

1 قولہ:ثم اتخذ خاتما من ورق (پھر آپ (ﷺ) نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی) صاحب درمختار نے کہا: انگوٹھی صرف چاندی کی پہنی جائے کیونکہ اس سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے۔

2 قولہ:وقال لا ینقش احد علی نقش خاتمی ھذا (اور آپ نے فرمایا: کوئی شخص میری انگوٹھی کے اس نقش کی طرح ہرگز نقش نہ کرائے) صاحب درمختار نے کہا: وہ اس پر اپنا نام یا اللہ تعالی کا نام نقش کروائے، کسی انسان یا پرندے کی تصویر کا نقش اور ''محمد رسول اللہ'' کا نقش نہ کروائے۔

3 قولہ:وکان اذا لبسہ جعل فصہ مما یلی بطن کفہ (اور آپ ﷺ جب اس کو پہنتے تو اس کا نگینہ اپنی ہتھیلی کے اندر کے حصہ میں رکھتے تھے) صاحب ہدایہ نے کہا: مرد نگینہ کو اپنی ہتھیلی کے اندرونی حصہ کی جانب رکھے برخلاف عورتوں کے وہ اوپر کی جانب رکھ سکتی ہیں اس لئے کہ وہ ان کے حق میں زینت کا باعث ہے۔

4/5756۔ابوداؤد،نسائی بروایت سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ۔

5/5757۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔(ابوداؤد)

6/5758۔مسلم بروایت سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ۔

7/5759۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قسّی ریشم، زرد رنگ کے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع 1 فرمایا۔ (مسلم)

امام مالک نے اپنی مؤطا میں کہا: میں یہ بات 2 ناپسند کرتا ہوں کہ بچوں کو سونے کی کوئی چیز پہنائی جائے، کیونکہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا ہے۔لہٰذا میں مردوں کے لئے خواہ بڑے ہوں یا چھوٹے اس کو مکروں سمجھتا ہوں۔

8/5760۔سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی ملاحظہ فرمائی تو آپ نے اس کو اتار دیا اور پھینک دیا،اور فرمایا:تم میں کا کوئی آگ کے انگارہ کا ارادہ کرتا اور اس کو اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد (اس) آدمی سے کہا گیا کہ تو اپنی انگوٹھی لے لے اور اس سے فائدہ اٹھا،اس نے کہا: اللہ کی قسم میں اس کو کبھی نہیں لوں گا جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پھینک دیا ہے۔ (مسلم)

---

1 قولہ:وعن قراءۃ القراٰن فی الرکوع (اور رکوع میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا)اور''البحر''میں ہے: رکوع اور سجدے میں قرآن کی تلاوت مکروہ تحریمی ہے(عرف شذی)

2 قولہ:انا اکرہ ان یلبس الغلمان شیئا من الذھب الخ (میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ بچوں کو سونے کی کوئی چیز پہنائی جائے)صاحب درمختار نے کہا: بچے کو سونا یا ریشم پہنانا مکروہ ہے کیونکہ جس کا پہننا اور پینا حرام ہے اس کو پہنانا اور پلانا حرام ہوگا۔

9/5761 ۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دس خصلتوں کو ناپسند فرماتے تھے: (1) زرد رنگ 1 یعنی زعفران میں ملی ہوئی خلوق نامی خوشبو استعمال کرنا (2) بالوں کی سفیدی 2 کو بدلنا (3) تہبند گھسیٹنا (4) سونے کی انگوٹھی پہننا (5) زینت کا اظہار 3 غیر محل پر کرنا (6) نردوں 4 سے کھیلنا اور شافعیہ کے پاس ان کے معتبر شرائط کے ساتھ مباح ہے (مرقات، درمختار) (7) معوذات کے ماسوا سے دم 5 کرنا (8) تعویذ 6 باندھنا

---

1 قولہ: الصفرة يعني الخلوق (زرد رنگ یعنی خلوق زعفران ملی ہوئی زرد رنگ کی خوشبو) صاحب مرقات نے کہا: اور اس سے جو منع کیا گیا ہے وہ مردوں کے ساتھ خاص ہے۔

2 قولہ: وتغيير الشيب (اور بالوں کی سفیدی کو تبدیل کرنا) امام محمد نے اپنی موطا میں کہا: ہم کسم اور مہندی اور پیلے رنگ کا خضاب کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے ہیں۔ اور اگر وہ ان کو سفید ہی چھوڑ دیں تو کوئی حرج نہیں ہے اور وہ سب درست ہیں۔

3 قولہ: والتبرج بالزينة (اور عورت کا اجنبیوں کے لئے اپنی زینت کو ظاہر کرنا) یعنی عورت کا مردوں کے سامنے اپنی زینت اور اپنے محاسن کو ظاہر کرنا ''لغیر محلھا'' کا مطلب اس کے شوہر اور محارم کے غیر کے لئے ہے۔ (مرقات)

4 قولہ: والضرب بالكعاب (نردوں سے کھیلنا) اور اس سے مراد نرد کھیلنے سے منع کرنا ہے اور وہ حرام ہے آپ علیہ الصلوٰۃ السلام اور صحابہ نے اس کو ناپسند کیا۔ اور شطرنج کھیلنا بھی اسی کے معنی میں ہے اور وہ ہمارے پاس مکروہ ہے۔

5 قولہ: والرقى الا بالمعوذات (اور معوذات کے ماسوا سے دم کرنا) امام محمد نے اپنی موطا میں کہا: اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ جو چیز قرآن میں ہے اور جو اللہ کے ذکر سے ہے اس سے تعویذ و دم کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے البتہ جس کلام کا مفہوم معلوم نہ ہو اس سے تعویذ و دم نہیں کرنا چاہئے۔

6 قولہ: وعقد التمائم (اور تعویذ باندھنا) تمائم: تمیمة کی جمع ہے اور یہاں ''تمائم'' سے جاہلیت کے تعویذات مراد ہیں جو شیطانوں کے ناموں پر اور ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتے ہیں جن کے معنی معلوم نہیں ہوتے تھے۔ اور یہ بھی کہا گیا ''تمائم'' وہ منکے ہیں جن کو جاہلیت میں عرب اپنے بچوں پر لٹکاتے تھے، اور یہ خیال کرتے تھے کہ وہ ان کے ذریعہ نظر سے محفوظ رہتے ہیں، اسلام نے اس کو باطل قرار دیا کیونکہ صرف اللہ تعالی ہی نفع پہنچاتا ہے اور وہی ضرر دفع کرتا ہے (مرقات)

اور صاحب ''درمختار'' نے ''مجتبی'' میں کہا: جو تعویذ عربی میں نہ ہو وہ مکروہ ہے۔

(9) غیر محل میں عزل [1] کرنا (10) بچے کی فساد صحت کا سبب ایام رضاعت میں وطی کرنا اس کو آپ حرام نہیں فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

ہمارے ائمہ نے کہا: کہ آپ ﷺ کا یہ قول: ''و فساد الصبی'' یہ عرب میں پھیلی ہوئی عام باتوں میں سے تھی۔ تو آپ نے اپنی امت کو یہ حکم بطور شفقت دیا ہے، اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور جب یہ بات معلوم ہوئی کہ فارس اور روم ایسا کرتے ہیں اور اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور اس سے ان کی اولاد پر کوئی ضرر نہیں ہوتا۔ تو آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔

10/5762 ۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم لیا اور اس کو اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور آپ نے سونا لیا اس کو اپنے بائیں ہاتھ میں رکھا پھر آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ (احمد، ابوداؤد، نسائی)

البتہ سونے کے زیورات عورتوں کے لئے حرام ہونے کے بارے میں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو وہ ابتدائی زمانے میں تھا پھر منسوخ ہوگیا اور عورتوں کے لئے سونے کے زیورات پہننا جائز کردیا گیا۔

11/5763 ۔سیدنا معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چیتوں کی کھال پر سواری کرنے سے اور سونا پہننے سے منع فرمایا مگر یہ کہ وہ [2] ریزہ ریزہ ہو۔ (ابوداؤد، نسائی)

اور صاحب ہدایہ نے کہا: سونے کی کیل میں کوئی حرج نہیں ہے جو نگینے کے سوراخ میں

---

[1] قولہ: وعزل الماء لغیر محله (غیر محل میں عزل کرنا) ''لغیر محله'' کے معنی بغیر الاماء۔ کیونکہ عزل کا محل باندیاں ہیں نہ کہ آزاد عورتیں۔ اور آزاد عورت کے بارے میں یہ اس کی اجازت نہ دینے پر محمول ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس میں ''اتیان الدبر'' (مبرز میں وطی) سے کنایہ ہے، یعنی منی کو اس کی حلال جگہ کے سوا میں ڈالنا کیونکہ منی کا محل عورت کی سامنے کی شرمگاہ ہے۔ (مرقات)

[2] قولہ: الا مقطعا (مگر یہ کہ وہ ریزہ ریزہ ہو) یعنی کہر کے مانند توڑے ہوئے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے جو ہتھیاروں، چاندی کی انگوٹھیوں اور کپڑوں کے نقش و نگار پر ہوں۔ ہمارے علماء میں سے بعض شارحین نے اسی طرح ذکر کیا ہے۔ (مرقات)

رکھی جاتی کیونکہ وہ تابع ہے جیسا کہ کپڑے میں نقش ونگار (تابع) ہوتا ہے اور یہ اس کا پہننے والا شمار نہیں کیا جاتا ہے۔

12/5764 ۔سیدنا عبدالرحمٰن بن طرفہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ان کے دادا عرفجہ بن اسعد کی ناک واقعہ کُلاب کے موقع پر کاٹی گئی تو انہوں نے چاندی کی ایک ناک بنوائی تو اس سے بو آنے لگی تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ [1] سونے کی ناک بنالیں۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

13/5765 ۔سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آدمی سے جس پر پیتل کی انگوٹھی تھی فرمایا: کیا بات ہے میں تم سے بتوں کی بو پا رہا ہوں تو وہ اس کو پھینک دیا پھر وہ آیا اس حال میں کہ اس [2] پر لوہے کی انگوٹھی تھی، تو آپ نے فرمایا: کیا بات ہے میں تم پر دوزخیوں کا زیور دیکھ رہا ہوں تو وہ اس کو بھی پھینک دیا اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اس کو کس چیز سے بنواؤں تو آپ نے فرمایا: چاندی سے اور تم اس کو مکمل ایک مثقال کی [3] مت بناؤ۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی)

---

[1] قولہ: **فامره النبی صلی الله علیه وسلم ان یتخذ انفا من ذهب** (تب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حکم فرمایا کہ وہ سونے کی ناک بنالیں) اسی وجہ سے صاحب درمختار نے کہا: اور وہ سونے کی ناک بنواسکتا ہے کیونکہ چاندی میں بو آسکتی ہے۔

[2] قولہ: **وعلیه خاتم من حدید** الخ (اس حال میں کہ اس پر لوہے کی انگوٹھی تھی) وہ صرف چاندی کی انگوٹھی پہن سکتا ہے، کیونکہ اس سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے اور اس کے سوا سب حرام ہیں مثلاً پتھر، سونا، لوہا، پیتل، سیس اور کانچ وغیرہ۔ اور ''جوھرہ'' میں ہے لوہے، پیتل، تانبے اور سیس کی انگوٹھی پہننا مردوں اور عورتوں کے لئے مکروہ ہے۔ (ماخوذ از درمختار، ردالمحتار)

[3] قولہ: **و لا تتمه مثقالا** (اور تم اس کو مکمل ایک مثقال کی مت بناؤ) یعنی ایک مثقال سے زائد نہ ہو، یہ صاحب درمختار نے کہا اور صاحب ردالمحتار نے کہا: ایک قول یہ ہے کہ **لا یبلغ به المثقال** ایک مثقال سے کم ہو۔ (ذخیرہ) میں کہتا ہوں سابقہ حدیث سے جس میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ قول ہے۔ ''**و لا تتمه مثقالا**'' (ایک مثقال کی نہ ہو) اس کی تائید ہوتی ہے۔

اور تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: درحقیقت لوہے کی انگوٹھی پہننے سے منع کرنا، یہ سھل بن سعد کے واقعہ کے بعد ہے، جس میں آپ نے فرمایا تھا تم لوہے کی کیوں نہ ہو ایک انگوٹھی تلاش کر کے لاؤ، اس لئے کہ سھل کی حدیث سنن اوراحکام شریعت کے قرار پانے اور مستحکم ہونے سے پہلے کی ہے اور بریدہ کی حدیث اس کے بعد کی ہے۔

14/5766 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے کسری، قیصر اور نجاشی کو خط لکھنے کا ارادہ فرمایا تو عرض کیا گیا: وہ کوئی خط بغیر مہر کے نہیں قبول کرتے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کے حلقے والی ایک انگوٹھی بنوائی جس میں ''محمد رسول اللہ'' نقش کیا گیا تھا۔ (مسلم)

15/5767 ۔اور بخاری کی ایک روایت میں ہے انگوٹھی کا نقش تین سطر تھا محمد ایک سطر رسول ایک سطر اور اللہ ایک سطر۔

16/5768 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انگوٹھی بنوائی اور اس کو پہنا، فرمایا: یہ مجھ کو آج تمہاری طرف توجہ کرنے سے مشغول رکھی۔ایک نظر اس کی طرف اور ایک نظر تمہاری طرف رہی پھر آپ نے اس کو نکال [1] دیا۔ (نسائی)

---

[1] قولہ: ثم القاہ (پھر آپ نے اس کو نکال دیا) اس میں ظاہر بات یہ ہے کہ آپ ﷺ سونے کی انگوٹھی کو حرام قرار دینے کے بعد نقش کے بغیر زینت کے ارادہ سے چاندی کی بغیر نقش کی انگوٹھی پہنے تو لوگ اتباع سنت میں اس کو پہنے اور آپ ﷺ نے اس پر مترتب ہونے والے اثر تکبر کو دیکھا، تو اس کو نکال دیا تو لوگ بھی اس کو نکال دیئے۔ پھر آپ مہر لگانے کے لئے اس کی ضرورت محسوس کئے تو اس کو پہن لئے اور لوگوں سے فرمائے ہم ایک انگوٹھی بنوائے ہیں اور اس میں ایک مصلحت کے لئے ایک نقش کروائے ہیں اب کوئی اس پر ہمارا نام نقش نہ کروائے۔ اگر ضرورت ہو تو وہ اپنا نام نقش کروائے۔ ہمارے ائمہ اور دوسروں میں سے جس نے بھی یہ کہا ہے کہ غیر حاکموں کو انگوٹھی پہننا مکروہ ہے، اس کی وجہ اس حدیث شریف سے ظاہر ہوتی ہے۔

امام احمد، ابوداؤد، نسائی نے ابوریحانہ سے روایت نقل کیا ہے کہ حضور ﷺ نے انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا سوائے صاحب اقتدار کے۔(مرقات) درمختار میں ہے صاحب اقتدار، قاضی اور وہ جس کو ضرورت ہے جیسے متولی وغیرہ۔ان کے سوا دوسروں کے لئے انگوٹھی نہ پہننا ہی افضل ہے۔(الدر المختار)

17/5769 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اوراس کا نگینہ اُسی کا تھا۔(بخاری)

18/5770 ۔اورانہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دائیں ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنے جس میں حبشی نگینہ [1] تھا اوراس کے نگینہ کو آپ اپنی ہتھیلی کی جانب رکھتے تھے۔(بخاری،مسلم)

19/5771 ۔اورانہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی [2] اس میں تھی اورانہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

20/5772 ۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ میں اپنی اس انگلی یا اس انگلی میں انگوٹھی پہنوں۔راوی نے کہا: انہوں نے درمیانی انگلی اوراس سے متصل انگلی کی طرف اشارہ کیا۔ (مسلم)

---

[1] قولہ:فیہ فص حبشی (جس میں حبشی نگینہ تھا)انگوٹھی میں حلقہ کا اعتبار ہے۔کیونکہ انگوٹھی کا دارومدار اسی پر ہے، اور نگینہ کا اعتبار نہیں، اسی لئے وہ نگینہ پتھر یا اس کے سوا کسی بھی چیز کا جائز ہے۔کتاب ''السراج الوھاج''میں اسی طرح مذکور ہے۔(عالمگیریہ)

اور صاحب درمختار نے کہا ہے کہ اعتبار حلقہ کا ہے کہ وہ چاندی کا ہو۔نگینہ کا اعتبار نہیں ہے،نگینہ پتھر،عقیق، یاقوت وغیرہ کا جائز ہے۔(الدرالمختار)

[2] قولہ:کان خاتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ھذہ الخ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی اس میں تھی) فتاوی کی کتابوں میں ہے مناسب یہ ہے کہ انگوٹھی کو بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی میں پہنے، بجائے اس کے کہ وہ دوسری انگلیوں اورسیدھے ہاتھ میں پہنے، کیونکہ سیدھے ہاتھ میں پہننا رافضیت کی علامت ہے۔ لیکن جہاں تک جواز کا تعلق ہے سیدھے اور بائیں دونوں میں ثابت ہے اور ہر ایک کے لئے حدیث شریف آئی ہے ذخیرہ میں اسی طرح ہے(عالمگیری)۔اورصاحب مرقات نے کہا ہے کہ امام نووی نے بیان کیا: مرد کے لئے درمیانی انگلی اوراس سے متصل انگلی میں انگوٹھی پہننا مکروہ تنزیہی ہے،لیکن عورت کے لئے تمام انگلیوں میں انگوٹھی پہننا جائز ہے۔

21/5773۔سیدنا ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان کی ایک باندی زبیر کی بیٹی کو عمر بن خطاب کے پاس لے گئی اور اس کے پیر میں گھنگرو تھے۔تو عمرؓ نے ان کو کاٹ دیا اور فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہر گھنٹی کے ساتھ ایک 1؎ ایک شیطان ہوتا ہے۔(ابوداؤد)

22/5774۔سیدنا عبدالرحمٰن بن حیان انصاری کی باندی نباتہ سے روایت ہے کہ وہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھیں۔جس وقت ان کی خدمت میں ایک لڑکی کو لایا گیا اس حال میں کہ اس پر گھنگرو تھے جو بجتے تھے تو انہوں نے کہا: تم اس کو میرے پاس مت لاؤ مگر یہ کہ تم اس کے گھنگرو کاٹ دو۔میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنی ہوں: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں 2؎ ہوتے جس میں گھنٹی ہو۔ (ابوداؤد)

(باب الخاتم ختم ہوا)

1؎ قولہ:مع کل جرس شیطان (ہر گھنٹی کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے) یہ لفظ عام ہے۔اس لئے اس میں بڑی اور چھوٹی دونوں قسم کی گھنٹیاں داخل ہیں۔اور اس میں وہ سب گھنٹیاں داخل ہیں جو تانبہ، لوہے، سونے یا چاندی سے بنائی گئی ہوں۔خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ زیور جس میں آواز ہو وہ گھنٹی کے حکم میں داخل ہے، عورتوں کو اس کا پہننا یا چھوٹی بچیوں کو پہنانا دونوں بھی جائز نہیں ہے۔ (بذل المجہود)

2؎ قولہ:لا تدخل الملائکۃ بیتا فیہ جرس (فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں گھنٹی ہو) مولانا محمد یحیٰ نے حضور ﷺ کے ارشاد ''اس گھر میں جس میں گھنٹی ہو'' سے متعلق اپنے شیخ کی تقریر کے حوالہ سے لکھا ہے: یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ کراہت اس صورت میں ہے جب کہ یہ اسی طرح بنائی گئی ہو۔اب رہا وہ آواز اور گھنٹی بنائی نہ گئی ہو تو وہ حرام نہیں ہے اگرچیکہ کبھی اس سے آواز بھی نکلتی ہو جیسا کہ عورتوں کے زیورات میں جب وہ زیادہ استعمال کرتی ہیں تو یہ چیز دیکھی جاتی ہے۔(بذل المجہود)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(2/199) بَابُ النِّعَالِ

جوتے پہننے کا بیان

1/5775 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے نعلین پہنے ہوئے دیکھا ہے جن پر[1] بال نہیں تھے۔ (بخاری)

2/5776 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کو دو تسمے تھے۔(بخاری)

3/5777 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین کو دو تسمے تھے جن کی ڈوریاں بٹی ہوئی تھیں۔(ترمذی)

4/5778 ۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک غزوے میں جس میں آپ تشریف لے گئے تھے فرماتے ہوئے سنا: جوتے کثرت سے پہنا کرو کیونکہ آدمی جب تک جوتے پہنا ہوا رہے مسلسل سوار رہتا ہے۔(مسلم)

---

[1] قولہ:يلبس النعال التي ليس فيها شعر (ایسے نعلین جن پر بال نہیں تھے)ابوعمر نے کہا میں قبرستان کے سوا دوسرے مقام میں سبتی یعنی ایسے جوتے جن پر بال نہ ہوں پہننے میں کوئی اختلاف نہیں جانتا۔اب رہا قبرستان میں تو صاحب عمدۃ القاری نے کہا: اس میں اختلاف ہے۔اور ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی نے کہا: میں کہتا ہوں کہ راجح یہ ہے کہ قبروں پر چلنا جوتوں کے ساتھ ہو یا بغیر جوتوں کے ہو منع ہے۔ممکن ہے آپ کا قبروں پر چلنا ثابت ہو پھر آپ نے جوتے اتارنے کا حکم دے کر اس سے جو منع فرمایا وہ اس بناء ہو کہ یہ ادب وتواضع کا مقام ہے غرور وتکبر کا مقام نہیں ہے اس لئے آپ نے تکبر کا علاج اس کی ضد سے کیا، اوران کو ادب وتواضع کا حکم دیا جو ان پر گراں ہے اور یہ بوقت ضرورت جوتے پہننے کے جواز کے منافی نہیں ہے تاکہ حرج نہ ہو(انتھی)۔اور فتاوی عالمگیری میں ہے لکڑی کے جوتے پہننا بدعت ہے۔

5/5779۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی جوتا پہنے تو سیدھے سے شروع کرے اور جب نکالے تو بائیں سے شروع کرے۔ پہننے میں دایاں پہلے اور نکالنے میں وہ آخری ہونا چاہئے۔ (متفق علیہ)

6/5780۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا: حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے [1] رہ کر جوتے پہننے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد۔)

7/5781۔ اور اس کو امام ترمذی وابن ماجہ نے ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے

8/5782۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے فرمایا: سنت ہے کہ جب کوئی شخص بیٹھے تو اپنے جوتے نکالے اور ان کو [2] اپنے بازو رکھے۔ (ابوداؤد)

9/5783۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص ایک جوتا پہن کر نہ چلے یا تو دونوں کو نکال دے یا دونوں پہن لے۔ (متفق علیہ)

10/5784۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کسی کے جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو وہ ایک جوتے میں نہ چلے جب تک کہ اس کے تسمے کو صحیح نہ کرلے اور ایک موزہ پہن کر نہ چلے اور بائیں ہاتھ سے نہ کھائے اور ایک کپڑا پہنے ہوئے گھٹنوں کو کھڑے کر کے ان پر ہاتھوں سے یا کپڑے سے حلقہ بنا کر اس طرح نہ بیٹھے کہ ستر کھل جائے، اور ہاتھوں کو اندر کر کے کپڑے کو اطراف سے اس طرح نہ لپیٹ لے کہ باہر نہ نکال

---

[1] قولہ: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے رہ کر جوتے پہننے سے منع فرمایا) حضرت مظہر نے کہا یہ اس حالت میں ہے جس میں کھڑے رہ کر پہننے میں تھکان ہوتی ہو جیسے موزے اور وہ جوتے جن کے ڈوریاں باندھنے کی ضرورت ہو (مرقات)

[2] قولہ: فيضعهما بجنبه (اور ان کو اپنے بازو رکھے) سیدھے جانب کی عظمت کی بناء پر ان کو اپنی بائیں جانب رکھے۔ اور قبلہ کی تعظیم کی خاطر ان کو سامنے نہ رکھے اور ان کو اپنے پیچھے بھی نہ رکھے کہ اس میں چوری کا اندیشہ ہے۔ (مرقات)

سکے۔(مسلم)

اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ جو مروی ہے کہ ''نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی ایک جوتا پہن کر چلے ہیں'' اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو ایک نادر واقعہ ہے۔شاید آپ کے دولت خانے میں کسی سبب سے اتفاقاً ہوا ہوگا۔

اور ملاّ علی قاری رحمہ اللہ الباری نے فرمایا: اگر یہ واقعہ منع کرنے کے بعد کا ہے تو اس کو ضرورت پر یا بیان جواز پر محمول کیا جائے گا کیونکہ یہ ممانعت تحریمی نہیں ہے۔

11/5785 ۔حضرت ابن بریدہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نجاشی نے [1] دو سیاہ رنگ کے سادے موزے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہدیۃً بھیجے تو آپ نے ان کو پہن لیا۔(ابن ماجہ)

12/5786 ۔امام ترمذی نے ابن بریدہ کی اپنے والد سے روایت کردہ حدیث میں یہ اضافہ کیا ہے: ''پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کئے اور ان پر مسح کئے''۔

(باب النعال ختم ہوا)

---

[1] قولہ: ان النجاشی اھدی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم خفین اسودین الخ (نجاشی نے دو سیاہ رنگ کے سادے موزے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ھدیۃً بھیجے) عالمگیری میں ہے ابوالقاسم الصفار سے مروی ہے کہ لال رنگ کا موزہ فرعون کا تھا اور سفید موزہ ھامان کا اور سیاہ رنگ کا موزہ علماء کا موزہ ہے۔اور میں نے بلخ کے بیس کبار فقہاء سے ملاقات کی، تو ان میں سے کسی کا بھی نہ تو سفید موزہ دیکھا اور نہ لال۔اور نہ یہ سنا کہ کسی نے اس کو رکھا ہے۔اور مروی ہے کہ حضور ﷺ نے سیاہ رنگ کے موزہ کو رکھا ہے۔ آپ کی خدمت میں دو سیاہ موزے ھدیۃً پیش کئے گئے تو آپ نے ان کو لے کر پہنا۔(قنیہ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(3/200) بَابُ التَّرَجُّلِ
کنگھی کرنے کا بیان

1/5787 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور میں کنگھی کیا کرتی تھی حالانکہ وہ حائضہ ہوتی ۔ (متفق علیہ)

2/5788 ۔سیدنا عطاء بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے تو ایک صاحب آئے ایسی حالت میں کہ سر اور داڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اپنے دست مبارک سے اشارہ فرمایا گویا آپ ان کو اپنے بالوں اور ڈاڑھی کی اصلاح کا حکم فرمارہے ہیں تو انہوں نے اصلاح کرلی ۔ پھر واپس آئے ۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ اس سے کہ تم میں کا کوئی شیطان کی طرح پراگندہ بال آئے بہتر نہیں ہے ۔ (مالک)

3/5789 ۔سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے بال تابہ دوش ہیں تو کیا میں ان میں کنگھی کروں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں اوران کا احترام کرو'' ۔ راوی کا بیان ہے کہ بسا اوقات سیدنا ابوقتادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''نعم واکرمھا'' (ہاں! اوران کا احترام کرو) کی بناء پر دن میں دو دفعہ ان میں تیل لگایا کرتے تھے ۔ (مالک)

4/5790 ۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کو بال ہوں وہ ان کا احترام کرے۔ (ابوداؤد)

5/5791۔سیدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنگھی کرنے سے منع فرمایا مگر ناغہ ناغہ سے۔ (ترمذی،ابوداؤد،نسائی)

صاحب مسوی نے کہا: اسی پر عمل ہے اب رہا ابوقتادہ کا عمل تو یہ ان کا فہم ہے جو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''واکرمھا'' (اوران کا احترام کرو) سے سمجھا ہے۔

اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ احترام سے خاص قسم کا احترام مراد ہو اور وہ معتدل اور میانہ طریقہ ہے جو حد درجہ ناز ونعمت اور ترک نظافت وخستہ حالت کے درمیان ہے۔

6/5792۔سیدنا عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے فضالہ بن عبید سے کہا: کیا بات ہے کہ میں تم کو پراگندہ بال دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو زیادہ عیش پسندی سے منع فرماتے تھے۔اس شخص نے کہا: کیا بات ہے میں تمہارے پاس جوتے نہیں دیکھ رہا ہوں۔انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو حکم دیتے تھے کہ ہم کبھی کبھی ننگے پیر چلا کریں۔ (ابوداؤد)

7/5793۔روایت ہے کہ ابن مسیّب کو یہ کہتے سنا گیا: بیشک اللہ تعالی پاک ہے پاکی کو پسند کرتا ہے ستھرا ہے ستھرائی کو پسند کرتا ہے کریم ہے کرم کو پسند کرتا ہے سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے تم صاف ستھرا رکھو میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے فرمایا: اپنے صحنوں کو۔اور یہود سے مشابہت اختیار مت کرو۔راوی نے کہا میں نے مہاجر بن مسمار سے اس کا ذکر کیا تو انہوں نے فرمایا: مجھ کو عامر بن سعد نے اپنے والد کے واسطہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل روایت بیان کی۔مگر اس میں یہ ہے کہ آپ نے فرمایا: اپنے صحنوں کو صاف رکھو۔(ترمذی)

8/5794۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔اور آپ کے گیسوئے مبارک شانوں سے اوپر اور کانوں سے نیچے تھے۔(ترمذی،نسائی)

9/5795 ۔سیدنا ابن حنظلیہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خریم اسدی کیا ہی اچھے آدمی ہیں اگر ان کے زلف شانوں تک لمبے نہ ہوتے اور ان کا تہبند ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا۔ یہ بات خریم کو پہنچی تو انہوں نے ایک استرا لیا اور اس سے اپنے بالوں کو کانوں تک کاٹ 1؎ دیا اور اپنی تہبند نصف پنڈلیوں تک اونچا کر لی۔(ابوداؤد)

10/5796 ۔سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے لمبے بال تھے پس جب مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو فرمایا: نحوست 2؎ نحوست، انہوں نے کہا: میں واپس لوٹ آیا اور ان کو کاٹ دیا، پھر دوسرے دن حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا میری مراد تمہارے 3؎ لئے یہ نہیں تھی اور یہ بہتر ہے۔(ابوداؤد)

صاحب بذل المجہود نے کہا یعنی بالوں کو کم کرنا اس کو دراز رکھنے سے زیادہ اچھا ہے اگرچہ کہ لمبے بال رکھنا جائز ہے۔

امام طحاوی نے مشکل الآثار میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف میں اس بات کی دلیل ہے کہ بالوں کو کاٹنا ان کو بڑھانے سے زیادہ اچھا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شئی کو احسن قرار دیں تو کوئی چیز بھی اس سے احسن نہیں ہوسکتی اور اس احسن

1؎ قولہ: فقطع بها جُمته الى اذنيه (تو اس سے اپنے بالوں کو کانوں تک کاٹ دیا) صاحب شرح السنہ نے کہا: یہ یعنی زلف کو کانوں تک کاٹنا مردوں کے حق میں ہے البتہ عورتوں کے لئے یہ ہے کہ تو وہ اپنے بالوں کو چھوڑے رکھیں گی اور کانوں تک نہیں کاٹیں گی۔(مرقات)

2؎ قولہ: ذبــاب، ذبــاب (نحوست، نحوست) یہ لفظ ذال کے پیش، پہلے باء اور الف کے بعد کے باء کی تخفیف سے پڑھا گیا ہے اور ذباب کے معنی نحوست ہیں، یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ذباب کے معنی دائمی شر ہے۔(بذل المجہود)

3؎ قولہ: انی لم اعنک (میری مراد تمہارے لئے یہ نہیں تھی) کیونکہ لمبے بال رکھنا برا نہیں ہے اور مقررہ مقدار سے زائد بال کاٹنے کا بھی حکم نہیں دیا گیا ہے البتہ بالوں کو کاٹنا ان کو بڑھانے سے زیادہ اچھا ہے۔(ماخوذ از مرقات، و مشکل الآثار)

کو اختیار کرنا اور اس کے مخالف چیز کو ترک کردینا واجب ہے۔

11/5797 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے مبارک کانوں کی لو تک تھے۔ (ابوداؤد)

صاحب عرف شذی نے کہا: غدائر کی حدیث شریف میں اشکال ہے اور وہ یہ کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عادت مبارکہ بالوں کے بارے میں جمّہ (تا بہ گردن بال)، لمّہ (تا بہ گوش بال)، وفرہ (تا بہ دوش بال) رکھنے کی تھی اور بالوں کو گوندھنا ثابت نہیں اب رہا تین حصوں کا ذکر تو ہوسکتا ہے راوی نے آپ ﷺ کے عمامہ شریف کے نیچے دیکھا ہوگا اور فتح مکہ کے موقع پر عمامہ مبارک کی وجہ سے وہ تین حصوں میں ہوں۔

حافظ صاحب اس روایت کے بارے میں کچھ کہے بغیر گزر گئے فتاوی ہندیہ کے باب الحظر والاباحۃ میں ہے مردوں کے لئے چوٹیاں مکروہ ہے اب رہا بالوں کو کھلے چھوڑنا اس کے متعلق میں کوئی کراہت نہیں پاتا ہوں۔

12/5798 ۔سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جعفر کے گھر والوں کو تین دن کی مہلت دی، پھر آپ ان کے پاس تشریف لائے اور فرمائے آج کے بعد میرے بھائی پر نہ رونا پھر فرمایا میرے بھتیجوں کو میرے پاس بلاؤ چنانچہ ہم کو لایا گیا گویا کہ ہم چوزے تھے تو فرمایا کہ حجام کو میرے پاس بلاؤ پس آپ نے اسے حکم دیا تو اس نے [1] ہمارے سروں کو حلق کیا۔ (ابوداؤد، نسائی)

---

[1] قولہ: فحلق رؤسنا (اس نے ہمارے سروں کو حلق کیا) صاحب مرقات نے کہا: آپ نے ان کے سروں کا حلق کروایا حالانکہ بال رکھنا افضل ہے سوائے حج وعمرہ میں سے کسی ایک سے فراغت کے بعد کہ اس وقت پر عموماً مکمل طور پر حلق کیا جاتا ہے یہ اس لئے کہ ان کی والدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا اپنے شوہر کے اللہ کی راہ میں شہید ہوجانے کی مشغولیت کی وجہ سے ان کے بالوں میں کنگھی نہیں کرسکیں تو آپ کو ان کے بارے میں میل کچیل اور جوں وغیرہ کا اندیشہ ہوا۔

13/5799 ۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنا سر مونڈھنے 1؎ سے منع فرمایا۔(نسائی)

14/5800 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان چیزوں میں جن کے بارے میں حکم نہیں آیا اہل کتاب سے موافقت کو پسند فرماتے تھے، اہل کتاب اپنے بالوں کو کھلے چھوڑ دیتے تھے اور مشرکین اپنے سروں میں مانگ نکالتے تھے۔پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پیشانی مبارک کے بالوں کو کھلے چھوڑ دیا پھر بعد میں مانگ 2؎ نکالنے لگے۔(متفق علیہ)

15/5801 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر انور میں مانگ نکالتی تو آپ ﷺ کی مانگ کو تالو سے نکالتی تھی

1؎ قولہ: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان تحلق المرأة رأسها (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو اپنا سر مونڈھنے سے منع فرمایا) صاحب مرقات نے کہا: یہ اس لئے ہے کہ ہیئت و جمال میں چوٹیاں عورتوں کے لئے ایسی ہیں جیسے داڑھیاں مردوں کے لئے ہیں اور اس سے یہ مفہوم مستفاد ہوتا ہے کہ مرد کو حلق کرنا جائز ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، بلکہ اختلاف اس بارے میں ہے کہ کیا یہ سنت ہے؟ اس بناء پر کہ سیدنا علی کرم اللہ وجھہ نے یہ عمل کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ثابت رکھا۔اور فرمایا: تم پر میری سنت لازم ہے اور خلفاء راشدین مہدیین کی سنت لازم ہے۔ یا یہ عمل سنت نہیں ہے کیونکہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے اور تمام صحابہ کرام سے ترک حلق پر مواظبت ثابت ہے سوائے حج یا عمرہ سے فراغت کے بعد۔پس حلق کی اجازت اور استحباب ہے جب کہ بالوں کو رکھنا افضل و مسنون ہے۔انتھی۔

فتاوی عالمگیری میں ہے اگر عورت کسی تکلیف کی وجہ سے سر کا حلق کرتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں اور اگر مرد سے مشابہت اختیار کرنے کی غرض سے کرتی ہے تو مکروہ ہے، کذا فی الکبیری۔

2؎ قولہ: ثم فرق بعد (پھر بعد میں مانگ نکالنے لگے) بالوں میں مانگ نکالنا سنت ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں یہی عمل فرمایا اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ عمل اللہ تعالی کی وحی کی بناء پر تھا۔ یہ بات صاحب بذل المجھود نے فرمائی ہے، ردالمحتار اور عالمگیری میں ہے: سر کے بالوں میں سنت یا تو مانگ نکالنا ہے یا حلق کرنا ہے۔

اورآپ کی پیشانی مبارک کے بالوں کوآپ کی چشمان مبارک کے درمیان چھوڑ دیتی تھی۔(ابوداؤد)

16/5802 ۔حضرت نافع سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم [1] کوقزع سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے۔حضرت نافع سے کہا گیا کہ قزع کیا ہے انہوں نے کہا بچے کے سر کے بعض حصہ کا حلق کیا جائے اور بعض حصہ کو چھوڑ دیا جائے۔ (متفق علیہ)

اوربعض محدثین نے (قزع کی)تفسیر کوحدیث میں شامل کیا ہے۔

17/5803 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے کواس کا تھوڑا سر مونڈھے ہوئے اورتھوڑا چھوڑے ہوئے دیکھا پس ان کواس سے منع فرمایااورفرمایاپورا مونڈھ دویاپورا چھوڑ دو[2] (مسلم)۔

18/5804 ۔سیدنا حجاج بن حسان سے روایت ہے کہا: ہم انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ کے پاس آئے تو میری بہن مغیرہ نے مجھ سے بیان کرتے ہوئے کہا: تم اس وقت چھوٹے تھےتمہارے دوگیسو تھے یا پیشانی کے دونوں جانب بال تھے۔تو آپ ﷺ نے تمہارے سر پر ہاتھ پھیرا، اور برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا: ان دونوں کو مونڈھو یا کم کرو کیونکہ یہ

---

[1] قولہ:ینھی عن القزع (قزع سے منع فرماتے ہوئے سنا ہے)امام نووی نے کہا حدیث مطلق ہونے کی وجہ سے ہمارا مذہب مردوعورت کے لئے مطلق کراہت کا ہے،اورکہا: یہ کراہت تنزیہی ہے اسی طرح امام مالک اورحنفیہ نے اس کومکروہ قرار دیا(انتھی)اور یہ بچے کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ بڑا جب یہ عمل کرے تو اس کے لئے بھی یہ مکروہ ہے پس بچے کا ذکرعمومی عادت کے اعتبار سے ہے(بذل المجہود)ردالمحتاراور عالمگیری میں ہےقزع مکروہ ہےاوروہ بعض حصہ کومونڈھنااوربعض کوچھوڑنا ہے۔

[2] قولہ:احلقوا کلہ او اترکوا کلہ (پورامونڈھ دویاپورا چھوڑ دو)اس میں اشارہ ہے کہ حالت حج وعمرہ کےسواحلق جائز ہےاور یہ کہ آدمی کوحلق کرنے اورنہ کرنے میں اختیار ہےلیکن حج وعمرہ کےسواافضل یہ ہے کہ حلق نہ کرے جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اورآپ کے صحابہ رضی اللہ تعالی عنہم کاعمل مبارک تھااورسیدنا علی کرم اللہ وجھہ کاعمل انفرادی نوعیت کا ہے۔(مرقات)

یہودیوں کی علامت ہے۔ (ابوداؤد)

19/5805۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے میرے دراز گیسو تھے میری والدہ نے مجھ سے کہا کہ میں اس کونہیں کاٹونگی 1 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کھینچتے اور پکڑتے تھے۔ (ابوداؤد)

20/5806۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے بالوں کو 2 ملانے والی اور بالوں کو ملانے کی خواہش کرنے والی، اور گودھنے والی، اور گدھوانے والی پر لعنت فرمائی ہے۔ (متفق علیہ)

21/5807۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ نے گودھنے 3

---

1 قولہ: لا اجزھا الخ (میں ان کونہیں کاٹونگی) اس میں یہ بات ہے کہ گیسو رکھنا بچے کے لئے صرف اس وقت جائز ہے جب کہ وہ سر کے دوسرے بالوں کے ساتھ ہو اور جب وہ اپنے پورے بالوں کو مونڈھ دے اور گیسو چھوڑ دے تو یہ ''قزع'' ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ (بذل المجہود)

2 قولہ: لعن اللہ الواصلۃ (اللہ نے بالوں کو ملانے والی پر لعنت فرمائی) جان لو کہ بال ملانے کے بارے میں محدثین اور فقہاء نے اختلاف کیا ہے محدثین کے پاس اس کی حرمت عام ہے چاہے انسان کے بال سے ہوں یا غیر انسان کے، اور فقہاء نے بالوں کو ملانے کی ممانعت کو عورتوں کے بالوں سے ملانے پر محمول کیا ہے کیونکہ آدمی کے جزء کا استعمال حرام ہے اور یہ ملانا فقہاء کے پاس مکروہ ہے اور اسی طرح یہ ملانا جب کہ دھوکے کے طور پر ہو تو بھی مکروہ ہے۔ اور اب رہا عورتوں کے بالوں کے سوا کسی دوسری چیز سے ملانا تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ اس میں نہ انسان کے جز کا استعمال ہے اور نہ دھوکہ ہے۔ اور حق بات تو فقہاء کی ہے کیونکہ زینت عورتوں کے منجملہ حقوق کے ہے وہ کسی طرح سے بھی ہو جب تک کہ اس میں کسی وجہ سے کراہت لازم نہ آئے، اسی لئے فتاوی عالمگیری میں ہے: آدمی کے بالوں سے بالوں کو ملانا حرام ہے خواہ عورت کے بال ہوں یا کسی دوسرے کے (اختیار شرح المختار) اور عورت کے لئے کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنی چوٹی یا گیسوؤں میں اون کے کچھ بال رکھے (قاضی خان)۔ اور عورت دوسروں کے بال ملائے تو اس کی نماز کے جواز کے بارے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے مختار مذہب یہ ہے کہ نماز ہو جائے گی (غیاثیہ)

3 قولہ: الواشمۃ (گودھنے والی) احناف کی کتابوں میں ہے گودھا ہوا مقام نجس ہے اس لئے کہ خون اپنے مستقر سے نکلتا ہے اور جلد کے نیچے منجمد ہوتا ہے اور وہ ناپاک ہے۔ (العرف الشذی)

والی، اور گدھوانے والی، اور بالوں کو اکھاڑنے والی، اور حسن کے لئے دانتوں کے درمیان ساند کرنے والی عورتوں پر جو اللہ کی تخلیق کو بگاڑنے والی ہیں لعنت فرمایا۔ پس ایک عورت ان کے پاس آئی اور کہی مجھے معلوم ہوا کہ آپ نے اس طرح اس طرح لعنت کیا ہے۔ انہوں نے کہا: میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اور اس پر جو اللہ کی کتاب میں ہے وہ کہنے لگی۔ میں دو مقووں کے درمیان جو کچھ ہے اس کو پڑھ لی ہوں، آپ جو کہتے ہیں اس میں نہیں پائی، آپ نے کہا: اگر تو اس کو پڑھتی ہوتی تو ضرور اس کو پالیتی کیا تو نے ''وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ' وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا '(جو کچھ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیں وہ لے لو اور جس چیز سے تم کو منع کریں اس سے رک جاؤ) (الحشر:7) نہیں پڑھا، وہ جواب دیں: کیوں نہیں، آپ نے فرمایا: بے شک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔ (متفق علیہ)

22/5808 ۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ بالوں کو ملانے والی اور اس کی خواہش کرنے والی اور بالوں کو اکھاڑنے والی اور اس کی خواہش کرنے والی اور گودھنے اور گودھوانے والی بغیر کسی بیماری کے ان سب پر لعنت کی گئی ہے۔ (ابوداؤد)

23/5809 ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نظر کا لگنا حق ہے اور آپ نے گودھنے سے منع فرمایا۔ (بخاری)

24/5810 ۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بال [1] چپکائے ہوئے دیکھا۔ (بخاری)

25/5811 ۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

[1] قولہ: ملبدا (بال چپکائے ہوئے) اس حدیث سے حالت احرام کے سوا دیگر اوقات میں بھی بال چپکانے کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ (مرقات)

وسلم اپنے سر مبارک میں اکثر تیل لگایا کرتے اور داڑھی مبارکہ میں کثرت سے کنگھی کیا کرتے تھے اور اکثر سر پر (عمامہ کے نیچے) کپڑا ڈالا 1؎ کرتے تھے گویا آپ کا کپڑا تیلی کا کپڑا ہے۔ (شرح السنہ)

26/5812۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں: میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے اچھی خوشبو جو ہمیں میسر ہوتی لگاتی تھی یہاں تک کہ میں خوشبو کی چمک آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک 2؎ میں پاتی۔ (متفق علیہ)

27/5813۔حضرت نافع سے روایت ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما جب دھونی لیتے تو لوبان سے لیتے تھے جس میں کوئی دوسری خوشبو ملی ہوئی نہیں ہوتی تھی، اور کافور سے بھی جس کو لوبان کے ساتھ ڈالتے تھے۔پھر فرماتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح دھونی لیتے تھے۔ (مسلم)

28/5814۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فطری خصلتیں 3؎ پانچ ہیں:

1؎ قولہ: یکثر القناع (اکثر سر پر (عمامہ کے نیچے) کپڑا ڈالتے) ''قِناع'' قاف کے کسرہ اور نون خفیفہ کے ساتھ اور اس کے آخر میں بے نقطہ والا حرف ہے وہ ایسا کپڑا ہے جو تیل لگانے کے بعد سر پر عمامہ کے نیچے تیل کے اثر سے عمامہ کو محفوظ رکھنے اور اس کو اس کے تلوث سے بچانے کے لئے ڈالا جاتا ہے اس کو قناع کہنے میں عورت کی اوڑھنی سے تشبیہ دی گئی (مرقات)

2؎ قولہ: اجد و بیص الطیب فی راسہ و لحیتہ (خوشبو کی چمک میں آپ کے سر مبارک اور داڑھی مبارک میں پاتی) علامہ مظہر نے کہا ہے اس حدیث میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول میں کہ ''مردلوگوں کے لئے خوشبو وہ ہے جس کا رنگ چھپا ہوا ہے'' کوئی اشکال نہیں ہے، کیونکہ اس سے مراد وہ رونگ ہے جو زینت اور جمال کو ظاہر کرے جیسے سرخی، زردی اور جو ایسا نہ ہو جیسے مشک، عنبر تو وہ جائز ہے اور اسی مفہوم میں کافور اور زباد خوشبو ہے (مرقات)۔اور عالمگیری میں ہے: سر اور داڑھی کو خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ (فتاوی عتابیہ)

3؎ قولہ: الفطرۃ خمس (فطری خصلتیں پانچ ہیں) صاحب عمدۃ القاری نے کہا: فطرت سے وہ قدیم طریقہ مراد ہے جس کو انبیاء علیہم السلام نے اختیار فرمایا اور تمام شرائع میں جس پر اتفاق ہے گویا وہ طبعی امر ہے جس پر لوگ پیدا کئے گئے ہیں۔

ختنہ کرنا1، زیرناف کے2 بال نکالنا،

---

1 قولہ: الختان (ختنہ کرنا) شارح شرعۃ الاسلام نے کہا: ختنہ کرنا سنت ہے یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور اکثر علماء نے جن میں امام شافعی بھی ہیں فرمایا کہ وہ واجب ہے اس لئے کہ وہ اسلام کا شعار ہے ممکن ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ وہ سنت سے ثابت ہے یہ نہیں کہ وہ واجب نہیں ہے لیکن اکثر کتابوں میں یہی ہے کہ ختنہ سنت ہے، بشرطیکہ وہ کامل طور پر مختون پیدا نہ ہوا ہو ہم نے یہ قید اس لئے لگائی ہے کہ کتاب خلاصہ اور مجمع الفتاوی میں ہے کہ بچہ اس طرح مختون پیدا ہو کہ اگر کوئی شخص اس کو دیکھے تو مختون سمجھے اور دوسری مرتبہ ختنہ کرنا اس کو تکلیف دیتا ہو۔ اور پچھنہ لگانے والوں میں سے ماہر لوگ اس کا اعتراف کئے ہوں تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا، اور اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا اور علامہ زین العرب نے ذکر کیا کہ چودہ انبیاء (علیہم السلام) مختون پیدا ہوئے سیدنا آدم، سیدنا شیث، سیدنا نوح، سیدنا صالح، سیدنا شعیب، سیدنا یوسف، سیدنا موسیٰ، سیدنا زکریا، سیدنا سلیمان، سیدنا عیسیٰ اور سیدنا حنظلہ بن صفوان جو اصحاب ''رس'' کے نبی ہیں اور ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم وعلی سائر الانبیاء والمرسلین۔

اور صاحب شرعہ نے ذکر کیا کہ سب انبیاء مختون اور ناف بریدہ تولد ہوئے یہ ان کی بزرگی اور عظمت کے لئے ہے تاکہ کوئی ان کے ستر کو نہ دیکھ سکے سوائے ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام کے کہ آپ نے بنفس نفیس اپنی ختنہ کی تاکہ یہ آپ کے بعد مرد حضرات کے لئے سنت قرار پائے۔ اب رہا عورتوں کے لئے تو یہ مستحب ہے، خزانۃ الفتاوی میں ہے مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورت کے ختنہ کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔

صاحب ادب القاضی نے مکروہ کہا ہے اور دوسری جگہ اس کو سنت کہا ہے، بعض علماء نے واجب کہا اور بعض نے فرض کہا۔ میں کہتا ہوں صحیح یہ ہے کہ سنت ہے مکرمہ راء کے ضمہ کے ساتھ مکارم کا واحد ہے فتاوی صوفیہ میں ہے ختنہ کرنے کا وقت سات سال سے دس سال تک ہے گویا اس سے ان کی مراد افضل اور زیادہ مناسب وقت ہے۔ (مرقات)

عالمگیری میں ہے ختنہ کے بارے میں علماء اختلاف کئے ہیں کہا گیا کہ وہ سنت ہے اور یہی صحیح ہے (غرائب)

ختنہ کے لئے مستحب وقت کی ابتداء سات سال سے بارہ سال تک ہے یہی مختار مذہب ہے (سراجیہ) اور بعض نے کہا: وقت ولادت سے سات دن کے بعد جائز ہے (جواھر الفتاوی)۔ عورتوں کے ختنہ کے بارے میں روایات مختلف ہیں بعض روایات میں ذکر ہے کہ سنت ہے اسی طرح بعض مشائخ سے منقول ہے اور شمس الائمۃ حلوانی نے ادب القاضی للخصاف میں ذکر کیا کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مستحب ہے (محیط)

2 قولہ: والاستحداد (زیرناف کے بال نکالنا) یعنی زیرناف مرد اور عورت کی شرمگاہ کے اطراف بالوں والے حصے کو استرا، جیسے لوہے کو استعمال کرکے صاف کرنے کو استحداد کہتے ہیں۔

مونچھ کم کرنا1؎

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) ابن شریح نے اس پر یہ اضافہ کیا کہ دبر کے حلقہ کے بال بھی صاف کرنا ہے انہوں نے لفظ العانہ کو مطلقا بال کے اگنے کی جگہ کے لئے قرار دیا ہے اور مشہور پہلا قول ہے اگر لوہے کے استعمال کے بغیر بالوں کو دور کرے تو یہ مسنون طریقہ کے مطابق نہیں ہوگا۔ (شرح المشارق)

یہ بات جان لینا ضروری ہے کہ بحالت جنابت کسی بھی بال کو نہ کاٹے (مرقات)۔ اور صاحب درمختار نے کہا: زیر ناف بالوں کو مونڈھنا مستحب ہے فتاوی ہندیہ میں ہے اور ناف کے نیچے سے شروع کرے۔ اور ''الاشباہ'' میں ہے عورت کے لئے زیر ناف بالوں کو اکھیڑنا مسنون ہے۔

1؎ قولہ: وقص الشارب (اور مونچھ کم کرنا) اہل لغت نے بیان کیا ہے کہ احفاء کے معنی مبالغہ کے ساتھ کتروانے کے ہیں۔ اسی طرح لفظ ''نھک'' نون اور کاف کے ساتھ جس کے معنی اس میں اور مبالغہ کرنے کے ہے۔ اور لفظ ''قص'' تھوڑے سے بال کم کرنے کے لئے آتا ہے۔ اور یہ دونوں بھی ثابت ہے اور سنت میں ان دونوں کی دلیل موجود ہے۔ امام مالک نے احفاء (مبالغہ کے ساتھ کتروانے کے بجائے) قص (بالوں کے کم کرنے) کو اختیار فرمایا ہے۔ امام طحاوی نے کہا ہے ہم کو اس بارے میں امام شافعی سے کوئی صریح بات نہیں ملی ہے۔ اور ان کے اصحاب سے بھی جن کو ہم نے دیکھا ہے جیسے امام مزنی اور ربیع یہ دونوں اپنی مونچھ کو مبالغہ کے ساتھ کترواتے تھے۔ اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ انہوں نے اس کو امام شافعی سے لیا ہو۔

علامہ اشقر نے کہا ہے میں نے امام احمد بن حنبل کو دیکھا کہ اپنی مونچھ حد درجہ مبالغہ کے ساتھ کترواتے تھے۔ اور میں نے امام احمد کو سنا جب کہ ان سے احفاء کے بارے میں سوال کیا گیا تھا آپ نے فرمایا کہ یہ سنت ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور صاحبین نے فرمایا کہ مونچھوں کو مبالغہ کے ساتھ کتروانا مستحب ہے ہم اس کو قص کتروانے سے افضل سمجھتے ہیں، کیونکہ فطرت تو ایک ضروری خصلت ہے اور وہ مونچھ کو کم کرنا ہے اور اس سے زائد جو کیا جائے وہ فضیلت اور بہتر ہے۔ اس باب میں ہم نے جتنی احادیث شریفہ روایت کی ہیں وہ سب ثابت ہیں ان میں کوئی تعارض نہیں ان آثار کو ثابت ماننے سے یہ بات لازم آتی کہ مبالغہ کے ساتھ مونچھیں کتروانا ان کو کم کرنے سے افضل ہے۔ اور حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اپنے مونچھ مبالغہ کے ساتھ کترواتے تھے۔ جن میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں اور یہ منجملہ ان صحابہ کے ہیں جن سے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث شریفہ روایت کی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فطرت سے ہے مونچھ کم کرنا۔ یہ حدیث شریف دلیل ہے کہ مونچھ کم کرنا فطرت سے ہے اور یہ ضروری امور سے ہے اور اس کے بعد احفاء مبالغہ کے ساتھ بال کتروانا تو یہ افضل ہے۔ اور اس میں جو خیر اور بھلائی ہے وہ کم کرنے میں نہیں۔ (مرقات، شرح معانی الاثار، بذل المجھود)

ناخن تراشنا[1]، بغل کے بال اکھیڑنا[2]۔ (متفق علیہ)

29/5815۔امام احمد نے بسند حسن ابوالملیح رضی اللہ تعالی عنہ کے والد سے

30/5816۔اورامام طبرانی نے شداد بن اوس رضی اللہ تعالی عنہ سے اور ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت نقل فرمائی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نے فرمایا ختنہ مردوں کے

---

[1] قولہ: و تقلیم الاظفار (ناخن تراشنا) یعنی ناخن تراشنا مستحب ہے سوائے دارالحرب میں مجاہد کے لئے کہ اس کو اپنے مونچھ اور ناخن کو بڑھانا مستحب ہے۔ یہ تراشنا جمعہ کے دن ہے اور نماز فجر کے بعد افضل ہے مگر یہ کہ جب ناخن تراشنے میں غیر معمولی تاخیر کی ہو تو ایسی تاخیر مکروہ ہے۔ کیونکہ جس کے ناخن بڑے ہوں اس کا رزق تنگ ہوتا ہے۔ اور حدیث شریف میں ہے جو جمعہ کے دن اپنے ناخن تراشے اسے اللہ تعالی دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن تک بلاؤں سے محفوظ رکھتا ہے (درر) بیہقی شریف میں حدیث مرسل ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نماز کو تشریف لے جانے سے پہلے اپنے ناخن تراشنے اور مونچھ کترواتے تھے امام نووی نے محدث عبادی کے مثل روایت کی ہے جو آدمی چاہتا ہے کہ ناخواستہ ہی اس کے پاس تونگری آجائے تو وہ جمعرات کے دن ناخن تراشے۔ اور ایک ضعیف حدیث میں ہے: اے علی! جمعرات کے دن ناخن ترشو، بغل کے بال اکھیڑو، زیر ناف بال صاف کرو۔ اور غسل کرنا خوشبو لگانا کپڑے بدلنا جمعہ کے دن ہے۔

شرح غزنویہ میں روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدھے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے آغاز فرمایا اور چھوٹی انگلی پر ختم فرمایا، پھر بائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے شروع فرما کر انگوٹھے تک لے گئے اور سیدھے ہاتھ کے انگوٹھے پر ختم فرمایا۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں اس کی بہت عمدہ توجیہ ذکر کی ہے۔ صاحب ھدایہ نے غرائب کے حوالہ سے فرمایا مناسب یہ ہے کہ سیدھے ہاتھ سے شروع کریں اور سیدھے پر ختم کریں۔ چنانچہ سیدھے ہاتھ کی انگشت شہادت سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کریں اور پیر میں سیدھے پیر کی چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور بائیں پیر کی چھوٹی انگلی پر ختم کرے قہستانی نے اس کو مسعودیہ سے نقل کیا ہے۔ دانتوں سے ناخن کاٹنا مکروہ ہے جو برص کی بیماری پیدا کرتا ہے۔ پس جب اپنے ناخن تراشے یا بال کاٹے تو مناسب یہ ہے کہ اس کو دفن کردے اگر اس کو پھینک دیا تو کوئی حرج نہیں اگر اس کو بیت الخلاء یا حمام میں ڈال دے تو یہ مکروہ ہے کیونکہ یہ بیمای پیدا کرتا ہے (خانیہ)۔ اور چار چیزیں دفن کی جائیں گی: ناخن، بال، حیض کا کپڑا اور خون (ماخوذ از عتابیہ، درمختار، ردالمحتار، مرقات)

[2] قولہ: و نتف الا بط (اور بغل کے بال اکھیڑنا) صاحب ردالمحتار نے کہا ہے بغل کے بالوں کو نکالنے میں حلق جائز ہے اور اکھیڑنا اولی ہے۔

لئے سنت ہے اور عورتوں کے لئے مستحب ہے۔

31/5817 ۔سیدتنا ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت مدینہ طیبہ میں ختنہ کرتی تھی تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مبالغہ مت کر، کیونکہ یہ عورت کے لئے زیادہ لذت کی چیز ہے، شوہر کو زیادہ پسند ہے۔(ابوداؤد)

اور کہا یہ حدیث ضعیف ہے اور اس میں راوی مجہول ہے۔اس کو طبرانی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے۔

32/5818 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکین کی مخالفت کرو ڈاڑھیاں [1] بڑھاؤ، اور مونچھیں کم کرو۔

33/5819 ۔اور ایک روایت میں ہے مونچھیں مبالغہ کے ساتھ کترواؤ اور داڑھیاں بڑھاؤ۔(متفق علیہ)

قص شارب کی حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ مونچھ کے بال قینچی سے مبالغہ کے ساتھ کترواؤ، استرہ سے نہیں اس لئے کہ یہ بدعت ہے۔

34/5820 ۔سیدنا عمرو بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک کے طول وعرض میں [2] سے لیتے تھے۔(ترمذی)

35/5821 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی کو ہاتھ سے پکڑتے پھر جو ایک مشت کے نیچے ہوتی اس کو کاٹ دیتے۔

---

[1] قولہ: وفروا اللحی (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) صاحب درمختار نے کہا ہے اسی لئے مرد کے لئے ڈاڑھی کاٹنا حرام ہے۔

[2] قولہ: کان یأخذ من لحیتہ عرضا و طولا (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی مبارک کے طول و عرض سے لیتے تھے)۔اسی لئے ہمارے فقہاء نے فرمایا ڈاڑھی کے اطراف سے لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، ایک مشت رکھنا سنت ہے اور وہ اس طرح کہ آدمی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی سے پکڑے اور مٹھی پر جو زیادہ ہو اس کو کاٹے۔اسی طرح امام محمد نے کتاب الاثار میں امام اعظم سے نقل کیا ہے اور فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں۔(محیط، ماخوذ از درمختار، ردالمحتار)

امام محمد نے، اس کو کتاب الاثار میں روایت کیا، اور فرمایا ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں یہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالی کا قول ہے۔

36/5822۔سیدنا یحییٰ بن سعید سے روایت ہے انہوں نے سعید بن مسیّب کو فرماتے ہوئے سنا ہے خدائے رحمان کے خلیل ابراہیم علیہ السلام پہلی وہ ذات ہیں جس نے مہمان کی میزبانی فرمائی، آپ پہلی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے ختنہ کی، پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے مونچھ تراشے، پہلی وہ ہستی ہے جنہوں نے بالوں میں سفیدی دیکھی اور عرض کیا: اے پروردگار! یہ کیا ہے؟ رب تبارک و تعالی نے فرمایا: وقار ہے اے ابراہیم، عرض کیا: میرے وقار میں اور اضافہ فرما۔ (مالک)

37/5823۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے مونچھ کاٹنے، ناخن تراشنے، اور بغل کے بال اکھیڑنے اور زیر ناف بال مونڈھنے کے لے یہ مدت مقرر کی کہ ہم چالیس دن سے زائد نہ چھوڑیں[1]۔ (مسلم)

38/5824۔سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جوکوئی اپنے مونچھ کم نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ (احمد، ترمذی، نسائی)

39/5825۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک یہود ونصاری خضاب نہیں لگاتے تم ان کی مخالفت[2] کرو۔ (متفق علیہ)

---

[1] قولہ: ان لانترک اکثر من اربعین لیلۃ (کہ ہم چالیس دن سے زائد نہ چھوڑیں) قنیہ میں ہے افضل یہ ہے کہ ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ اپنے ناخن تراشے اور اپنے مونچھ اچھی طرح کاٹے اور زیر ناف بال مونڈھے اور غسل کر کے اپنے بدن کو پاک وصاف رکھے پس اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو ہر پندرہ دن میں کرے اور چالیس دن سے زائد چھوڑنے کا کوئی عذر نہیں ہوسکتا، پس سات دن میں افضل ہے۔ اور پندرہ دن درمیانی مدت ہے اور چالیس دن یہ انتہائی مدت ہے۔ اور چالیس دن سے زائد چھوڑے رکھنے کی صورت میں کوئی عذر نہیں ہوسکتا اور ہمارے پاس وہ وعید کا مستحق ہے۔ (مرقات، عالمگیریہ)

[2] قولہ: فخالِفوھم (پس تم ان کی مخالفت کرو) اسی وجہ سے راجح قول میں ہے کہ: مرد کے لئے اپنے بالوں اور ڈاڑھی کو خضاب لگانا مستحب ہے اگرچیکہ وہ جنگ میں نہ ہوں، ہاتھوں اور پیروں کو خضاب لگانا نہیں ہے۔ کیونکہ یہ عورتوں سے مشابہت کی وجہ سے مکروہ ہے۔ (ماخوذ از درمختار، ردالمحتار)

40/5826 ۔اور انہی سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بالوں کی سفیدی کو تبدیل کرواور یہودیوں کی مشابہت مت اختیار کرو۔(ترمذی)

41/5827 ۔اورنسائی نے ابن عمر اور زبیر رضی اللہ تعالی عنہم سے اس کو روایت کیا ہے)

42/5828 ۔سیدنا ابوذر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے اچھی[1] چیز جس کے ذریعہ بالوں کی سفیدی کو بدلا جاتا ہے وہ مہندی اور نیل ہے۔

43/5829 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زعفرانی رنگ استعمال کرنے سے منع فرمایا۔(متفق علیہ)

صاحب نہایہ نے کہا: مرد حضرات کے لئے زعفرانی رنگ کے مباح ہونے کی احادیث منسوخ ہیں۔

44/5830 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی کو زرد خضاب لگایا کرتے تھے یہاں تک کہ زرد رنگ سے آپ کا لباس بھر جاتا۔تو ان سے کہا گیا: آپ زرد رنگ سے کیوں رنگتے ہیں تو آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا۔اوران کے پاس کوئی چیز اس سے زیادہ محبوب نہیں تھی۔اور وہ اس سے اپنے سارے کپڑوں کو حتی کہ اپنے عمامہ کو اس سے رنگ دیتے تھے۔(ابوداؤد،نسائی)

45/5831 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک ایسے شخص کا گزر ہوا جو مہندی کا خضاب کیا ہوا تھا۔تو آپ صلی اللہ

---

[1] قولہ: ان احسن ما غیر بہ الشیب الحناء والکتم (سب سے اچھی چیز جس کے ذریعہ بالوں کی سفیدی کو بدلا جاتا ہے وہ مہندی اور نیل ہے) فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ فقہاء رحمہم اللہ تعالی کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سرخ خضاب لگانا مردوں کے حق میں سنت ہے اور یہ مسلمانوں کی نشانی اوران کی علامات میں سے ہے۔

اور امام صاحب سے مروی ہے کہ خضاب لگانا اچھا ہے لیکن وہ مہندی اور نیل اور وسمہ کا ہو اور اس سے آپ کی مراد ڈاڑھی اور سر کے بال ہیں اور قول راجح میں جنگ کی حالت کے علاوہ میں خضاب لگانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔(وجیز کردری)

علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کیا ہی اچھا ہے انہوں نے کہا: پس ایک اور دوسرے شخص کا گزر ہوا جو مہندی اور نیل کا خضاب کیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ اس سے اچھا ہے۔ پھر اور ایک شخص کا گزر ہوا جو زرد خضاب استعمال کیا تھا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ان سب سے اچھا ہے۔ (ابوداؤد)

46/5832۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن ابو قحافہ کو لایا گیا جب کہ ان کا سر اور داڑھی سفیدی کے اعتبار سے سفید پھولوں والے گھانس کی طرح تھی۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس کو کسی چیز سے بدل ڈالو اور سیاہی [1] سے بچو۔ (مسلم)

47/5833۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اخیر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو کبوتر کے پوٹوں کی طرح اس سیاہی کا خضاب لگائیں گے اور وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔ (ابوداؤد، نسائی)

48/5834۔ سیدنا صہیب الخیر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ

---

[1] قولہ: واجتنبوا السواد (سیاہی سے بچو) صاحب عمدۃ القاری نے فرمایا: ابن وہب نے امام مالک سے روایت کی ہے کہ بالوں کو سیاہ رنگ کا خضاب لگانے سے متعلق میں نے کوئی نہی وممانعت نہیں سنی۔ سیاہ رنگ کے سوا دوسرے رنگ کا خضاب میرے نزدیک زیادہ پسند ہے۔ اس بارے میں امام احمد سے دو روایتیں ہیں۔ اور علماء شافعیہ سے بھی دو روایتیں ہیں مشہور روایت مکروہ ہونے کی ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ حرام ہے۔ انتہی۔
صاحب ذخیرہ نے فرمایا: اب رہا کالا خضاب تو کوئی غازی اگر دشمن کی نگاہ میں زیادہ پر ہیبت اور بارعب دکھائی دینے کی غرض سے لگاتا ہے تو یہ محمود ہے اس پر علماء رحمہم اللہ تعالی کا اتفاق ہے۔ اور اگر کوئی شخص عورتوں کے لئے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرنے اور اپنی ذات کو ان کے نزدیک محبوب بنانے کے لئے سیاہ خضاب لگاتا ہے تو یہ مکروہ ہے۔ اور اکثر فقہاء کا اسی پر اتفاق ہے۔ اور بعض فقہاء نے بغیر کسی کراہت کے اس کو جائز قرار دیا ہے۔ اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: جیسے مجھ کو یہ بات پسند ہے کہ وہ میرے لئے زینت اختیار کرے ایسے ہی اس کو بھی یہ بات بھاتی ہے کہ میں اس کے لئے زینت کروں۔ (عالمگیریہ، ردالمحتار)

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جو خضاب کرتے ہو اس میں اچھا خضاب کالا ہے یہ عورتوں کی تم میں زیادہ رغبت کا باعث اور تمہارے دشمنوں کے سینوں میں تمہاری زیادہ ہیبت کا سبب ہے۔ (ابن ماجہ)

49/5835۔عمرو بن شعیب اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سفید بالوں کو مت اکھیڑو کیونکہ وہ مسلمان کا نور ہے جو کوئی اسلام میں سفید بال والا ہو جائے تو اللہ اس کے لئے اس کی وجہ سے ایک نیکی لکھ دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس سے ایک گناہ کو مٹا دیتا ہے اور اس کی وجہ سے اس کو ایک درجہ بلند کرتا ہے۔ (ابوداؤد)

50/5836۔سیدنا کعب بن مرۃ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اسلام میں سفید بال والا ہو جائے تو وہ اس کے لئے قیامت کے دن نور ہوگا۔ (ترمذی،نسائی)

51/5837۔سیدنا ابوامامہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے انصار کی جماعت تم سرخ یا زرد رنگ سے خضاب کرو اور اہل کتاب کی مخالفت کرو اور اگر وہ اس کو بغیر خضاب کے سفید ہی چھوڑ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ (مسند احمد)

اور امام محمد نے مؤطا میں فرمایا: وسمہ، مہندی اور زردی سے خضاب کرنے میں ہم کوئی حرج نہیں سمجھتے اور اگر وہ اس کو سفید چھوڑ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہر صورت اچھی ہے۔

52/5838۔سیدنا ثابت سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خضاب کے بارے میں انس رضی اللہ تعالی عنہ سے دریافت کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: اگر میں آپ (ﷺ) کے سر مبارک میں کے سفید بالوں کو شمار کرنا چاہتا تو میں ایسا کرسکتا۔ انہوں نے کہا: اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب نہیں لگائے[1]۔

---

[1] قولہ: ولم یختضب (آپ صلی اللہ علیہ وسلم خضاب نہیں لگائے) صاحب درمختار نے کہا: راجح قول یہ ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ نہیں کیا۔

53/5839 ۔اور ایک روایت میں یہ اضافہ بیان کیا ہے: ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ مہندی اور کتم کا خضاب لگائے اور عمر رضی اللہ تعالی عنہ خالص مہندی کا خضاب لگائے۔(متفق علیہ)

54/5840 ۔سیدنا عثمان بن عبداللہ بن موہب سے روایت ہے کہ میں ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس آیا تو وہ ہمارے سامنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک میں سے خضاب لگائے ہوئے ایک موئے مبارک کو لے آئیں۔(بخاری)

55/5841 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنتِ عتبہ نے کہا: اے اللہ کے نبی! مجھ سے بیعت لیجئے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں تم سے بیعت نہیں لوں گا یہاں تک کہ تم اپنے دونوں ہتھیلیوں کو بدل دو پس گویا کہ وہ درندہ کی ہتھیلیاں [1] تھیں۔(ابوداؤد)

56/5842 ۔ان ہی سے روایت ہے کہ ایک عورت جس کے ہاتھ میں کتاب تھی پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو کھینچ لئے اور فرمائے میں نہیں جانتا کیا مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ؟ اس نے کہا: بلکہ عورت کا ہاتھ ہے آپ نے فرمایا: اگر تو عورت ہے، تو تو اپنے ناخنوں کو بدل دے گی یعنی

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) اور ردالمحتار میں ہے: اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ کیونکہ آپ ﷺ کا وصال مبارک ہوا جب کہ آپ کے سر مبارک اور ریش مبارک میں سفید بالوں کی تعداد بیس تک بھی نہیں پہنچی تھی بلکہ ان کی تعداد سترہ تھی۔ جیسا کہ بخاری وغیرہ میں ہے اور حدیث میں آیا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ مہندی اور نیل کا خضاب لگائے ہیں۔

صاحب مرقات نے کہا: صحیح بات وہ ہے جو صاحب نھایہ نے بیان کی ہے کہ مختار قول یہ ہے کہ حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے ایک وقت خضاب لگایا ہے تو اکثر اوقات اس کو ترک کیا ہے، پس ہر ایک نے جس چیز کو دیکھا اس کی خبر دی اور وہ اس میں سچا ہے اور یہ تاویل احادیث کے درمیان تطبیق کے لئے متعین ہے اور یہ بحث کا ماحصل ہے۔

[1] قولہ: فكانهما كفا سبع (گویا کہ وہ درندے کی ہتھیلیاں تھیں) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دونوں ہاتھوں کو جس وقت وہ خضاب نہیں لگائی تھیں کراہیت میں درندہ کی ہتھیلیوں سے تشبیہ دی کیونکہ وہ اس وقت مردوں کے مشابہ ہو جاتی ہیں۔ اور مردوں سے مشابہت مکروہ ہے۔ اور اس میں اس بات کا بھی بیان ہے کہ مردوں کے لئے اپنی ہتھیلیوں کو خضاب لگانا عورتوں سے مشابہت ہونے کی بناء پر مکروہ ہے۔

مہندی سے۔ (ابوداؤد، نسائی)

57/5843۔ کریمہ بنت ہمام سے روایت ہے کہ ایک عورت نے عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارے میں دریافت 1 کیا تو انہوں نے فرمایا: کوئی حرج نہیں ہے۔ لیکن میں اس کو ناپسند کرتی ہوں۔ میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بو کو ناپسند 2 فرماتے تھے۔ (ابوداؤد، نسائی)

58/5844۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے مخنث کو 3 لایا گیا جس نے اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو مہندی

---

1 قولہ: سالت عائشه عن خضاب الحناء (سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے مہندی کے خضاب کے بارے میں دریافت کیا) خضاب کا لفظ بالوں اور جسم دونوں کے خضاب کو شامل ہے لیکن ابوداؤد شریف کے ترجمۃ الباب میں بالنساء (عورتوں کے خضاب) کی قید موجود ہے اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ اس سے مراد جسم کو خضاب لگانا ہے کیونکہ عورتوں کے لئے ہاتھوں اور پیروں کو خضاب لگانا مستحب ہے اور یہ مرد لوگوں کے لئے حرام ہے لیکن علاج وغیرہ کی ضرورت کی بناء پر ان کے لئے جائز ہے۔ (بذل المجھود)

2 قولہ: کان حبیبی یکرہ ریحه۔ (میرے حبیب ﷺ اس کی بو کو ناپسند فرماتے تھے) صاحب مرقات نے کہا: امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے اس بات پر استدلال کیا کہ مہندی خوشبو نہیں ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو کو پسند فرماتے تھے۔ اور اس میں اس بات کے احتمال کی کوئی دلیل نہیں ہے، خوشبو کی یہ قسم آپ کی پاکیزہ طبیعت کے مناسب نہیں ہے جیسا کہ زباد خوشبو مثال کے طور پر بعض لوگوں کی طبیعت کے مناسب نہیں ہوتی اور جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گوشت پسند فرماتے تھے۔ مگر بعض جانوروں کے گوشت کو آپ کا نفس شریف پسند نہ کرنے سے کھانے سے احتراز کرتے تھے۔ پھر یہ بات ظاہر ہے کہ آپ کا اس کو ناپسند کرنا موئے مبارک سے مختص ہے کیونکہ اس میں بدبو باقی رہتی ہے اسی لئے آپ اپنی ریش مبارک کو مہندی کے بجائے ورس، بوٹی اور زعفران سے خضاب کرتے تھے۔ اب رہا امہات المومنین کے ہاتھ میں مہندی تو یہ بات گزر چکی ہے کہ آپ مہندی نہ لگانیوالی عورت پر انکار کئے ہیں اس لئے ان کے مہندی لگانے کو آپ ناپسند نہیں فرماتے تھے۔

3 قولہ: اتی رسول اللہ صلی الله علیه وسلم بمخنث قد خضب یدیه ورجلیه بالحناء الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسے مخنث کو لایا گیا جو اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو مہندی سے

سے رنگ دیا تھا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا کیا حال ہے؟ انہوں نے کہا: یہ عورتوں سے مشابہت اختیار کرتا ہے پس آپ نے اس کے بارے میں حکم فرمایا تو اس کو نقیع کی طرف شہر بدر کیا گیا پس کہا گیا: یا رسول اللہ کیا ہم اس کو قتل نہ کریں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے 1؎ سے منع کیا گیا۔ (ابوداؤد)

59/5845 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ان مردوں پر جو مخنث بنتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں کی طرح بنتی ہیں۔

(حاشیہ پچھلے صفحہ سے) رنگ دیا تھا) اسی وجہ سے صاحب ردالمحتار نے کہا ہے کہ مرد کے لئے دونوں ہاتھوں اور پیروں کا خضاب عورت سے مشابہت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے اور اسی میں انہوں نے ایک دوسرے مقام پر کہا ہے کہ بحر زاجر میں ہے: انسان کے لئے اپنے دونوں ہاتھوں اور پیروں کا خضاب مکروہ ہے اسی طرح بچہ کے لئے بھی مکروہ ہے مگر کسی ضرورت کی وجہ سے (بنایہ) اور اس میں عورتوں کے لئے کوئی حرج نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ جیسے مرد کے لئے بچے کو خضاب لگانا مکروہ ہے ایسے ہی عورت کے لئے بھی بچہ کو خضاب لگانا مکروہ ہے اگر چہ کہ عورت کا اپنے آپ کو خضاب لگانا جائز ہے۔ فتاوی عالمگیریہ میں ہے: اور مرد بچے کے دونوں ہاتھوں اور پاؤں کو بغیر ضرورت کے خضاب لگانا مناسب نہیں ہے۔ اور عورتوں کے لئے جائز ہے۔ (ینابیع)

1؎ قولہ: انی نهيت عن قتل المصلين ۔ (مجھے نماز پڑھنے والوں کو قتل کرنے سے منع کیا گیا) صاحب مرقات نے کہا: حدیث میں اس بات پر کوئی دلیل نہیں ہے کہ جو کوئی عمداً نماز ترک کرے اس کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ امام شافعی کے اصحاب ہیں کیونکہ لفظ ''مصلی'' اس شخص کی صفت بن کر آتا ہے جس سے فعل صلاۃ بکثرت صادر ہو، اور وہ ایک یا دو مرتبہ نماز ترک کرنے سے اس وصف سے خارج نہیں ہوتا۔ اور عرف میں اس شخص کو مصلی نہیں کہا جاتا جو ایک یا ایک سے زائد مرتبہ نماز پڑھے اور اس پر نماز کا فعل غالب نہ ہوا ہو۔ اسی وجہ سے ہمارے بعض ائمہ نے کہا ہے کہ جو کوئی ہمارے زمانے کے بادشاہ کو یہ کہے کہ وہ انصاف کرنے والا ہے تو وہ کافر ہے باوجود کہ وہ کبھی کبھار انصاف بھی کرتا ہے۔ ہاں مفہوم مخالف کا اعتبار کرنے والوں کے پاس وہ (حدیث) اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو قتل کیا جائے گا کیونکہ وہ اسلام کی سب سے بڑی نشانی کو چھوڑ دیئے لیکن ان کا قتل بطریقہ جنگ ہوگا۔ اسی وجہ سے ہمارے بعض علماء نے کہا: اگر کسی شہر والے نماز کی اذان کو ترک کر دیں تو ضرور میں ان سے جنگ کروں گا۔

اور فرمایا: تم ان کو اپنے گھروں سے نکال دو۔ (بخاری)

60/5846 ۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں سے مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اللہ نے لعنت کی ۔ (بخاری)

61/5847 ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورت کی طرح لباس پہنتا ہے اور اس عورت پر لعنت فرمائی جو مرد کی طرح لباس [1] پہنتی ہے ۔ (ابوداؤد)

---

[1] قولہ: لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الرجل یلبس لبسة المرأة الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی اس مرد پر جو عورت کے لباس کی طرح پہنتا ہے اور اس عورت پر جو مرد کی طرح پہنتی ہے) پس بچے کے موتی پہننے میں کوئی حرج نہیں ہے اسی طرح بالغ کے لئے ہے (شرح وھبانیہ بحوالہ منیہ) کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد: ''وَتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا '' (اور تم اس سے زینت کی چیز (زیور) جس کو تم پہنتے ہیں نکالتے ہو) یعنی بڑے اور چھوٹے موتی اس آیت سے اس کا جائز ہونا معلوم ہوتا ہے۔
اسی طرح اللہ تعالی کا یہ ارشاد: ''خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا'' (اس نے وہ سب جو زمین میں ہے تمہارے لئے پیدا کیا) اور صاحب جوھرہ نے موتیوں کے (پہننے کی) حرمت کو قطعیت کے ساتھ بیان کیا ہے اسی طرح سراج میں ہے: اس لئے کہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے کیونکہ وہ ان کے زیورات میں سے ہے اور ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ نے روایت کیا۔ حاکم نے اس کی تخریج کی اور کہا: مسلم کی شرط کے مطابق یہ حدیث شریف مرتبہ صحت میں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کا لباس پہننے والے مرد اور مرد کا لباس پہننے والی عورت پر لعنت کی ہے۔ پس اس میں بدرجہ اولی موتی بھی داخل ہے کیونکہ وہ زیادہ تر اسی سے آراستہ ہوتی ہیں۔ صاحب درمختار نے کہا: اور مصنف نے منیہ میں بیان کئے گئے حکم کو امام صاحب کے قول پر محمول کیا اور جوہرہ میں ذکر کئے ہوئے حکم کو صاحبین کے قول پر محمول کیا۔ یعنی موتیوں کے ہار کا پہننا زیورات کا پہننا ہے اور یہ وہ حکم ہے جس کو کتاب الایمان میں اصحاب متون نے اختیار کیا۔ پس اگر کوئی یہ قسم کھائے کہ وہ زیورات نہیں پہنے گا اور موتی پہن لے تو عرف کی بناء پر وہ حانث ہوجائے گا۔ انہوں نے کہا کہ فقہاء نے صاحبین کے قول کو راجح قرار دیا۔ لہٰذا کتاب کافی میں ہے، پس صاحبین کا قول ہمارے ملکوں کے عرف کے قریب تر ہے لہٰذا اس پر فتوی دیا جائے گا۔ پھر مصنف نے کہا: اور صاحبین کا قول راجح ہونے کی بناء پر مذہب حنفی میں قابل اعتماد قول مردوں پر موتیوں اور اس جیسی چیزوں کا پہننا حرام ہے کیونکہ وہ عورتوں کے زیورات میں سے ہے۔ (ماخوذ از درمختار، ردالمحتار)

62/5848۔ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے کہا گیا کہ ایک عورت نعلین پہنتی ہے۔تو انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے ان عورتوں پر جو مردوں کی طرح بنتی ہیں۔(ابوداؤد)

63/5849۔سیدنا یعلی بن مرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر خلوق خوشبو کو دیکھا،تو فرمایا: کیا تمہاری بیوی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: تم اس کو دھوڈالو پھر اس کو دھوڈالو پھر اس کو دھوڈالو پھر دوبارہ ایسا[1] مت کرو۔(ترمذی،نسائی)

64/5850۔سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں سفر سے اپنے گھر والوں کے پاس آیا جب کہ میرے دونوں ہاتھ پھٹ گئے تھے پس انہوں نے زعفران میں ملی ہوئی خلق لگائی۔پس میں صبح کے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو سلام کیا۔پس آپ ﷺ نے مجھے جواب نہیں دیا۔اور فرمایا: جاؤ اس کو اپنے سے دھوڈالو۔(ابوداؤد)

65/5851۔سیدنا ولید بن عقبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ کو فتح کیا تو اہل مکہ آپ ﷺ کے پاس اپنے بچوں کو لانے لگے۔پس آپ ﷺ ان کے حق میں برکت کی دعا فرماتے اور ان کے سروں پر دستِ شفقت پھیرتے۔پس مجھ کو آپ کی خدمت میں لایا گیا۔جب کہ مجھ کو خلوق لگایا گیا تھا۔خلوق کی وجہ سے آپ[2] نے مجھ کو نہیں چھوا۔(ابوداؤد)

---

[1] قولہ:لاتعد (دوبارہ ایسا مت کرو) کیونکہ وہ مردوں کے لائق نہیں ہے۔(مرقات)

[2] قولہ:و انا مخلق فلم یمسنی من اجل الخلوق (میں خلوق (زرد رنگ کی خوشبو) لگایا ہوا تھا تو خلوق کی وجہ سے آپ نے مجھ کو نہیں چھوا) یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ جو لباس وغیرہ مردوں پر حرام ہے اس کا بچوں پر استعمال کرنا بھی حرام ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ بچوں کو پہنانے کے حق میں بڑے مکلّف نہیں ہیں تو یہ ایسا نہیں ہے۔(بذل المجہود)

66/5852۔سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اللہ اس آدمی کی نماز [1] قبول نہیں کرتا جس کے جسم میں کچھ بھی خلوق ہو۔ (ابوداؤد)

67/5853۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: مردوں کے لئے عطر وہ ہے جس کی خوشبوظاہراور رنگ پوشیدہ ہو [2] اور عورتوں کے لئے عطر وہ ہے جس کا رنگ ظاہراور خوشبو پوشیدہ ہو۔(ترمذی،نسائی)

68/5854۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپی تھی جس میں سے آپ خوشبولگایا [3] کرتے تھے۔(ابوداؤد)

---

[1] قولہ:لا یقبل اللہ الخ (اللہ اس آدمی کی نماز قبول نہیں کرتا) اس سے مراد کامل نماز کے ثواب کی نفی ہے کیونکہ اس میں عورتوں سے مشابہت ہے۔(مرقات)

[2] قولہ:وطیب النساء الخ (اورعورتوں کے لئے عطر) شرح السنہ میں ہے سعد نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ فقہاء نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ''وطیب النساء''عورتوں کے لئے عطر اس کوعورت کے گھر سے باہر نکلنے کی صورت پر محمول کیا ہے۔ البتہ جب وہ اپنے شوہر کے پاس ہو تو جو چاہے خوشبو لگا سکتی ہے۔(مرقات)

[3] قولہ:کانت لرسول اللہ علیہ وسلم سُکة الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپی تھی) سکہ سین مہملہ کے پیش اور کاف کی تشدید کے ساتھ ہے۔ یہ خوشبوکی ایک قسم ہے جوکمیاب ہےاور یہ کہا گیا ہے کہ وہ مشک سے بنائی جاتی ہے۔اور قاموس میں ہے۔سکہ ایک خوشبو ہے جورامک سے بنائی جاتی ہے۔اور یہاں ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد ایک کپی ہے جس میں عطر ہوتا ہےاور یہ بات آپ کے ارشاد: ''یتطیب منھا'' (اس میں سے خوشبولگاتے تھے) سے معلوم ہوتی ہے اس لئے کہ اگر یہ بجائے خود عطر ہوتا تو ''یتطیب بھا'' (اس کی خوشبولگاتے) فرماتے۔علامہ جزری نے تصحیح المصابیح میں کہا: سک سین مہملہ کے پیش اور کاف کی تشدید کے ساتھ۔ایک عطر ہے جومختلف چیزوں کا مجموعہ ہےاور ''سُکہ'' اس کا ایک ٹکڑا ہے۔اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد برتن ہو۔علامہ میرک نے کہا: اگراس سے مرادنفس طیب ہےتو ظاہر ہےاس وقت یہ کہا جائے کہ کلمہ ''من'' تبعیض کا ہے تا کہ اس سے یہ بات جانی جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں سے متعدد مرتبہ استعمال فرماتے تھےاوراگر (منھا کے بجائے) بھا کہتے تو یہ وہم ہوسکتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کوایک ہی دفعہ استعمال کرتے تھے۔اوراگراس سے مراد برتن ہوتو ''من'' ابتدائیہ ہے۔(مرقات)

69/5855 ۔سیدنا ثوبان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر کا ارادہ کرتے تو اپنے گھر والوں میں سب سے آخر میں جن سے ملاقات کرتے وہ بی بی فاطمہ ہوتیں اورسب سے پہلے جن کے پاس آپ ﷺ تشریف لاتے وہ بی بی فاطمہ ہوتیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک غزوہ سے تشریف لائے۔انہوں نے اپنے دروازے پر ایک ٹاٹ 1؎ یا پردہ لٹکایا تھا اور حسن اور حسین کو چاندی کے دو کنگن پہنائے 2؎ تھے۔آپ تشریف لائے اور (اندر) داخل نہیں ہوئے تو آپ سمجھ گئیں کہ جس چیز نے آپ کو اندر آنے سے روکا وہ وہی ہے جس کو آپ نے دیکھا ہے۔پس انہوں نے پردے کو پھاڑ دیا اور دونوں بچوں سے دونوں کنگن نکال دئے اوران دونوں سے اس کو کاٹ دیا تو وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روتے ہوئے آئے تو آپ نے اس کو ان دونوں سے لے لیا اور فرمایا: اے ثوبان اس کو فلاں کے

1؎ قولہ: قد علقت مسحا او سترا علی بابھا الخ (وہ اپنے دروازے پر ایک ٹاٹ یا پردہ لٹکائی تھیں) فتاوی عالمگیریہ میں ہے: فقیہ ابوجعفر رحمۃ اللہ علیہ نے سیر کبیر کی شرح میں بیان کیا کہ گھروں کی دیواروں پر منقش قالین کے پردہ ڈالے جانے میں کوئی حرج نہیں جب کہ ایسا کرنے والے کا مقصد سردی کو دفع کرنا ہو اور اگر ایسا کرنے والے کا مقصد زینت ہو تو مکروہ ہے۔اور شمس الائمہ سرخسی نے بھی شرح سیر میں بیان کیا۔ گھر کی دیوار پر نمدہ کے پردے ڈالنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ یہ کام کرنے والے کا مقصد سردی کو دفع کرنا ہو اور اس پر اضافہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا: یا گھاس پھوس کے ذریعہ جب کہ ایسا کرنے والے کا مقصد گرمی کو دور کرنا ہو۔اس کی صرف وہ صورت مکروہ ہے جو بقصد زینت ہو۔(ذخیرہ) امام محمد نے سیر کبیر میں اس امر کی صراحت کی ہے کہ دروازے پر پردہ لٹکانا مکروہ ہے۔کیونکہ وہ زینت اور تکبر ہے۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ جو چیز از راہ تکبر ہو وہ مکروہ ہے اور اگر وہ ضرورت اور حاجت کی وجہ سے ایسا کرے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ قول مختار یہی ہے۔(غیاثیہ)

2؎ قولہ: وحلت الحسن والحسین قلبین من فضۃ الخ (اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما کو چاندی کے دو کنگن پہنائیں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ناپسند کیا کیونکہ مرد سونے اور چاندی کا زیور مطلقا استعمال نہیں کرسکتا سوائے چاندی کی انگوٹھی، کمر بند اور تلوار پر چاندی کا پانی چڑھانے کے جب کہ اس سے زینت مقصود نہ ہو۔اور جس چیز کا آدمی کے لئے پہننا اور پینا حرام ہے اس کا چھوٹے بچے کو پہنانا اور پلانا بھی حرام ہے۔(ماخوذ از درمختار)۔فتاوی عالمگیریہ میں ہے: مرد بچے کے لئے پازیب اور کنگن مکروہ ہے۔(سراجیہ)

گھر والوں کے پاس لے جاؤ بے شک یہ لوگ میرے اہلِ بیت ہیں۔ میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ یہ لوگ اپنی دنیوی زندگی میں اپنی اعلیٰ قسم کی غذا استعمال کریں۔ اے ثوبان! فاطمہ کے لئے ''عصب'' کے منکوں کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن [1] خرید لاؤ۔ (احمد، ابوداؤد)

70/5856۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اثمد سرمہ [2] لگایا کرو کیونکہ وہ نگاہ کو روشن کرتا ہے اور بالوں کو اگاتا ہے۔ اور انہوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سرمہ دانی تھی جس سے آپ ہر رات اس آنکھ میں تین دفعہ اور اس آنکھ میں تین دفعہ سرمہ لگایا کرتے تھے۔ (ترمذی)

71/5857۔ اور ان ہی سے ایک روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سونے سے قبل ہر آنکھ میں تین مرتبہ اثمد سرمہ لگایا کرتے تھے۔ راوی نے کہا: اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سب سے بہترین دوا جس کے ذریعہ تم علاج کرو: لدود (گوشہ دہن سے ڈالی جانے والی دوا)، سعوط (ناک سے ڈالی جانے والی دوا) اور پچھنا لگانا اور جلاب لینا ہے اور سب سے بہترین سرمہ جو تم لگاتے ہو اثمد ہے۔ کیونکہ وہ نگار کو روشن کرتا ہے اور بال کو اگاتا ہے۔ اور سب سے بہتر دن جس میں تم پچھنا لگاؤ وہ سترہ اور انیس اور اکیس تاریخ ہے۔ اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جس وقت معراج ہوئی۔ تو آپ کا گزر فرشتوں کی کسی جماعت پر نہیں ہوا مگر انہوں

---

[1] قولہ: يا ثوبان اشتر لفاطمة قلادة من عصب و سوارين من عاج۔ (اے ثوبان! فاطمہ کے لئے ''عصب'' کے منکوں کا ایک ہار اور ہاتھی دانت کے دو کنگن خرید لاؤ) فتاوی عالمگیریہ میں ہے: عورتوں کے لئے اپنے بالوں میں پیتل یا تانبے یا کوئی نشان یا لوہے اور اس جیسی کسی چیز کے موتیوں کے منکے زینت کے لئے لٹکانے میں اور اس کے کنگن میں کوئی حرج نہیں ہے۔

[2] قولہ: اكتحلوا بالاثمد الخ (تم اثمد سرمہ لگایا کرو) فتاوی عالمگیریہ میں ہے: علماء کا اتفاق ہے کہ مردوں کے لئے اثمد سرمہ میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور بالاتفاق کالا سرمہ جب کہ اس کا مقصد اس سے زینت ہو مکروہ ہے۔ علماء اور جب اس سے اس کا مقصد زینت نہ ہو تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ اکثر فقہاء اس پر متفق ہیں کہ وہ مکروہ نہیں ہے۔ (جواہر الاخلاطی)

نے یہ کہا: پچھنا لگانے کو آپ اختیار[1] کریں۔(ترمذی، اورامام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث حسن غریب ہے)

72/5858۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں اورعورتوں کوحمامات میں جانے سے منع فرمایا۔پھر مردوں کے لئے تہبند کے ساتھ جانے کی اجازت دی۔(ترمذی،ابوداؤد)

صاحب کوکب دری نے کہا: قولہ ''ثم رخص للرجال فی المیازر''(پھرآپ نے مردوں کوتہبند کے ساتھ جانے کی اجازت دی) اس میں تنبیہ ہے کہ منع کی علت کشف عورت ہے۔پس جہاں کشف عورت نہ ہووہاں کوئی ممانعت نہیں۔اوراسی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ وہ حمامات جوعورتوں کے ساتھ خاص ہیں اور وہاں مرد نہ آتے ہوں اوراس کے کام کرنے والے اورخدمت گزارتمام عورتیں ہوں دوسرے نہ ہوں تو ان میں عورتوں کا داخل ہونا جائز[2]

---

[1] قولہ: والحجامۃ (پچھنا لگانا) فتاوی عالمگیری میں ہے: ہرایک کے لئے پچھنا لگانا مستحب ہےاسی طرح ظہیریہ میں ہےاورنصف ماہ کے بعد ہفتہ کے دن پچھنا لگانا اچھا اور بہت مفید ہے۔اورنصف مہینہ سے پہلے مکروہ ہے۔(فتاوی عتابیہ)

[2] قولہ: جاز ان یدخلھا النساء الخ (تواس میں عورتوں کا داخل ہونا جائز ہے) اسی وجہ سے فتاوی عالمگیریہ میں ہے کہ عام ضرورت کی بناء پرعورتوں کے لئے حمام میں داخل ہونے میں کوئی حرج نہیں ہے جب کہ وہ خاص طور پرعورتوں ہی کے لئے ہوں اور یہ کہ وہ تہبند کے ساتھ داخل ہوں۔(خزانۃ المفتین)۔اورتہبند کے بغیر حرام ہے(سراجیہ)۔اب رہا بعض نصوص سے ان کے لئے ان شروط کے ساتھ داخل ہونے کے جائز ہونے کے باوجودان کو جومنع کیا گیا ہےتو وہ سد باب کےطور پر ہے کیونکہ عموماً وہ ایک دوسرے سے حیانہیں کرتیں اور بےستر ہوجاتی ہیں اورایک دوسرے کودیکھتی ہیں حتّٰی کہ اجنبیوں میں چہ جائے کہ رشتہ داروں میں اوراب رہا بیٹی ماں کے ساتھ یا باندی کے ساتھ اوراس جیسی مثالیں توان کا گھروں میں پردہ نہیں ہوسکتا چہ جائے کے حمام میں ہواور یہ بات اکثرعورتوں کے لئے حمامات میں خاص طور پر بلادعجم میں دیکھی جاتی ہےاور یہ کہ وہ اس میں تہبندنہیں بنتیں سوائے بہت کم عورتوں کے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورنبوت سے رونما ہونے والی صورت کو ملاحظہ فرمائے تو عورتوں کے لئے اس دروازے کوبھی بند کردیا۔جس جگہ کشف عورت نہیں ہوتا وہاں عورتوں کے لئے ممانعت بھی نہیں ہے۔(مرقات)

ہے اور وہ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے ستر نہ کھولیں۔

73/5859۔ابوالملیح سے روایت ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے پاس اہل حمص کی چند خواتین آئیں۔تو سیدتنا عائشہ نے فرمایا: تم کہاں سے آئی ہیں، وہ بولیں: ملکِ شام سے۔ انہوں نے فرمایا: شاید تم اس علاقہ کی ہو جس کی عورتیں حمام میں جاتی ہیں۔ وہ بولیں: ہاں آپ نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی عورت شوہر کے گھر کے علاوہ اپنے کپڑے نہیں اُتارتی مگر وہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان پردہ کو چاک کر دیتی ہے۔

74/5860۔اور ایک روایت میں ہے۔ اپنے گھر کے سوا میں، مگر وہ اپنا پردہ چاک کر دیتی ہے اپنے اور اللہ بزرگ و برتر کے درمیان۔(ترمذی، ابوداؤد)

75/5861۔سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہارے لئے سرزمین عجم فتح کر دی جائے گی۔ اور تم اس میں ایسے گھروں کو پاؤ گے جن کو حمامات کہا جاتا ہے۔ پس ان میں مردوں کو داخل نہیں ہونا چاہئے مگر تہبند کے ساتھ اور تم اس سے عورتوں کو روکو سوائے بیمار عورت اور نفاس والی کے۔(ابوداؤد)

76/5862۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کو بغیر تہبند کے حمام میں داخل نہیں ہونا چاہئے۔ اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو وہ اپنی بیوی کو حمام کے اندر نہ بھیجے اور جو کوئی اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو تو اس کو ایسے دسترخوان پر نہیں بیٹھنا چاہئے جس پر شراب کا دور چلتا ہو۔(ترمذی، نسائی)

(باب الترجل ختم ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(4/201) بَابُ التَّصَاوِيْرِ

تصاویر کا بیان

1/5863 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سیدتنا میمونہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکر مند تھے، اور فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے رات میں ملنے کا وعدہ کیا تھا لیکن انہوں نے مجھ سے ملاقات نہیں کی، بخدا انہوں نے کبھی مجھ سے وعدہ خلافی نہیں کی۔ پھر آپ ﷺ کو اپنے تخت کے نیچے کتّے کے بچے کا خیال آیا، جو آپ ﷺ کے تخت کے نیچے تھا، آپ ﷺ نے اس کے تعلق سے حکم فرمایا تو اس کو نکال دیا گیا۔ پھر آپ نے اپنے ہاتھ میں پانی لیا اور اس کی جگہ چھڑکا، جب شام ہوئی تو جبرئیل نے آپ سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم نے کل رات مجھ سے ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ تو انہوں نے کہا: ہاں! لیکن ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کوئی کتّا ہو اور نہ اس میں جس میں کوئی تصویر ہو۔ پس اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح ہوتے ہی کتّوں کو قتل کرنے کا [1] حکم فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ چھوٹے باغ کے کتّے کو بھی قتل کرنے کا حکم فرماتے تھے اور بڑے باغ کے کتّے کو چھوڑ دیتے تھے۔ (مسلم)

صاحب مسویٰ نے کہا کہ ابتداءِ اسلام میں کتّوں کو قتل کرنے کا حکم اس لئے تھا کہ اس وقت کتّوں کو پالنے کا عام رواج تھا۔ اور کتّوں کو قتل کرنے کا حکم دیئے بغیر وہ اس کو چھوڑنے

---

[1] قولہ: فامر بقتل الکلاب (کتّوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا) صاحب بذل المجھود نے کہا کہ کتّوں کو قتل کرنے کا حکم منسوخ ہے سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ کی اس حدیث سے جو مسلم وغیرہ میں ہے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو کتّوں کو قتل کرنے کا حکم فرمایا یہاں تک کہ ایک عورت جنگل سے اپنے کتّے کے ساتھ آتی تو ہم اس کے کتّے کو بھی قتل کردیتے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو قتل کرنے سے منع فرمایا۔

والے نہیں تھے۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ کتوں کو قتل کرنے کا یہ حکم مدینہ منورہ کے ساتھ خاص ہے، کیونکہ مدینہ منورہ فرشتوں کے وحی لے کر آنے کا مقام ہے اور وہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتّا ہو پھر یہ حکم منسوخ ہوگیا۔

2/5864 ۔ان دونوں (بخاری ومسلم) کی ایک روایت میں سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل [1] نہیں ہوتے جس میں کتّا ہو اور نہ اس میں جس میں تصاویر ہوں۔ (متفق علیہ)

3/5865 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں کسی ایسی چیز کو نہیں چھوڑتے تھے جس میں صلیب کے نشانات ہوتے مگر اس کو توڑ دیتے تھے۔ (بخاری)

ہم کہتے ہیں [2] کہ سیدنا جبرئیل [3] کا واقعہ وغیرہ اور اگر وہ فرشتوں کے داخل ہونے کے

---

[1] قولہ: لا تدخل الملائكة بيتا الخ (فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے) سونے، چاندی کے سکّوں پر بنی ہوئی تصویر کی وجہ سے رحمت کے فرشتوں کے رکنے کی بابت محدثین کرام نے اختلاف کیا ہے۔ امام نووی نے اس کو ثابت کیا ہے اور قاضی عیاض نے اس کی نفی کی ہے۔ یعنی انہوں نے کہا کہ ان احادیث کو بعض صورتوں سے مخصوص کیا گیا ہے (بحر)۔ اور ہمارے علماء کے کلام سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے، کیونکہ ان کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جو چیز نماز میں کراہت کا سبب نہیں ہوتی اس کا رکھنا مکروہ نہیں ہے۔ اور فتح میں صراحت ہے کہ چھوٹی تصویر گھر میں مکروہ نہیں ہے اور انہوں نے کہا: منقول ہے کہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کی تصویر تھی۔

[2] قولہ: قلنا الخ (ہم نے کہا) میں نے اس کو درمختار سے اخذ کیا ہے۔

[3] قولہ: خبر جبرئيل الخ (حضرت جبرئیل کا واقعہ) وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت جبرئیلؑ کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنا کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتّا ہو اور نہ اس میں جس میں کوئی تصویر ہو۔ (مسلم) اور اس میں اس سوال کے جواب کی طرف اشارہ ہے جو کہا جاتا ہے کہ اگر مذکورہ حدیث میں کراہت کی علت نماز پڑھنے کی جگہ میں فرشتوں کا داخل نہ ہونا ہے اس لئے کہ سب سے برا مقام وہ ہے جہاں فرشتے داخل نہیں ہوتے تو ایسی صورت میں اس کو مکروہ قرار دینا مناسب ہے، اگرچیکہ وہ تصویر اہانت کی جگہ میں ہو۔ کیونکہ حضرت جبرئیلؑ کو قول ''ولاصورة'' (اور نہ اس گھر میں جس میں تصویر ہو) نکرہ ہے جو نفی کے سیاق میں واقع ہوا ہے اس لئے وہ عام ہوگا۔ اور اگر اس کی علت عبادت سے مشابہت ہو تو وہ مکروہ نہیں ہوگی الّا یہ کہ جب وہ مصلی کے سامنے یا اس کے سر کے اوپر ہو۔

لئے مانع ہوتی تو ان کا گھروں میں رکھنا بھی مکروہ ہوتا کیونکہ وہ ایسی صورت میں بری جگہ ہوجاتی۔اوراسی طرح اس کا حقارت کی جگہ ہونا اور یہ بات حدیث شریف میں حضورصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے واضح ہے کہ یاتم اس کو کاٹ کر تکیے بنالو یا اس کوفرش بنالو۔(درمختار،ردالمحتار)

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ مشائخ رحمہم اللہ نے بغیر دھڑ والی تصویر کے سر کے بارے میں اختلاف کیا ہے آیا اس کواختیار کرنا اوراس کے پاس نماز پڑھنا مکروہ ہے؟

جواب یہ ہے کہ پہلی صورت فرشتوں کا نہ آنا اس کے مکروہ ہونے کی علت ہے۔اب رہی دوسری صورت تو اس میں شدید کراہت معلوم ہوتی ہے،مگرنص مذکور کی عمومیت کواس صورت سے خاص کرلیا گیا ہے جس میں اہانت نہ ہو کیونکہ ابن حبان اورنسائی نے روایت کیا ہے جبرئیل علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی تو آپ نے فرمایا: اندر آجاؤ تو انہوں نے کہا: میں کیسے اندر آؤں جب کہ آپ کے گھر میں ایک پردہ ہے جس میں تصاویر ہیں اوراگر اس کورکھنا ہی ہے تو آپ ان کے سروں کوکاٹ دیجئے یا اس کو تکیے یا بستر بنالیجئے۔

البتہ جب وہ تصاویرفرش پر سجدہ کی جگہ میں ہوں تو جیسا گزر چکا ہے اس پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ وہ فرشتوں کے داخلہ کے لئے مانع نہ ہونے کے باوجود مکروہ ہے۔اوراس میں کوئی مشابہت نہیں ہے کیونکہ بت پرست تصاویر پر سجدہ نہیں کرتے بلکہ اس کو کھڑا کرتے ہیں اوراس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔مگر اس بارے میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس میں قیام اوررکوع کی حالت میں ان کی پرستش کی مشابہت پائی جاتی ہے اور اگر اس پر سجدہ کیا جائے تو اس کی تعظیم ہوگی۔ (ملخص از حلیہ وبحر)

میں کہوں گا کہ جو چیز ان کے کلام سے ظاہر ہورہی ہے کہ علت یا تو تعظیم ہے یا مشابہت ہے جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔اورتعظیم مشابہت سے زیادہ عام ہے،جیسا کہ اگر وہ اس

اور اس جیسی دوسری حدیث ایسی تصویر کے ساتھ مخصوص ہے جو تحقیر کے مقام میں نہ ہو[1]
جیسا کہ ابن کمال نے اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔

پس فرشتوں کا داخل نہ ہونا اس وقت ہے جب کہ تصاویر تعظیم کے لئے ہوں۔ اور نماز میں تصویر کے مکروہ ہونے کی علت اس کی تعظیم کو قرار دینے کے بجائے فرشتوں کے داخل نہ ہونے کو قرار دینا بہتر ہے۔ کیونکہ تعظیم کبھی عارضی ہوتی ہے اس لئے کہ تصویر جب بچھے ہوئے فرش پر ہو تو وہ اہانت کے مقام میں ہوگی جو فرشتوں کے داخل ہونے کے لئے مانع نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی اس فرش پر نماز پڑھے اور اس پر سجدہ کرے تو وہ مکروہ ہوگا کیونکہ اس کا یہ عمل اس کی تعظیم ہے۔ اور ظاہر ہے کہ فرشتے اس عارضی فعل کی وجہ سے گھر میں داخل ہونے سے نہیں کرتے۔

اب رہا جو فتح میں شرح عتاب کے حوالے سے ہے کہ اگر تصاویر مصلی کے پیچھے یا اس کے پاؤں کے نیچے ہوں تو نماز مکروہ نہیں ہوگی لیکن اس حدیث کی بناء پر گھر میں تصویر رکھنا مکروہ ہوگا۔ پس اس حدیث کی بناء پر گھر میں تصویر رکھنا مکروہ ہونے کی ظاہری وجہ فرشتوں کا گھر میں داخلہ سے رکنا ہے، اگر چہ کہ اہانت کی جگہ میں ہو۔ اور بچھے ہوئے فرش میں تصویر کا مکروہ ہونا اس حدیث کے خلاف ہے جس کی تخصیص کی گئی۔ جیسا کہ گزر چکا ہے۔ (ردالمحتار)

4/5866 ۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں کل رات آپ کے پاس حاضر ہوا تھا اور مجھے داخل ہونے سے کوئی چیز مانع نہیں تھی مگر یہ کہ دروازے پر تصویریں[2]

---

[1] قولہ: مخصوص بغیر المهانة (ایسی صورت کے ساتھ مخصوص ہے جس میں اہانت نہ ہو) جان لو کہ بعض شوافع اور دیگر فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ ایسے کپڑوں کا استعمال جس میں تصاویر ہوں اور وہ تصاویر جو روندی جاتی ہوں اور وہ اہانت کی جگہ میں ہوں یا نہ ہوں مکروہ ہے۔ اور وہ ان کے گھروں میں ہونے کو بھی مکروہ قرار دیتے ہیں۔

[2] قولہ: کان علی الباب تماثیل الخ (دروازے پر تصویریں تھیں) درمختار اور ردالمحتار میں ہے کہ مکروہ تحریمی ہے ایسے کپڑے کا پہننا جس میں جانداروں کی تصویریں ہوں۔ اور یہ کہ اس کے سر کے اوپر یا اس کے سامنے یا اس کے مقابل میں یعنی دائیں جانب یا بائیں جانب یا اس کے سجدہ کی جگہ میں کوئی تصویر ہو، اگر چہ کہ وہ کھڑے رکھے ہوئے تکیے پر ہی کیوں نہ ہو۔ اور اگر بچھے ہوئے تکیے پر ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

تھیں گھر میں ایک باریک پردہ تھا جس پر کے سیدھے جانب یا بائیں جانب یا اس کے سجدہ کی جگہ میں ہوں تو اس میں کوئی مشابہت نہیں ہے البتہ اس میں تعظیم ہے اور جس میں تعظیم اور مشابہت جمع ہو جائیں تو اس میں کراہت شدید ترین ہو جائے گی۔ اس لئے اس کی کراہت کے مراتب میں تفاوت ہے جیسا کہ گزر چکا جبرئیل علیہ السلام کے واقعہ کی علت تعظیم ہے، اس کی دلیل آخری حدیث اور اس کے سوا دوسری حدیث ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے قول میں جو پیروں تلے ہو یا اہانت کے مقام میں ہو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اس کے ماسوا کو انہوں نے مکروہ قرار دیا ہے۔

(ماخوذ از عمدۃ القاری، شرح معانی الاثار)

اسی وجہ سے عالمگیری میں ہے حالت نماز کے علاوہ گھروں اور کپڑوں میں تصویریں بنانے کی دو نوعتیں ہیں: پہلی نوعیت اگر اس میں ان کی تعظیم ہے تو یہ مکروہ ہے دوسری نوعیت اگر ان کی تحقیر ہے تو یہ مکروہ نہیں ہے۔ اور اسی سے ہم کہتے ہیں کہ جب تصویر فرش پر ہو جب کہ وہ بچھا ہوا ہے تو مکروہ نہیں ہے اور اگر اس کو کھڑا رکھا گیا ہے تو مکروہ ہے۔ (محیط)

اور جب تصویر اس کے پیچھے ہو تو اس میں اختلاف ہے راجح قول یہ ہے کہ وہ مکروہ ہے۔ اور اگر وہ اس کے پاؤں کے نیچے یا اس کے بیٹھنے کی جگہ میں ہوں تو مکروہ نہیں ہے کیونکہ وہ ان کی اہانت کی جگہ میں ہے۔ یا اس کے ہاتھ میں ہو۔ علامہ شمنی کی عبارت میں یہ ہے کہ یا اس کے بدن میں ہو، یہ سب مکروہ نہیں۔ کیونکہ یہ اس کے کپڑوں میں چھپے ہوئے ہوتے ہیں یا اس کی انگوٹھی پر غیر واضح نقش کے ساتھ ہو صاحب ''بحر'' نے جو کچھ کہا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ واضح نقش مکروہ ہے اور جو چھپا ہوا ہو کسی تھیلی یا بٹوے یا کسی دوسرے کپڑے میں تو وہ مکروہ نہیں ہے، مصنف نے اسی کو ثابت کیا ہے یا وہ ایسی چھوٹی ہوں کہ کھڑے ہو کر دیکھنے والے کے لئے اس کے اعضاء کی تفصیلات ظاہر نہ ہوتی ہوں جب کہ وہ تصاویر زمین پر ہوں (امام حلبی نے اس کو ذکر کیا ہے) یا سر اور چہرہ کٹے ہوئے ہوں یا کوئی ایسا عضو مٹا ہوا ہو جس کے بغیر وہ جی نہیں سکتے یا غیر جاندار کی ہوں تو وہ مکروہ نہیں ہے کیونکہ اس کی پرستش نہیں کی جاتی۔

تصویریں تھیں، اور گھر میں ایک کتّا تھا۔ گھر کے دروازے پر جو تصویریں ہیں اس کے بارے میں آپ (ﷺ) حکم فرمائیں کہ اس کو کاٹ دیا جائے تو وہ درخت کی شکل کی طرح ہوجائے گا، اور پردے کے بارے میں حکم فرمائیں کہ اس کو کتر دیا جائے، اور نیچے پڑے رہنے والے دو تکیے بنالئے جائیں جو پڑے رہیں گے۔ اور کتّے کے بارے میں حکم فرمادیجئے کہ اس کو نکال دیا جائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ (ترمذی، ابوداؤد)

5/5867 ۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنے ایک تابدان پر ایسا پردہ ڈالا تھا جس میں تصاویر تھیں تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پردے کو پھاڑ دیا تو وہ اس کے دو تکیے [1] بنائیں اور وہ دونوں تکیے گھر میں رہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے۔ (بخاری، مسلم)

6/5868 ۔ انہی سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک تکیہ خریدا جس میں چند تصاویر تھیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ملاحظہ فرمایا تو آپ دروازے پر کھڑے رہے اندر تشریف نہیں لائے، تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور پر ناگواری کو پہچان لیا اور وہ کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے رسول کی جناب میں توبہ کرتی ہوں۔ مجھ سے کیا قصور ہوا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس تکیہ کا کیا حال ہے۔ انہوں نے عرض کیا: میں نے اس کو آپ ﷺ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر تشریف فرما ہوں اور اس پر ٹیک لگائیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا: جو تم نے بنایا ہے اس کو زندہ کرو۔ اور فرمایا: جس گھر میں تصویر ہوتی ہے اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ (متفق علیہ)

---

[1] قولہ: فاتخذت منہ نمرقین الخ (انہوں نے اس کے دو تکیے بنائے) فتاوی قاضی خان میں ہے کہ کوئی شخص نماز پڑھے جب کہ اس کے سامنے یا اس کے اوپر یا اس کے دائیں یا بائیں جانب یا اس کے کپڑے پر تصاویر ہوں تو مکروہ ہے اور بستر کے متعلق دو روایتیں ہیں۔ اور صحیح بات یہ ہے کہ بستر پر تصویر مکروہ نہیں ہے جب کہ وہ اس پر سجدہ نہ کرے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ہے جب کہ تصویر دیکھنے والوں کو بغیر تکلف کے نمایاں ہوتی ہو تو پس اگر وہ چھوٹی ہو یا اس کا سر مٹا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ (مرقات)

علامہ عینی نے کہا کہ اس میں یہ بات ہے کہ جب عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ آپ اس پر تشریف فرما ہوں اور اس پر ٹیک لگائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو منع کر دیا۔ پس اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسا پردہ جس میں تصویر تھی اس کو کاٹ کر تکیہ بنا لیا گیا تو اس کا استعمال بھی مکروہ ہے جب کہ گزری ہوئی احادیث سے اس کے برخلاف (جواز) معلوم ہوتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں کے درمیان بالکل تعارض نہیں ہے کیونکہ شارع علیہ السلام نے ابتداء میں تمام تصویروں سے منع فرمایا تھا۔ جب آپ کا ان سے منع کرنا راسخ ہو گیا تو ان تصاویر کو جو تحقیر کے مقام میں ہوں مباح قرار دیا کیونکہ اس میں اس بات کا اطمینان ہوتا ہے کہ نادان ایسی چیزوں کی تعظیم نہیں کریں گے جو اہانت کے مقام میں ہوں اب رہا وہ تصاویر جو اہانت کے مقام میں نہ ہوں ان کی ممانعت برقرار ہے۔

7/5869۔ سیدنا سعید بن ابی الحسن سے روایت ہے کہ میں ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پاس تھا اچانک ان کے پاس ایک شخص آیا پس اس نے کہا: اے ابن عباس بے شک میں ایک آدمی ہوں۔ میری معیشت صرف اپنے ہاتھ کی کمائی سے ہے۔ اور میں یہ تصاویر بناتا ہوں تو ابن عباسؓ نے فرمایا: میں تم کو وہی بیان کروں گا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے میں نے آپ ﷺ کو ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو کوئی تصویر بنائے تو اللہ اس کو عذاب دینے والا ہے یہاں تک کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ کبھی اس میں روح پھونکنے والا نہیں ہے۔ تو اس آدمی نے لمبی سانس لی اور اس کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ تو انہوں نے کہا: تیرا بھلا ہو اگر تم اس کو بنانے کے سوا انکار کرتے ہو تو اس درخت کو اور ہر ایسی چیز کو اختیار کرو جس میں جان نہ ہو۔ (بخاری)

8/5870۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر تصویر بنانے والا دوزخ میں ہے ہر اس تصویر کے بدلے میں جو اس نے بنایا ہے اس کے لئے ایک نفس بنا دے گا جو اس جہنم میں عذاب دیتا رہے گا۔ ابن

عباس نے فرمایا: پس اگر تم کو یہ کرنا ہی ہے تو تم درخت[1] کو اور ایسی چیزوں کو بناؤ جن میں جان نہ ہوتی ہو۔ (متفق علیہ)

9/5871 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب[2] والے وہ لوگ ہیں جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت اختیار کرتے[3] ہیں۔ (متفق علیہ)

10/5872 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً قیامت کے دن تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب میں وہ شخص ہے جو کسی نبی کو شہید کرے یا وہ شخص ہے جس کو کوئی نبی قتل کرے یا وہ شخص ہے جو اپنے والدین میں سے کسی کو قتل کرے اور تصویر بنانے والے ہیں اور وہ عالم ہے جس کے علم سے نفع نہ ہوا ہو۔ (بیہقی شعب الایمان)

11/5873 ۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے

---

[1] قولہ: فاصنع الشجر الخ (پس تم درخت کو بناؤ)۔اسی وجہ سے صاحب مرقات نے کہا: بلا شبہ درخت اور اس جیسی چیزیں جن میں جان نہ ہوتی ہو تو ان کا بنانا اور ان کے ذریعہ کمانا حرام نہیں ہے۔ اور یہ جمہور کا مذہب ہے سوائے مجاہد رحمہ اللہ کے کیونکہ انہوں نے پھلدار درخت کو مکروہ قرار دیا ہے۔ انتھی۔ و نیز جمہور کی دلیل اس کے بعد حدیث مضاہات (مشابہت) کے تحت آئے گی۔

[2] قولہ: اشد الناس عذابا الخ (تمام لوگوں میں سب سے زیادہ سخت عذاب والے)۔صاحب درمختار نے کہا: مقام اہانت اور غیر اہانت کا یہ فرق تصویر رکھنے کے بارے میں ہے۔ اب رہا تصویر کشی تو یہ مطلق ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں اللہ تعالی کی تخلیق سے مشابہت ہے۔

[3] قولہ: الذین یضاھون بخلق اللہ (وہ لوگ جو اللہ کی تخلیق سے مشابہت اختیار کرتے ہیں) جمہور نے اس کو جاندار کی تصویر بنانے والوں کے ساتھ جو خاص کیا ہے اس حدیث سے اس کی وجہ سمجھ میں آتی ہے۔ اس لئے کہ ان کو بنانے کی نسبت مخلوق کے فعل کی طرف کرنا نہ حقیقۃً جائز ہے اور نہ مجازاً، برخلاف دیگر نباتات اور جمادات کے کہ کبھی ان کے فعل کی نسبت لوگوں کی طرف مجازاً کی جاتی ہے۔ اور مثال کے طور پر اس طرح کہا جاتا ہے۔ انبت فلان ھذا الشجر و صنع فلان ھذہ السفینۃ فلاں شخص نے یہ درخت اگایا اور فلاں نے یہ کشتی بنائی۔ لیکن وہ چیزیں جن کی اللہ کے سوا عبادت کی جاتی ہے اگرچہ کہ وہ جمادات سے ہوں جیسے سورج اور چاند ہیں ان کی تصویر بھی حرام ہونا چاہئے۔ (مرقات)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: اللہ کے پاس سخت عذاب والے تصویر بنانے والے ہیں۔ (متفق علیہ)

12/5874 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی جو دیکھیں گی اور دو کان ہوں گے جو سنیں گے اور ایک زبان ہوگی جو بات کرے گی وہ یہ کہے گی یقیناً میں تین قسم کے لوگوں پر مقرر کی گئی ہوں سرکش ظالم پر اور ہر اس شخص پر جو اللہ کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرے اور تصویر بنانے والوں پر۔ (ترمذی)

13/5875 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص ایسا خواب بیان کرے جو وہ نہیں دیکھا ہے تو اس کو دو جو کے دانوں کے درمیان گرہ ڈالنے کی تکلیف دی جائے گی۔ اور وہ ہرگز نہیں کر سکے گا۔ اور جو شخص کسی قوم کی گفتگو کو سنے جب کہ وہ اس کو ناپسند کرتے ہوں یا اس سے فرار اختیار کرتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے دونوں کانوں میں سیس ڈالی جائے گی۔ اور جو کوئی تصویر بنائے تو اس کو عذاب دیا جائے گا اور اس کو اس بات کی تکلیف دی جائے گی کہ وہ اس میں روح پھونکے اور وہ پھونکنے والا نہیں ہے۔ (بخاری)

14/5876 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالی نے فرمایا: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو میری تخلیق کی طرح بنانے جائے۔ چاہئے کہ وہ ایک ذرہ پیدا کریں یا ایک دانہ پیدا کریں یا ایک جو پیدا کریں۔ (متفق علیہ)

15/5877 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہا: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض ازواج مطہرات نے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو ''ماریہ'' کہا جاتا تھا۔ اور ام سلمہ اور ام حبیبہ سرزمین حبشہ گئیں تھیں پس ان دونوں نے اس کی خوبصورتی کا اور اس میں موجود تصویروں کا ذکر کیا تو آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک اٹھایا اور

فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جب ان میں کوئی نیک آدمی انتقال کر جاتا ہے تو وہ اس کی قبر پر مسجد بناتے ہیں پھر اس میں ان تصویروں کو اتارتے ہیں یہ اللہ کی مخلوق میں بدترین لوگ ہیں۔ (متفق علیہ)

16/5878 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی ایک قوم کے گھر تشریف لاتے جب کہ ان کے سوا اور بھی گھر تھے۔تو یہ چیز ان پر شاق گزری تو انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ فلاں کے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکہ تمہارے گھر میں کتّا ہے، انہوں نے کہا: ان کے گھر میں بلی ہے۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی ایک درندہ [1] ہے۔ (دارقطنی)

17/5879 ۔انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کبوتر کے پیچھے پڑتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: ایک شیطان [2] ہے جو ایک شیطانی کے پیچھے پڑ رہا ہے۔
(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، بیہقی، شعب الایمان)

پس اگر وہ ان کو چھت کے اوپر اڑاتا ہو، مسلمانوں کی مخفی چیزوں پر جھانکتے ہوئے اور ان کبوتروں پر تیر مار کر لوگوں کے کانچ کی چیزوں کو توڑتا ہو تو اس کو تادیبی سزا دی جائے گی اور اس کو سختی سے منع کیا جائے گا پس اگر وہ اس سے باز نہ آئے تو کوتوال اس کو ذبح کر دے گا۔

اور صاحب وھبانیہ نے صراحت کی ہے کہ تعزیر (تادیبی سزا دینا) اور کبوتروں کو ذبح کر دینا واجب ہے اور انہوں نے اس کو مذکورہ تفصیلات کے ساتھ مقید نہیں کیا۔شاید اس بارے میں انہوں نے عام عادت پر اعتماد کیا ہے۔البتہ یہ انست کے لئے ہو تو مباح ہے۔

---

[1] قولہ: السنور سبع (بلی ایک درندہ ہے) یعنی بلی ایک درندہ ہے اور وہ نجس کتے کی طرح شیطان نہیں ہے۔ (مرقات)

[2] قولہ: شیطان یتبع شیطانة (ایک شیطان ہے جو ایک شیطان کا پیچھا کر رہا ہے)۔اسی لئے صاحب درمختار اور ردالمحتار نے کہا: کبوتروں کو روکے رکھنا مکروہ ہے۔اگر چہ کہ ان کے مقام میں ہوں۔ بشرطیکہ وہ لوگوں کو ضرر پہنچاتا ہو کبوتروں کو دیکھ کر یا روکے رکھ کر، اور جب وہ کسی کبوتر کو پکڑ لے اور اس کے مالک کا پتہ نہ ہو تو اس میں احتیاط یہ ہے کہ اس کو صدقہ کر دے پھر اس کو خرید لے یا اس کو ہبہ کر دیا جائے۔ (مجتبیٰ)

18/5880 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تو میں نے ایک چادر لی اور دروازے پر اس کا پردہ 1 لٹکایا جب آپ تشریف لے آئے اور چادر کو دیکھے تو اس کو کھینچے یہاں تک کہ اس کو پھاڑ دیئے پھر فرمایا: اللہ نے ہم کو اس بات کا حکم نہیں دیا کہ ہم پتھروں اور مٹی کو کپڑے پہنائیں۔(متفق علیہ)

19/5881 ۔سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے نردشیر کھیلا گویا کہ اس نے خنزیر کے گوشت اور اس کے خون سے اپنا ہاتھ رنگ 2 دیا۔(مسلم)

20/5882 ۔سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نرد سے کھیلا یقیناً اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ (احمد، ابوداؤد)

21/5883 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

1 قولہ: فسترتہ علی الباب الخ (اور میں نے دروازے پر اس کا پردہ لٹکایا) وہ گویا زینت کے طور پر لٹکایا گیا تھا پردہ کے لئے نہیں تھا۔اسی وجہ سے عتاب واقع ہوا۔اور اس کے ذریعہ اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ دیواروں پر پردہ ڈالنے سے منع کیا جائے گا۔اور یہ مکروہ تنزیہی ہے مکروہ تحریمی نہیں ہے۔(مرقات)
اور فتاوی عالمگیریہ میں ہے: شمس الائمۃ سرخسی نے ''سیر'' کی شرح میں ذکر کیا ہے کہ اگر کوئی شخص سردی کو دور کرنے کی غرض سے گھر کی دیواروں کو قالین سے ڈھانکتا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔اور اس پر انہوں نے مزید یہ کہا کہ یا گھانس کے ذریعہ جب کہ ایسا کرنے والا شخص گرمی کو دفع کرنے کا قصد کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں اور اس میں سے صرف وہی صورت مکروہ ہے جو زینت کے قصد سے ہو۔(الذخیرہ)

2 قولہ: فکانما صبغ یدہ فی لحم خنزیر و دمہ (پس گویا کہ وہ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں اپنا ہاتھ رنگ دیا) امام نووی رحمہ اللہ نے کہا: اور یہ حدیث نرد کھیلنے کو حرام قرار دینے میں امام شافعی اور جمہور کی حجت ہے۔اھ۔اور اسی طرح وہ احادیث جو اس کے بعد ہیں۔اور منذری نے کہا: جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ نرد کھیلنا حرام ہے۔اور ہمارے بعض فقہاء اس کے حرام کئے جانے پر اجماع نقل کئے ہیں۔اس کو فقیہ میرک نے ذکر کیا ہے۔اب رہا شطرنج تو ہمارا اور جمہور کا بھی مذہب یہ ہے کہ اس کا کھیلنا مطلق حرام ہے۔اور امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا: یہ ان کے پاس شروط معتبرہ کے ساتھ مباح ہے۔(مرقات)

علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالی نے شراب اور جوّے اور تماشہ کے طبل کو حرام کیا ہے۔ اور فرمایا: ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ کہا گیا ہے کہ کوبہ طبلہ 1 ہے۔ (بیہقی شعب الایمان)

اور ہمارے بعض علماء شارحین نے کہا ہے کوبہ نرد ہے۔

22/5884 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب اور جوّا اور تماشہ کا طبلہ اور غبیراء شراب سے منع فرمایا۔ اور غبیراء شراب ہے جس کو اہل حبشہ مکئی سے بناتے ہیں اس کو سکرکہ بھی کہا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

23/5885 ۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ وہ کہتے تھے شطرنج عجمیوں کا جوّا ہے 2۔

24/5886 ۔ابن شہاب سے روایت ہے کہ سیدنا ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: خطا کار ہی شطرنج کھیلتا ہے۔

25/5887 ۔انہی سے روایت ہے کہ ان سے شطرنج کھیلنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے کہا: وہ باطل چیزوں میں سے ہے اور اللہ باطل کو پسند نہیں کرتا۔ (امام بیہقی نے ان تینوں حدیثوں کو شعب الایمان میں روایت کیا ہے)

(باب التصاویر ختم ہوا)

1۔ قولہ: الكوبة الطبل (کوبہ طبلہ ہے) فقیہ میرک نے کہا: وہ لہو ولعب کا طبل ہے غازیوں اور حاجیوں کا طبل نہیں ہے۔ (مرقات)

2۔ قولہ: الشطرنج هو ميسر الاعاجم (شطرنج عجمیوں کا جوّا ہے) ان احادیث کی بناء پر صاحب درمختار نے کہا: نرد سے کھیلنا اور اسی طرح شطرنج سے کھیلنا بھی مکروہ تحریمی ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کو مباح قرار دیا ہے۔

صاحب مرقات نے کہا: امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ بسا اوقات اس کے ذریعہ جنگ کے معاملہ میں اور دشمن کے خلاف تدبیر کرنے میں بصیرت حاصل کی جاتی ہے۔ میں کہتا ہوں: اس کی مذمت میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سے اس کا کھیلنا ثابت نہ ہونے کے بارے میں وارد احادیث کی روشنی میں یہ تعلیل نہایت ہی ضعیف ہے اور تاویل حد درجہ کمزور ہے۔ البتہ شرط لگا کر شطرنج کھیلنا حرام ہے جس پر سب کا اجماع ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(22) کِتَابُ الطِّبِّ وَ الرُّقٰی

علاج اور تعویذ کا بیان

1/5888 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معدہ بدن کا حوض ہے اور رگیں اس کی طرف آتی ہیں۔ پس جب معدہ تندرست ہوتا ہے تو رگیں تندرستی لے کر واپس ہوتی ہیں اور جب معدہ خراب ہو جاتا ہے تو رگیں بیماری لے کر واپس ہوتی ہیں۔ (بیہقی شعب الایمان)

2/5889 ۔انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے کوئی بیماری نہیں 1 اتاری مگر اس کے لئے شفاء بھی اتاری ہے۔ (بخاری)

3/5890 ۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر بیماری کے لئے دوا ہے۔ اور جب دوا بیماری کے موافق پہنچ جائے تو وہ اللہ کے حکم 2 سے اچھا ہو جائے گا۔ (مسلم)

---

1 قولہ: الا انزل له شفاء (مگر اس کے لئے شفاء بھی اتاری ہے) اگر تم یہ کہو کہ ہم بہت سے بیماروں کو دیکھتے ہیں، وہ علاج کرتے ہیں مگر شفاء یاب نہیں ہوتے۔ تو اس کے جواب میں میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بات دوا نہ ہونے کی بناء پر نہیں بلکہ علاج کی حقیقت نہ جاننے یا صحیح تشخیص نہ کرنے کی وجہ سے ہے۔ (امام نووی)

2 قولہ: برأ باذن الله (اللہ کے حکم سے وہ اچھا ہو جائے گا) فتاوی عالمگیریہ میں ہے: اگر کوئی یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ شافی صرف اللہ تعالی ہے اور اس نے دوا کو سبب بنایا ہے، تو علاج میں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جب وہ یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ دوا ہی شافی ہے تو یہ جائز نہیں۔ (سراجیہ)

4/5891۔سیدنا اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم علاج کریں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، اے اللہ! کے بندو تم علاج کرو کیونکہ اللہ تعالی نے کوئی بیماری نہیں رکھی مگر اس کے لئے شفاء بھی رکھی ہے سوائے ایک بیماری، بڑھاپے کے۔(احمد،ترمذی،ابوداؤد)

5/5892۔سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے بیماری اور دواء اتاری ہے اور ہر بیماری کے لئے دواء رکھی ہے پس تم علاج کیا کرو اور حرام چیز سے علاج مت کرو۔(ابوداؤد)

صاحب درمختار نے کہا ہے کہ حرام شئی سے علاج کرنے میں اختلاف ہے۔ظاہر مذہب میں ہے کہ یہ منع ہے جیسا کہ ''بحررائق'' میں رضاعت کے بیان میں ہے لیکن مصنف نے وہاں اور یہاں حاوی سے نقل کیا ہے: کہا گیا ہے جب اس میں شفاء کا علم ہو اور اس کے سوا کوئی دوسری دوا علم میں نہ ہو تو اس کی اجازت دی جاتی ہے جیسا کہ پیاسے کے لئے ایسی صورت میں شراب کی اجازت دی گئی ہے۔اور اسی پرفتوی ہے اھ۔اور اس باب کی حدیث شریف کہ تم حرام سے علاج مت کرو، اس حدیث کو ضرورت نہ ہونے کی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہاں پاکیزہ چیزوں میں سے ایسی کوئی دوسری دوا موجود ہو جو اس سے بے نیاز کرتی ہو اور اس کے قائم مقام ہو۔(درمختار)

6/5893۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دوا سے منع فرمایا۔(احمد،ابوداؤد،ترمذی،ابن ماجہ) ترمذی کی روایت میں اس کی تفسیر زہر سے کی گئی ہے۔

7/5894۔سیدنا عبدالرحمٰن بن عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک طبیب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مینڈک کے بارے میں دریافت کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل [1] کرنے سے منع فرمایا۔(ابوداؤد)

---

[1] قولہ:فنهاه النبی صلی الله علیه وسلم عن قتلها (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قتل کرنے سے منع فرمایا) اس لئے کہ وہ موذی نہیں ہے اور نہ اس کو کھایا جاتا ہے اور نہ دوا کا اس پر انحصار ہے کہ اس کا کوئی بدل نہ ہو۔(بذل المجھود)

8/5895۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کلونجی کے بارے میں فرماتے ہوئے سنا کہ وہ ہر بیماری سے شفاء ہے سوائے موت کے۔ابن شہاب نے کہا: سام سے مراد موت ہے اور حبہ سوداء شونیز (کلونجی) ہے۔(متفق علیہ)

9/5896۔سیدتنا اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا: تم کس چیز سے جلاب لیتی ہو؟ وہ عرض کیں شبرم (چنے کے مانند دانہ جسے پکا کر اس کا پانی دواء کے لئے پیتے ہیں) سے،تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ گرم ورم ہے وہ کہتی ہیں کہ پھر میں نے سنا سے جلاب لی۔تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر کسی چیز میں موت سے شفاء ہوتی تو ضرور ''سنا'' میں ہوتی۔(ترمذی،ابن ماجہ)

10/5897۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چند حضرات نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: مشروم زمین کی چیچک ہوتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کمأ ہ (مشروم) ''مَنّ'' کی قسم میں سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے اور عجوہ کھجور جنت کا ہے اور وہ زہر کے لئے شفاء ہے۔ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ نے کہا: تو میں تین یا پانچ یا سات مشروم لیا اور ان کو نچوڑا اور ان کا پانی ایک شیشی میں رکھ لیا اور کمزور بینائی والی میری ایک باندی کی آنکھوں میں لگایا تو وہ اچھی ہوگئی۔(ترمذی)

اور امام ترمذی نے کہا ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔اس سے ان کی مراد مکمل حدیث شریف ہے ورنہ ''الكماة من المن وماء ها شفاء للعين ''(کمأ ہ (مشروم) ''من'' کی قسم سے ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے) یہ صحیح حدیث ہے۔جس کو امام احمد اور شیخین (بخاری،مسلم)۔

11/5898۔اور امام ترمذی نے حضرت سعید بن زید سے روایت کی ہے۔

12/5899۔اور اسی طرح امام احمد، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے ابو سعید رضی اللہ تعالی عنہ و جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کی ہے۔

13/5900۔اور ابو نعیم نے کتاب الطب میں ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ تعالی عنہم سے روایت کی ہے۔

14/5901۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا میرے بھائی کو جلاب آ رہے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ[1] تو وہ اس کو پلایا۔ پھر حاضر ہوا اور کہا: میں پلایا تو اس سے جلاب میں اور اضافہ ہوگیا تو آپ ﷺ نے اس کو تین مرتبہ یہی فرمایا پھر وہ چوتھی مرتبہ آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ تو اس نے کہا: میں پلایا تو اس نے زیادہ نہیں کیا مگر جلاب کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے سچ فرمایا اور تیرے بھائی کا پیٹ خطا کیا ہے۔ پھر اس نے اس کو پلایا تو وہ اچھا ہوگیا۔ (متفق علیہ)

15/5902۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہر مہینہ تین دن صبح شہد چاٹے گا تو اس کو کوئی بڑی بیماری نہیں آئے گی۔ (ابن ماجہ، بیہقی شعب الایمان)

16/5903۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے اوپر دو شفا کی چیزیں شہد اور قرآن کو لازم کرلو۔ (ان دونوں حدیثوں کو ابن ماجہ نے اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کیا ہے)

1۔ قولہ: فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم اسقه عسلا الخ (تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو شہد پلاؤ) امام نووی نے کہا: بعض ملحدوں نے اعتراض کیا اور کہا شہد جلاب لانے والی چیز ہے تو اس شخص کو جس کو جلاب آرہے ہیں یہ کیسے شفاء دے گا۔ یہ معترض کی جہالت اور نادانی ہے اور یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا: بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ (10 یونس، آیت 39) (جس کا ان کو علم نہیں اس کو جھٹلا دیا)۔ کیونکہ جلاب کی بہت سے اقسام ہیں: (1) ان میں سے ایک تو ہیضہ کی وجہ سے آنے والی اجابتیں اور اس کے علاج کے بارے میں اطباء کا اتفاق ہے کہ اس کو اس کی طبیعت پر چھوڑ دیا جائے اور اگر اجابت کے لئے معاون کسی چیز کی ضرورت ہو تو مزید اجابت میں معاون چیز دی جائے۔ اس لئے یہاں اس بات کا احتمال ہے کہ اس کی یہ اجابتیں ہیضہ کی وجہ سے ہوا اور آپ ﷺ نے اس کی معاونت کے لئے شہد پینے کا حکم فرمایا ہو۔ تاکہ ہیضہ کا مادہ ختم ہوجائے اور اجابتیں رک جائیں۔ کبھی یہ صورت بطور تبرک اور دعا و حسن اثر کی نوعیت سے ہوتی ہے، ایسی صورت میں یہ تمام انسانوں کے لئے عام حکم نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ عام عادت کے برخلاف منجملہ معجزات کے ہوتا ہے (عمدۃ القاری)۔

اور امام بیہقی نے کہا ہے صحیح یہ ہے کہ دوسری حدیث عبداللہ بن مسعودؓ پر موقوف ہے شاید امام بیہقی کے پاس اس کی دو سندیں ہوں اور موقوف کی سند صحیح ہے۔

17/5904 ۔سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ذات الجنب کی بیماری کے لئے زیتون کا تیل اور ورس استعمال کرنے کے لئے فرماتے تھے۔ (ترمذی)

18/5905 ۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ قسط بحری اور زیتون کے تیل سے ہم ذات الجنب کا علاج کریں۔ (ترمذی)

19/5906 ۔سیدتنا ام قیس رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے بچوں کو گلے کی بیماری پر گلہ کیوں دباتی ہو تم اس عود ہندی کو استعمال کرو اس میں سات بیماریوں سے شفاء ہے۔ منجملہ ان کے ذات الجنب ہے گلے کی بیماری کے لئے اس کو ناک میں ڈالا جائے اور ذآت الجنب کے لئے لیپ لگایا جائے۔ (متفق علیہ)

20/5907 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: گلے کی بیماری میں اس کو دبا کر اپنے بچوں کو تکلیف مت دو۔ تم قُسط کو اختیار کرو۔ (متفق علیہ)

21/5908 ۔اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہترین چیز جس کے ذریعے تم علاج کرو پچھنا لگانا[1] اور قُسط بحری ہے (متفق علیہ)

22/5909 ۔سیدنا ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رات سے متعلق جس میں آپ کی معراج ہوئی تھی فرمایا: فرشتوں کی جس جماعت سے بھی آپ گزرتے تو وہ آپ سے عرض کرتے اپنی امت کو آپ پچھنا لگانے

1۔ قولہ:ان امثل ماتداویتم به الحجامة (بہترین چیز جس کے ذریعہ تم علاج کرو پچھنا لگانا ہے) فتاوی عالمگیریہ میں ہے پچھنا لگانا ہر ایک کے لئے مستحب ہے اسی طرح فتاوی ظہیریہ میں بھی ہے۔ (عالمگیری، ظہیریہ)

کا حکم فرمائیں۔ (ترمذی، ابن ماجہ)

23/5910۔ سیدتنا سلمی رضی اللہ تعالی عنہا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہیں وہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سر میں جب بھی تکلیف ہوئی تو آپ نے فرمایا پچھنا لگاؤ۔ اور آپ کے دونوں پائے مبارک میں جب بھی تکلیف ہوتی تو فرمایا اس کو لیپ[1] لگاؤ۔ (ابوداؤد)۔

24/5911۔ اور امام ترمذی کی ایک روایت میں انہی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی زخم اور کوئی تکلیف ہوتی تو آپ مجھے حکم دیتے کہ میں اس پر مہندی رکھوں۔ (ترمذی)

25/5912۔ سیدنا ابو کبشہ انماری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر کے بلند حصے پر اور دونوں کندھوں کے درمیان پچھنا لگوایا کرتے تھے اور فرماتے: جو شخص یہاں سے خون بہادے گا تو کسی بھی بیماری کا کسی بھی چیز سے علاج نہ کرنا ضرر نہیں دے گا۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ)

26/5913۔ امام رزین نے ان ہی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زہر آلود بکری کی وجہ سے اپنے سر کے بلند حصے میں پچھنا لگوایا، معمر نے کہا: میں بغیر کسی زہر کے اسی طرح اپنی تالوں میں پچھنا لگوایا تو مجھ سے حافظہ [2] کی خوبی جاتی رہی یہاں تک کہ نماز میں سورۂ فاتحہ جلدی جلدی پڑھنے کی کوشش کرتا تھا۔

27/5914۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قولہ: اختضبھما (اس کو لیپ لگاؤ) یعنی مہندی کا لیپ لگاؤ اور حدیث شریف مطلق ہے، مرد اور عورت دونوں کو شامل ہیں لیکن مرد کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ پاؤں کے تلوؤں کو لگائے اور انگلیوں کو لگانے سے باز رہے تا کہ جس قدر ہوسکے عورتوں سے مشابہت نہ ہو۔ (مرقات)

[2] قولہ: فذھب حسن الحفظ الخ (حافظہ کی خوبی جاتی رہی) ہوسکتا ہے اس کا سبب یہ ہو کہ خون زیادہ نکل گیا تھا یا نا مناسب وقت میں پچھنا لگایا گیا ہو (واللہ اعلم) ورنہ امام طبرانی اور ابونعیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ پچھنا لگوانے والا جب اس کا ارادہ کرے تو سر میں پچھنا لگانا، سات بیماریوں سے یعنی جنون، دردسر، جذام، برص، اونگھ، داڑھ کے درد اور آنکھوں میں اندھیری سے شفاء ہے۔ (مرقات)

ایک موچ کی وجہ سے کولہے پر پچھنا لگوایا تھا۔

28/5915 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گردن کی دونوں رگوں اور مونڈھے کے درمیان پچھنا لگواتے تھے۔(ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ)
اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم 17,19,21 تاریخ کو پچھنا لگواتے تھے۔

29/5916 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم 17,19,21 کو پچھنا لگوانا پسند کرتے تھے۔(شرح السنہ)

30/5917 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص 17,19,21 تاریخ کو پچھنا لگوائے تو یہ ہر بیماری سے شفاء ہے۔(ابوداؤد)

31/5918 ۔سیدتنا کبشہ بنت ابی بکر رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ ان کے والد گھر والوں کو منگل کے دن پچھنا لگانے سے منع[1] کرتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے تھے کہ منگل خون کا دن ہے اس میں ایک گھڑی ایسی ہے جس میں خون بند نہیں ہوتا۔(ابوداؤد)

32/5919 ۔نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے عبداللہ بن عمر نے کہا اے نافع مجھ میں خون جوش مار رہا ہے تم میرے پاس ایک پچھنا لگانے والے کو لاؤ اور نوجوان کو لاؤ، کسی بوڑھے یا بچے کو مت لاؤ۔انہوں نے کہا: اور ابن عمر نے یہ بھی کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہوں کہ نہار پیٹ پچھنا لگانا بہتر ہے اور یہ عقل میں اضافہ کرتا ہے اور حافظہ بڑھاتا ہے اور حافظ کے حافظہ میں اضافہ کرتا ہے جو شخص پچھنا لگانا چاہتا ہے تو اللہ تعالی کے نام پر جمعرات کے دن پچھنا لگائے اور تم جمعہ، ہفتہ اور اتوار کو پچھنا لگانے سے احتیاط کرو اور پیر و منگل کو پچھنا لگاؤ اور چہارشنبہ کے

---

[1] قولہ: کان ینھی اھلہ عن الحجامة یوم الثلثاء (منگل کے دن پچھنا لگانے سے منع فرماتے) ہوسکتا ہے یہ منگل کا دن وہ ہے جو مہینہ کی 17/ تاریخ کا نہ ہو کیونکہ امام طبرانی اور امام بیہقی نے معقل بن یسار سے مرفوعاً روایت کیا ہے من احتجم یوم الثلثاء الخ جو شخص مہینہ کی 17/ تاریخ کے منگل کے دن پچھنا لگائے تو یہ ایک سال کی بیماری کا علاج ہے۔(مرقات) اور صاحب مرقات نے ایک دوسرے مقام میں کہا ہے کہ خلاصہ کلام یہ ہے کہ منگل کے دن کے بارے میں روایات مختلف ہیں لہذا جب تک ضرورت نہ ہو اس دن پچھنا لگانے سے احتراز کرنا مناسب ہے۔(مرقات)

دن پچھنا لگانے سے بچو۔ کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں حضرت ایوب علیہ السلام بلا میں مبتلا کئے گئے اور جذام اور برص کی بیماری ظاہر نہیں ہوتی مگر چہارشنبہ کے دن یا چہارشنبہ کی رات میں۔(ابن ماجہ)

33/5920۔سیدنا معقل بن یسار رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مہینہ کی سترہ (17) تاریخ منگل کے دن پچھنا لینا ایک سال کی بیماری کا علاج ہے اس حدیث کو حرب بن اسماعیل کرمانی نے جو امام احمد کے ساتھی ہیں روایت کیا ہے مگر اس کی سند قوی نہیں ہے اسی طرح منتقی میں ہے۔

34/5921۔اور رزین نے حضرات ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے اس کے ہم معنیٰ روایت کیا ہے۔(منتقی،رزین)

35/5922۔امام زہری مرسلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں جو شخص چہارشنبہ یا ہفتہ کے دن پچھنا لگائے [1] اور اس کو برص کی بیماری لاحق ہوجائے تو وہ اپنے ہی اوپر ملامت کرے (احمد،ابوداؤد) اور ابوداؤد نے کہا اس حدیث کو پوری سند سے بھی بیان کیا گیا ہے اور سند صحیح نہیں ہے۔ملاعلی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: لیکن اس حدیث کی تائید کے لئے یہ بات ہے کہ مرسل حدیث ہمارے پاس اور جمہور ناقدین کے پاس بھی حجت ہے۔

36/5923۔اور انہی سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ہفتہ یا جمعرات کو پچھنا لگائے یا لیپ لگائے اور برص کا شکار ہوجائے تو وہ اپنے ہی اوپر ملامت

---

[1] قولہ:من احتجم یوم الاربعاء او یوم السبت الخ (جو شخص چہارشنبہ یا ہفتہ کے دن پچھنا لگائے) فتاوی عالمگیریہ میں ہے: آدھا مہینہ گزر جانے کے بعد ہفتہ کے دن پچھنا لگانا اچھا اور بہت مفید ہے اور آدھا مہینہ گزرنے سے پہلے پچھنا لگانا مکروہ ہے۔(فتاوی عتابیہ)

اس بارے میں میں یہ کہتا ہوں کہ فتاوی عالمگیریہ میں جس ہفتہ کا ذکر ہے اس سے مراد وہ مخصوص ہفتہ ہے جو سترہ، انیس اور اکیس کو واقع ہوتا کہ یہ ان احادیث شریفہ کے خلاف نہ ہو جس میں ہفتہ کے دن پچھنا لگانے سے بچنے کا ذکر ہے (یہ بات میرے لئے اس وقت ذہن میں آئی ہوسکتا ہے اللہ تعالی اس کے بعد کوئی دوسری بات ظاہر کرے)

کرے۔(شرح السنۃ)

37/5924۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شفاء تین چیزوں میں ہے پچھنے کے آلے سے نشتر لگانے میں یا شہد پینے میں یا آگ سے داغ دینے میں۔اور میں اپنی امت کو داغ سے منع کرتا ہوں۔(بخاری)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے کہا: ممانعت ایسی صورت میں ہے جب کہ اس کی ضرورت [1] لاحق نہ ہو۔اور اس توجیہ سے تمام روایات کو جمع کیا جاسکتا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا داغ لینا بھی درست ہوجاتا ہے ورنہ ان سے حضور علیہ وآلہ الصلاۃ والسلام کے حکم کی ممانعت کا کیسے تصور کیا جاسکتا ہے۔

اور جب داغ لینا جائز ہوا تو وہ شخص خود ہی داغ لے یا کوئی دوسرا اس کو داغ دے یا یہ کسی دوسرے کو داغ دے یہ سب صورتیں جائز ہیں اور امام بخاری رحمہ اللہ نے اس میں سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے ایک مرفوع حدیث روایت کی ہے''**ان کان فی شیء من ادویتکم شفاء ففی شرطة محجم او لدغة بنار، و ما احب ان اکتوی**''۔اگر تمہاری دواؤں میں سے کسی میں شفاء ہے تو سینگھی کے نشتر میں ہے یا آگ سے داغ میں ہے اور میں داغ کو پسند نہیں کرتا۔اور حافظ نے اس باب کی روایات میں اس کے جواز اور عدم جواز سے متعلق تفصیل سے بیان کیا ہے پھر انہوں نے کہا ہے کہ تمام احادیث اس بات کے متقاضی ہیں کہ نہی کو کراہیت یا خلاف اولی پر محمول کیا جائے اور اس بارے میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ممانعت حضرت عمران رضی اللہ تعالی عنہ کے لئے خاص ہے کیونکہ ان کو بواسیر تھی اور اس پر خطرہ کی جگہ ہوتی ہے اس لئے آپ ﷺ نے داغ لینے سے منع فرمایا اور جب اس میں شدت ہوگئی تو وہ داغ لئے اور کامیاب نہیں ہوئے۔

38/5925۔سیدنا مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ

---

[1] قولہ:**والنهی من غیر ضرورة داعیة الیه الخ** (ممانعت ایسی صورت میں ہے جب اس کی ضرورت لاحق نہ ہو) امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح میں باب قائم کیا ہے''**باب من اکتوی او کوی غیره و فضل من لم یکتو**'' یہ بیان اس شخص سے متعلق ہے جو داغ لے یا دوسرے کو داغ دے اور اس شخص کی فضیلت کا ہے جو داغ نہ لے۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا: گویا امام بخاری کی مراد یہ ہے کہ داغ لینا ضرورت پر جائز ہے اور اگر وہ ضروری نہ ہو تو نہ لینا بہتر ہے۔

وسلم نے فرمایا: جس شخص نے داغ لیا[1] یا دم کیا تو وہ توکل سے بری[2] ہے۔(احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ داغ کی دو قسمیں ہیں (1) تندرست آدمی کا داغ لینا تاکہ بیمار نہ ہو اور اس بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ داغ لینے والا توکل نہیں کیا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ تقدیر کو دفع کرے اور تقدیر دفع نہیں کی جاسکتی۔ دوسری قسم (2) جراح کا داغ لینا جب کوئی بیماری آئے یعنی فاسد مادّہ جمع ہوجائے اور کوئی عضو کاٹ دیا جائے تو ایسی صورت میں داغ سے علاج کرنا مشروع ہے۔ اور محض کسی احتمال کی وجہ سے داغ دینا، تو یہ خلاف اولی ہے کیونکہ اس میں ایک غیر محقق کام کے لئے آگ سے پیشگی تکلیف دینا ہے۔ اور ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی کام کا کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے اور کسی کام کا نہ کرنا منع پر دلالت نہیں کرتا بلکہ وہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کو نہ کرنا اس کو کرنے کے مقابلہ میں قابل ترجیح ہے اور اب رہا اس سے جو منع کیا گیا ہے وہ یا تو کراہت تنزیہی کی بناء پر ہے یا ایسی صورت سے متعلق ہے جس میں شفاء یقینی نہ ہو۔ (حاشیہ کوکب دری)

---

[1] قولہ: من اکتوی: (جس شخص نے داغ لیا) یعنی تندرستی کے اسباب کو اختیار کرنے میں اس قدر مبالغہ کیا کہ شدید ضرورت کے بغیر داغ لیا۔ (مرقات)

[2] قولہ: فقد بریٔ من التوکل (وہ توکل سے بری ہے) تم اس بات کو جانو کہ ضرر کو دور کرنے کے اسباب کی چند قسمیں ہیں (1) ایک قطعی ہے جس کے بارے میں یقین کرسکتے ہیں جیسے پانی جو پیاس کی تکلیف کو دور کرتا ہے اور روٹی جو بھوک کی تکلیف کو دور کرتی ہے اور (2) ظنی یعنی جس کے بارے میں گمان کیا جاسکتا ہے جیسے فصد یعنی رگ کو کھولنا اور پچھنا لگانا اور جلاب کی دوا پینا اور دیگر طبّی علاجات، مثلاً سردی کا گرمی سے اور گرمی کا سردی سے علاج کرنا اسی قسم سے ہیں اور یہ علاج معالجہ کے ظاہری اسباب ہیں (3) اور تیسری قسم موہوم ہے جیسے داغ دینا اور دم کرنا ہے۔ اب رہا جو قسم قطعی ہے اس کو چھوڑنا توکل نہیں ہے بلکہ اس کو چھوڑنے سے موت کا اندیشہ ہو تو اس کو چھوڑنا حرام ہے اور جو قسم موہوم ہے تو توکل کے لئے اس کو چھوڑنا شرط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو متوکلین کی صفت فرمایا ہے اب رہا درمیانی درجہ وہ جو ظنی ہے جیسے حضرات اطباء کا اسباب ظاہری سے علاج کرنا تو اس کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے برخلاف اس قسم کے جو موہوم ہے۔ اور اس کو چھوڑنا بھی ممنوع نہیں ہے برخلاف اس قسم کے جو قطعی ہے۔ بلکہ بعض حالات میں اور بعض اشخاص کے حق میں کبھی اس کو چھوڑنا افضل ہوتا ہے اور اس کا درجہ دوسری دو قسموں کے درمیان میں ہے اور یہ کتاب ''فصول عمادیہ'' کی 34 ویں فصل میں ہے (عالمگیریہ)

39/5926۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا میرے والد کو جنگ احزاب میں اکحل (بازو کی رگ) میں تیر لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو داغ دیا۔ (مسلم)

40/5927۔ان ہی سے روایت ہے کہ سعد بن معاذ کو ان کے اکحل (بازو کی رگ) میں تیر آ لگا تو ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دستِ مبارک سے تیر کے ذریعہ داغ دیا پھر وہ سوج گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ داغ دیا۔(مسلم)

41/5928۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارہ کو شوکہ یعنی سرخ دانہ کی بیماری کی وجہ سے داغ دیا۔(ترمذی)

42/5929۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب کے پاس ایک طبیب کو بھیجا تو اس نے ان کی ایک رگ کو کاٹا پھر ان کو اس پر داغ دیا۔(مسلم)

43/5930۔سیدتنا عائشہ اور حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخار جہنم کی بھاپ سے ہے تو تم اس کو پانی[1] سے ٹھنڈا کرو۔(متفق علیہ)

44/5931۔سیدنا عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بیماروں کو کھانے پر مجبور مت کرو کیونکہ اللہ تعالی ان کو کھلاتا اور پلاتا ہے۔(ترمذی،ابن ماجہ)

45/5932۔سیدنا عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ہم جاہلیت میں دم کیا کرتے تھے تو عرض کئے یارسول اللہ! اس بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں

1۔ قولہ: فابردوھا بالماء (اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو) امام نووی نے کہا ابردوھا بالماء تم اس کو پانی سے ٹھنڈا کرو۔اس میں اس کا طریقہ اور اس کی حالت کا کوئی بیان نہیں ہے۔اور اطباء اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ صفراوی بخار والے کو نہایت ٹھنڈا پانی پلا کر ٹھنڈا کیا جائے اور اس کو برف بھی پلاتے ہیں اور اس کے ہاتھ پیر کو ٹھنڈے پانی سے دھوتے ہیں۔یہ بات بعید نہیں ہے کہ آپ ﷺ کی مراد اسی قسم کا بخار اور اسی طرح کا دھونا ہو جس طرح ان اطباء نے کہا ہے۔پس اعتراض کرنے والے بے دین ملحد کے لئے سوائے اس کی گھڑی ہوئی جھوٹ کے کوئی چیز باقی نہیں رہی۔(مرقات)

تو آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے تعویذ کو میرے پاس پیش کرو۔ تعویذ میں جب شرک نہ ہو تو کوئی حرج نہیں۔ (مسلم)

46/5933۔ اور امام مالک کی ایک روایت میں ہے کہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالی عنہ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا کے پاس گئے وہ بیمار تھیں اور ایک یہود ن ان پر دم کر رہی تھی تو آپ نے فرمایا ان پر کتاب اللہ سے دم کرو۔ (موطا)

امام محمد رحمہ اللہ نے موطا میں فرمایا اور ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں قرآن میں جو ہے اس سے اور اللہ کے ذکر سے دم کرنے میں کوئی حرج [1] نہیں لیکن کسی ایسے کلام سے جو سمجھ میں نہ آتا ہو تعویذ کرنا مناسب نہیں ہے۔

47/5934۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم میں مغرّبو ن نظر آتے ہیں، تو میں نے عرض کیا مغربون کون ہوتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا: وہ لوگ ہیں جن میں جنات شریک ہوجاتے ہیں (ابوداؤد)

48/5935۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

---

[1] قولہ: بما کان فی القرآن (قرآن میں جو ہے اس سے اور اللہ کے ذکر سے دم کرنے میں کوئی حرج نہیں) یعنی قرآن مجید کی آیتوں اور اس کے حروف سے اور اسی طرح مطلق ذکر سے بھی وہ عربی زبان میں ہو یا غیر عربی میں جب کہ اس کے معنی اچھے ہوں اور اسی طرح قرآن مجید یا غیر قرآن مجید کو کسی چیز پر لکھنا اور اس کو دھو کر مریض کو پلانا بھی جائز ہے اور شفاء کی آیتیں جو قرآن مجید میں آئی ہیں۔ اور سارا قرآن مجید شفاء ہے۔ اور اس باب میں سورۂ فاتحہ کی نہایت تاثیر ہے اور مجرب ہے، اب رہا وہ جس کے معنی معلوم نہ ہوں اس طرح کہ الفاظ نادر ہوں اور معنی معلوم نہ ہو تو اس سے تعویذ کرنا جائز نہیں، کیونکہ ہوسکتا ہے وہ کفر یا شرک کا ایسا کلمہ ہو جس کو اکثر تعویذ کرنے والے اور اس کو استعمال کرنے والے کرتے ہیں۔ مگر یہ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس کو پیش کیا گیا ہو اور آپ ﷺ نے اس کی اجازت دی ہو۔ اس بحث کی مزید تفصیلات مدارج النبوۃ، مواہب لدنیہ اور اس کی شرح اور حصن حصین اور اس کی شرح میں ہے اور تعلیق مجد میں ہے۔

نشرہ (جاہلیت کے الفاظ) سے دم[1] کرنے کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ شیطان کے عمل سے ہے۔(ابوداؤد)

49/5936۔ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دم کرنے سے منع فرمایا پھر عمرو بن حزم کے خاندان والے آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس ایک تعویذ ہے اس سے ہم بچھو کا دم کرتے ہیں اور آپ دم کرنے سے منع فرمائے ہیں۔ پھر انہوں نے اس تعویذ کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتا۔تم میں سے جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو وہ اس کو فائدہ پہنچائے۔(مسلم)

50/5937۔سیدنا علی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک رات نماز پڑھ رہے تھے اپنا دستِ مبارک زمین پر رکھا تو ایک بچھو آپ کو ڈنک مارا تو آپ ﷺ نے اپنے نعلِ مبارک لے کر اس کو مار دیا پس جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمائے اللہ بچھو پر لعنت کرے وہ نہ کسی نمازی کو چھوڑتا ہے اور نہ غیر نمازی کو خواہ نبی ہو یا غیر نبی ہو۔پھر آپ ﷺ نے نمک اور پانی منگوایا اور اس کو ایک برتن میں ڈال دیا پھر اپنی انگشت مبارک پر جس جگہ وہ ڈنک مارا تھا پانی ڈالتے جاتے اور اس کو پونچھتے جاتے اور معوذتین (سورۃ فلق، ناس) سے دم کرتے تھے۔(بیہقی شعب الایمان)

51/5938۔سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنات کے لئے اور انسان کی نظر بد کے لئے دم کیا کرتے تھے، یہاں تک کے معوذتین دو سورتیں نازل ہوئیں جب وہ نازل ہوئیں تو آپ ﷺ نے ان دونوں کو اختیار فرمایا اور ان کے سوا کو چھوڑ دیا۔(ترمذی،ابن ماجہ)

52/5939۔سیدتنا شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے میں حضرت حفصہ کے پاس تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا: تم ان کو

---

[1] قولہ:عن النشرۃ الخ (نشرۃ جاہلیت کے الفاظ سے) صاحب بذل المجھود نے کہا ہے اس سے مراد اہل جاہلیت کا وہ خاص قسم کا جھاڑ پھونک کرنا مراد ہے جس کے ذریعہ سے وہ علاج کرتے اور سمجھتے تھے کہ ان کی بیماری سے وہ شفاء دے گا اور اس میں شرکیہ الفاظ ہوتے تھے۔

پھسلیوں پر ظاہر ہونے والی پھنسیوں کی تعویذ کیوں 1 نہیں سکھاتیں جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا 2 ہے۔(ابوداؤد)

53/5940 ۔سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد سے تعویذ کرنے کا حکم فرمایا۔(متفق علیہ)

54/5941 ۔امام مالک کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام سلمہ کے گھر میں تشریف لائے اور گھر میں ایک بچہ رورہا تھا تو انہوں نے ذکر کیا کہ اس کو نظر لگی ہے۔تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم اس کے لئے نظر کی تعویذ نہیں کرتے۔

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں تعویذ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب کہ وہ اللہ کے ذکر سے ہو۔

55/5942 ۔سیدتنا ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر میں ایک لڑکی کے چہرہ میں ایک دھبہ یعنی زرد رنگ دیکھے تو فرمائے: تم اس کے لئے تعویذ کرو کیونکہ اس کو نظر لگی ہے۔(متفق علیہ)

56/5943 ۔سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

---

1 قولہ: الا تعلمین هذه رقية النملة (تم پھسلیوں پر ظاہر ہونے والی پھنسیوں نملہ کی تعویذ کیوں نہیں سکھاتیں) صاحب بذل المجھود نے کہا ہے کہ نملۃ نون کو زبر اور میم کو سکون کے ساتھ ہے وہ پھنسیاں ہیں ایک پہلو یا دونوں پہلوؤں میں نکلتی ہیں۔اور رقية النملة پھسلیوں کے پھنسیوں کی تعویذ ایک کلام تھا جس کو عرب عورتیں استعمال کرتی تھیں اور ہر سننے والا جانتا تھا کہ یہ کلام نہ ضرر پہنچاتا ہے اور نہ نقصان، اور اس تعویذ میں یوں کہا جاتا تھا۔ العروس تحتفل و تختضب و تكتحل و كل شيئى تفتعل غير ان لاتعصى الرجل (دلہن خوشی مناتی ہے مہندی لگاتی ہے سرمہ لگاتی ہے اور ہر چیز کرسکتی ہے مگر وہ مرد کی نافرمانی نہیں کرسکتی)۔

2 قولہ: كما علمتيها الكتابة (جس طرح تم نے ان کو لکھنا سکھایا) اس حدیث شریف میں دلیل ہے کہ عورتوں کو لکھنا سکھانا جائز ہے اب رہا یہ حدیث شریف کہ ''لا تعلموهن الكتابة'' تم ان کو لکھنا مت سکھاؤ تو یہ محمول ہے ایسے آدمی کے بارے میں جو ان کو لکھنا سکھانے میں فساد کا اندیشہ کرتا ہے۔(بذل المجھود)

علیہ وسلم نے فرمایا: تعویذ نہیں ہوتی 1 مگر نظر کی وجہ سے یا ڈنک کے زہر سے۔ (احمد، ترمذی، ابوداؤد)

57/5944۔ اور امام ابن ماجہ نے اس کو بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت کیا ہے۔

58/5945۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تعویذ نہیں ہے مگر نظر اور ڈنک کے زہر سے یا نکسیر سے۔ (ابوداؤد)

59/5946۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت 2 دی تعویذ کرنے کی نظر سے، ڈنک کے زہر اور سوزشی پھنسیوں سے۔ (مسلم)

60/5947۔ سیدتنا اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جعفر کے بچوں کو نظر جلد لگ جاتی ہے کیا میں ان کے لئے تعویذ کراؤں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر اس پر سبقت کر جاتی۔ (امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

61/5948۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نظر حق ہے، اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرنے والی ہوتی تو نظر سبقت کر جاتی اور جب تم سے دھونے کی خواہش کی جائے تو تم دھو دیا کرو۔ (مسلم)

62/5949۔ سیدنا ابوامامہ بن سھل بن حنیف رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ عامر

---

1 قولہ: لا رقیة الا من عین او حمة (تعویذ نہیں ہوتی مگر نظر کی وجہ سے یا ڈنگ کے زہر سے) شرح السنہ میں ہے کہ اس میں ان دونوں کے سوا باقی سے تعویذ کرنے کے جواز کی نفی مراد نہیں ہے بلکہ تمام بیماریوں میں اللہ تعالی کے ذکر سے تعویذ کرنا جائز ہے۔ اور اس حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کے لئے تعویذ سب سے زیادہ بہتر اور نافع ہے جیسا تم کہتے ہو لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار (نوجوان تو علی رضی اللہ تعالی عنہ ہیں اور تلوار تو ذو الفقار ہے۔ (مرقات)

2 قولہ: رخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الرقیة الخ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی تعویذ کرنے کی) علامہ تورپشتی نے کہا ہے کہ رخصت (کسی چیز کی اجازت دینا)۔ اس کا تصور منع کئے جانے کے بعد ہی ہوتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دم کرنے سے پہلے منع فرمائے تھے کیونکہ اس میں جاہلیت کے زمانے کے الفاظ ہوتے تھے اس لئے لوگ دم کرنے سے رک گئے تھے۔ اور جب اس میں جاہلیت کے الفاظ نہیں رہے تو آپ نے اس کی اجازت دے دی۔ (مرقات)

بن ربیعہ نے سہل ابن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا خدا کی قسم میں نے نہ آج کے دن کی طرح دیکھا اور نہ ایسی خوبصورت جلد کو دیکھی ۔انہوں نے کہا کہ سہل گر گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا آپ سہل بن حنیف کا علاج فرمائیں گے۔ خدا کی قسم وہ سر نہیں اٹھا رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا ان کے واسطے تم کسی پر شبہ کرتے ہو تو انہوں نے کہا ہم عامر بن ربیعہ پر شبہ کرتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر کو طلب فرمایا اور ان کے ساتھ سخت گفتگو کی اور فرمایا: کس بناء پر تم میں کا کوئی اپنے بھائی کا قتل کرتا ہے۔ تم نے برکت کی دعا کیوں نہیں دی، تم غسل کرو۔ تو عامر نے ان کے خاطر اپنے چہرہ کو اور اپنے دونوں ہاتھوں اور اپنی دونوں کہنیوں اور اپنے دونوں گھٹنوں اور اپنے دونوں پاؤں کے کناروں کو اور اپنی تہبند کے اندرونی حصہ کو ایک پیالہ میں [1] دھویا اور ان پر ڈال دیا گیا۔ پس وہ لوگوں کے ساتھ اس طرح گئے کہ ان کو کوئی تکلیف ہی نہیں تھی۔ (شرح السنہ مالک)

63/5950۔اور امام مالک کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا نظر حق ہے تم اس کے لئے وضو کرو تو وہ ان کے خاطر وضو کئے۔

64/5951۔عثمان بن عبداللہ بن موھب سے روایت ہے کہ میرے گھر والوں نے مجھے ام سلمہ کے پاس پانی کا ایک پیالہ دے کر روانہ کیا۔ اور جب کسی انسان کو نظر لگ جاتی یا کوئی اور تکلیف پہنچتی تو ان کے پاس ایک پیالہ بھیجا جاتا پس وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک نکالتیں جس کو وہ چاندی کی ایک ڈبیہ میں رکھتی تھیں۔ پس وہ اس کے واسطے اس کو ہلاتی تھیں پھر وہ اس کو پی لیتا تھا۔ انہوں نے کہا: میں ڈبیہ میں جھانکا تو چند سرخ موئے مبارک دیکھا۔ (بخاری)

65/5952۔سیدتنا زینب سے روایت ہے جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کی بیوی ہیں کہ عبداللہ نے میری گردن میں ایک دھاگہ دیکھا تو کہا کہ یہ کیا ہے تو میں عرض کی کہ ایک

---

1 قولہ: فغسل له عامر (تو عامر نے ان کے لئے اپنے اعضاء کو دھویا) صاحب ردالمختار نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔

دھاگہ ہےاس میں میرے لئے دم کیا گیا ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ انہوں نے اس کولیا اور کاٹ دیا پھر کہا تم عبداللہ کے گھر والے شرک سے بے نیاز ہیں۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا ہے کہ دم کرنا اور تعویذات اور منتر شرک ہیں۔ تو میں نے کہا: آپ اس طرح کیوں کہتے ہو میری آنکھ میں تکلیف ہوتی تو میں فلاں یہودی کے پاس جاتی تھی، پس وہ جب دم کرتا تو مجھے سکون مل جاتا تھا۔ تو عبداللہ نے کہا وہ شیطان کا عمل ہے، وہ اس کو اپنے ہاتھ سے چبوتا ہے، تو جب دم کیا گیا تو وہ اس سے رک گیا۔ اس کے سوانہیں تمہارے لئے اتنا کافی ہے کہ تم ایسا ہی کہو جیسا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

”اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِيْ لَاشِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا “ (اے لوگوں کے پروردگار تو تکلیف[1] کو دور کردے اور شفاء دے تو ہی شفاء دینے والا ہے، تیری شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں، ایسی شفاء دے جو بیماری کو باقی نہ چھوڑے)۔ (ابوداؤد)

صاحب مسوّی نے کہا کہ دم کرنے سے متعلق احادیث مختلف ہیں ان سب کو جمع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان کو الگ الگ احوال پر محمول کیا جائے۔ جس میں شرک کی کوئی چیز ہو، یا سرکش شیاطین کا ذکر ہو، یا وہ عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں ہو اور اس کے معانی معلوم نہ ہوں تو وہ منع ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے اس میں جادو یا کفر شامل ہو۔ لیکن جو تعویذ قرآن مجید اور اللہ تعالی کے ذکر کی

---

[1] قولہ: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول اذهب البأس الخ (اے لوگوں کے پروردگار تو تکلیف کو دور کردے) صاحب تعلیق مجد نے کہا ہے یہ دعائیں جو اس روایت میں آئی ہیں اور اس جیسی دوسری دعائیں جو حدیث شریف کی کتابوں میں مذکور ہیں اور بہت سی دعائیں جو روحانی الٰہی علاجات کے بطور صاحب مواہب وغیرہ نے جمع کیا بہت مفید ہیں بلکہ طبعی علاجات کا بھی اثر پوری طرح اس کے بغیر نہیں ہوتا اور میں اس کا فائدہ اٹھایا ہوں اور مجھے متعدد مرتبہ مہلک بیماریاں لاحق ہوئی تھیں اطباء ان کے علاج سے عاجز آگئے تھے تو میں ان دعاؤں کے ذریعہ علاج کیا تو ایسا ہوگیا کہ میں بندھن سے کھل گیا۔ اس پر اللہ کا شکر ہے جس کا ایمان کامل ہو اور اعتقاد بھی اچھا ہو تو وہ بھی ایسا پائے گا جیسا میں پایا ہوں۔ (تعلیق مجد)

ہوتو وہ مستحب [1] ہے۔(مسوّی)

66/5953۔عیسی بن حمزہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: میں عبداللہ بن حکیم کے پاس گیا اوران کو سرخ بادہ نکل آئی تھی میں نے کہا کیا آپ تعویذ نہیں لٹکا ئیں گے؟ تو انہوں نے **نعوذ بالله من ذالک** کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کوئی چیز لٹکائے وہ اسی کے حوالے کردیا جاتا ہے۔(ابوداؤد)

درمختار اور مجتبیٰ میں ہے: تعویذ مکروہ [2] ہے جو عربی زبان کے سوامیں ہو۔

مجاہد نے کہا ہے کہ قرآن مجید کو لکھنے، اس کو دھوکر اور مریض کو پلانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما نے ایک شخص کو ایک عورت کے لئے جس کی زچگی مشکل ہوگئی تھی قرآن مجید کی دو آیتیں اور چند کلمات لکھنے پھر اس کو دھوکر عورت کو پلانے کا حکم دیا۔حضرت سعید بن مسیّب سے ان چھوٹی تعویذوں کے بارے میں پوچھا گیا جس میں قرآن لکھا جا کر عورتوں اور بچوں پر لٹکایا جاتا ہے تو انہوں نے کہا: اس میں کوئی حرج نہیں ہے وہ کسی چاندی یا لوہے کے پتر میں لکھا جائے یا اس پر کندہ کیا جائے اور مرفوع احادیث شریفہ میں دم کرنا بھی مروی ہے۔(مسوی)

67/5954۔سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ مجھے [3] پرواہ نہیں جو میں کروں کہ میں تریاق پیوں یا

---

[1] قولہ: **فانه مستحب** (تو وہ مستحب) تم اس بات کو جانو کہ تعویذ کی چند قسمیں ہیں ان میں سے بعض بزرگوں سے منقول ہیں۔حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے وہ پانی پر دم کرنے پھر مریض کا اس سے علاج کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتی تھیں۔

[2] قولہ: **التميمة** الخ (تعویذ) شلبی میں ابن اثیر سے منقول ہے کہ ''تمائم'' ''تميمة'' کی جمع ہے۔وہ منکے ہوتے تھے جن کو عرب اپنی اولاد پر لٹکایا کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ اس کے ذریعہ نظر سے بچتے ہیں۔تو اسلام نے اس کو باطل کردیا۔جنبی اور حائضہ کے بازو پر تعویذیں باندھنا، اس میں کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ وہ لپٹے ہوئے ہوں۔(ماخوذ از ردالمحتار)

[3] قولہ: **ما ابالی ما اتيت** الخ (مجھے پرواہ نہیں جو میں کروں) ابن ملک نے کہا یعنی مجھ پر شعر نظم کرنا حرام ہے اور اسی طرح تریاق پینا اور تعویذیں لٹکانا دونوں مجھ پر حرام ہے۔

تعویذ لٹکاؤں یا اپنی طرف سے شعر نظم کروں۔(ابوداؤد)

اب رہا امت کے حق میں تو تعویذیں اور شعر نظم کرنا حرام نہیں ہے جب کہ اس میں جھوٹ اور کسی مسلمان کی ہجو اور گناہ کی کوئی شئی نہ ہو اسی طرح اس تریاق کا حکم ہے جس میں سانپوں کا گوشت اور شراب اور اس جیسی چیزوں میں سے شرعاً کوئی حرام چیز نہ ہو۔(مرقات)

(باب الطب والرقی ختم ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1/202) بَابُ الْفَأْلِ وَ الطِّیَرَةِ

فال نیک اور شگون بد کا بیان

1/5955 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: شگون بد کوئی چیز نہیں ہے اور بہتر شگون فال نیک ہے۔صحابہؓ نے عرض کیا: فال نیک کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بھلی بات جس کو تم میں سے کوئی سن [1] لیتا ہے۔ (متفق علیہ)

اور فالِ نیک کی اجازت اور بدشگونی کی ممانعت کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی چیز کو دیکھے اور اس کو اچھا خیال کرے اور یہ خیال اس کو اپنی حاجت کی طلب پر ابھارتا ہو تو چاہئے کہ اس کام کو کرے لیکن اگر اس کے بعد کسی چیز کو وہ منحوس سمجھے اور وہ اس کو اپنی ضرورت کی طرف چلنے سے روک رہی ہو تو اس کو قبول کرنا درست نہیں، بلکہ اپنے راستے پر گامزن رہے۔پس اگر وہ اس کو قبول کرلے اور اپنی ضرورت کی طلب میں چلنے سے رک جائے تو یہی ''طیرۃ'' شگون بد ہے۔کیونکہ اس لفظ ''طیرۃ'' کا استعمال نحوست کے معنی کے لئے مخصوص ہے۔(عمدۃ القاری،مرقات)

2/5956 ۔سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] قولہ: قال الکلمۃ الصالحۃ یسمعھا احدکم (وہ بھلی بات جس کو تم میں سے کوئی سن لیتا ہے) یعنی فالِ نیک کے ارادہ سے مثلاً کوئی گمشدہ چیز کی تلاش کرنے والا ''یا واجد'' (اۓ پانے والے)، سن لے، یا کوئی تاجر ''یارزاق'' (اۓ رزق دینے والے)، یا کوئی مسافر ''یا سالم'' (اۓ سلامتی والے)، یا کسی ضرورت کے لئے نکلنے والا ''اۓ کامیاب'' یا کوئی جہاد کے لئے جانے والا ''اۓ فتحیاب'' یا کوئی حاجی ''یا مبرور'' یا زیارت کے لئے جانے والا کوئی شخص ''یا مقبول'' یا اس جیسے کلمات سن لے۔

فال نیک لیتے تھے اور بدشگونی نہیں لیتے تھے۔ اور آپ ﷺ اچھے نام کو پسند فرماتے تھے۔ (اس کو امام احمد نے بہ سند حسن اپنی مسند میں اور امام بغوی نے شرح السنہ میں روایت کیا ہے)

3/5957 ۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی ضرورت کے لئے نکلتے وقت ''یا راشد (اے راہ یاب)، یا نجیح'' (اے کامیاب) سننا پسند فرماتے تھے۔ (ترمذی)

4/5958 ۔ سیدنا بریدہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے شگون بد نہیں لیتے تھے۔ پس جب آپ ﷺ کسی عامل کو روانہ فرماتے تو اس کا نام دریافت کرتے، اور جب اس کا نام آپ ﷺ کو پسند آتا تو اس سے خوش ہوتے اور اس کی خوشی آپ ﷺ کے چہرہ پر دکھائی دیتی تھی۔ اگر آپ ﷺ اس کے نام کو ناپسند فرماتے [1] تو اس کی ناگواری آپ ﷺ کے چہرہ پر نظر آتی اور جب کسی بستی میں داخل ہوتے تو اس کا نام دریافت فرماتے اگر اس کا نام آپ کو پسند آتا تو اس سے خوش ہوتے اور اس کی خوشی آپ ﷺ کے چہرہ پر دکھائی دیتی تھی، اور اگر آپ ﷺ کو اس کا نام ناگوار معلوم ہوتا تو اس کی ناگواری آپ ﷺ کے چہرہ پر دکھائی دیتی۔ (ابوداؤد)

5/5959 ۔ سیدنا عروۃ بن عامر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بدشگونی کا ذکر کیا گیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اور اچھا شگون فال نیک ہے۔ اور بدشگونی کسی مسلمان کو (نیک کام) سے نہیں روکتی ہیں۔ پس جب تم میں سے کوئی ایسی چیز دیکھے جس کو وہ ناپسند کرتا ہے تو چاہئے کہ وہ یہ کہے: **اَللّٰهُمَّ لَا يَأْتِي بِالْحَسَنَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا يَدْفَعُ السَّيِّئَاتِ إِلَّا أَنْتَ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ.** (اے اللہ! اچھائیاں صرف تو لے آتا ہے اور برائیوں کو تیرے سوا کوئی دفع نہیں کرسکتا ہے، نہ برائی سے بچنے کی کوئی طاقت ہے اور نہ نیکی کرنے کی

---

[1] قولہ: و ان کرہ اسمہ (اور اگر آپ ﷺ اس کے نام کو ناپسند فرماتے) ابن الملک کہتے ہیں: اس لئے سنت یہ ہے کہ انسان اپنے لڑکے اور خادم کے لئے اچھے ناموں میں سے کوئی اختیار کرے۔ کیونکہ برے نام بعض اوقات تقدیر کے موافق ہوجاتے ہیں۔ جیسے اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کا نام ''خسار'' (نقصان) رکھے پھر کسی وقت قضاء الٰہی اس طور پر نافذ ہوجائے کہ اس آدمی کو یا اس کے بیٹے کو کوئی نقصان پہنچ جائے تو لوگ یہ اعتقاد رکھیں گے کہ یہ اس کے نام کی وجہ سے ہوا ہے۔ اور وہ اس کو منحوس سمجھیں گے اور اس کی ہم نشینی اور میل جول سے کترائیں گے۔

کوئی قوت ہے مگر اللہ ہی سے)۔(اس کی روایت ابوداؤد نے مرسلاً کی ہے)

اور حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم برے ناموں سے بد فالی لیتے تھے، جیسا کہ اس باب میں اس کو لانے سے اس کا وہم پیدا ہو رہا ہے، اس حدیث کا مقام ''باب الاسماء'' ہے۔ اور مصنف علیہ الرحمہ نے حدیث کے ابتدائی حصہ کی مناسبت سے کہ جس میں مطلق شگون بد لینے کی نفی ہے، اس کو یہاں بیان کیا ہے۔(ماخوذ از مرقات)

6/5960۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بدشگونی شرک [1] ہے۔اس کو آپ ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا۔اور ہم میں سے ہر ایک کے دل میں اس کا خیال گزرتا ہے، لیکن توکل کرنے سے اللہ تعالی اس کو دور فرما دیتا ہے۔ (ابوداؤد، ترمذی)

امام ترمذیؒ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن اسماعیل (امام بخاریؒ) کو یہ کہتے سنا کہ: سلیمان بن حربؒ اس حدیث کے بارے میں کہتے تھے کہ ''اور ہم میں سے ہر ایک کے دل میں اس کا خیال گزرتا ہے، لیکن توکل کرنے سے اللہ تعالی اس کو دور فرما دیتا ہے''۔ یہ میرے نزدیک ابن مسعود رضی اللہ تعالی عنہ کا قول ہے۔

7/5961۔قطن بن قبیصہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پرندہ [2] کے ذریعہ سے فال لینا اور کنکریوں سے مار کر فال نکالنا اور کسی چیز سے بدشگونی لینا شیطانی کام ہے۔(ابوداؤد)

---

[1] قولہ: الطیرۃ شرک (بدشگونی شرک ہے) یعنی یہ ان کے اس عقیدہ کی وجہ سے ہے کہ فال ان کے لئے نفع لاتا ہے اور ان سے ضرر کو دفع کرتا ہے۔ پھر اگر وہ اس کے مطابق عمل کریں تو گویا انہوں نے اللہ کے ساتھ اس میں شرک کیا۔اور اس کا نام ''شرک خفی'' ہے۔
ایک شارح حدیث یہ کہتے ہیں: یعنی جو شخص اللہ کے سوا کسی چیز کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ بذات خود نفع دیتی ہے یا نقصان پہنچاتی ہے تو واقعی وہ مشرک ہو جاتا ہے یعنی شرک جلی کا مرتکب۔(مرقات)

[2] قولہ: العیافۃ الخ (پرندہ کے ذریعہ سے فال نکالنا) عین کے کسرہ سے ہے۔اور اس کے معنی پرندہ کو زجر کرنے اور شگون لینے کے ہیں۔لیکن اس میں پرندوں کے ناموں کا اعتبار ہوا کرتا ہے جیسا کہ ''عُقاب'' (شکرہ) سے

8/5962۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی بیماری 1 متعدی ہے۔اور کہا گیا ہے کہ ''عیافۃ'' کے معنی ریت میں لکیریں کھینچنے کے ہیں۔اور ''طیرہ'' کسی چیز سے بدشگونی لینے کا نام ہے۔اور ''طرق'' فتحہ اورسکون کے ساتھ ہے، جس کے معنی کنکریوں سے مارنے کے ہیں، جس کو عورتیں کیا کرتی ہیں۔اور یہ بھی کہا گیا کہ ریت میں لکیریں کھینچنا ''طرق'' ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ کہانت کی ایک قسم ہے۔اور جو یہ لوگوں کو ان کے مقاصد سے روکتی تھی، لہٰذا شریعت نے اس کی نفی کی، اس کو غلط قرار دیا اور اس سے منع کر دیا اور اس کو باطل قرار دیا، اس لئے کہ اس میں نفع لانے اور ضرر دفع کرنے کی کوئی تاثیر نہیں ہے اور وہ شیطان کا عمل ہے۔(مأخوذ از مرقات)

اور اس حدیث کی بابت علماء کی مختلف تاویلات ہیں: بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسمیں سے اس کے متعدی ہونے کی نفی اور بطلان مقصود ہے جیسا کہ ظاہرِ حدیث اور ''عدوٰی'' کے بارے میں بیان کردہ قرائن دلالت کرتے ہیں۔اکثر علماء کا قول یہی ہے۔اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے اس کا بطلان مقصود نہیں ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''تم شیر سے بھاگنے کی طرح جذامی سے بھاگو'' اور یہ فرمایا کہ ''آفت رسیدہ مویشیوں کو صحتمند مویشیوں کے پاس نہ لے جایا جائے''۔بلکہ اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد علماء طبعیات کے عقیدہ کی نفی کرنا ہے، کیونکہ ان کا یہ عقیدہ تھا کہ ''امراض متعدیہ لامحالہ اثر کرتے ہیں''۔تو آپ ﷺ نے اس حدیث شریف کے ذریعہ انہیں یہ بات بتائی کہ یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جیسا وہ سمجھتے ہیں بلکہ اس کا تعلق تو مشیت الٰہی سے ہے کہ اگر وہ چاہے تو ہوگا اور اگر نہ چاہے تو نہیں ہوگا۔اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد ''فمن أعدٰی

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) ''عِقاب'' (سزا) کا اور ''غُراب'' (کوّا) سے ''غُربت'' (دوری اور اجنبیت) کا اور ''ہدہد'' سے ''هُدٰی'' (ہدایت) کا شگون لیا جاتا ہے۔

1 قولہ: لا عدوٰی (نہ کوئی بیماری متعدی ہے) تورپشتیؒ کہتے ہیں کہ یہاں ''عدوٰی'' سے مراد بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا ہے۔اور اطبّاء کی رائے کے مطابق ایسا سات قسم کی بیماریوں میں ہوتا ہے: (1) جذام (2) خارش (3) چیچک (4) گوبری، کنکر پتھر (5) منھ کی بو (6) آشوب چشم (7) وبائی امراض۔

الاوّل" (پہلے کو کس نے بیماری لگائی) اسی معنی کو بتاتا ہے، یعنی اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کا سبب صرف متعدی ہونا ہے تو پھر سب سے پہلے کو بیماری کس نے لگائی؟

اور آپ ﷺ نے اپنے ارشاد "جذامی سے بھاگ جاؤ" اور اپنے فرمان "آفت زدہ مویشیوں کو صحت مند مویشیوں کے پاس نہ لے جایا جائے" کے ذریعہ یہ وضاحت فرمائی کہ اس کے قریب ہونا بیماری کا سبب ہے، لہٰذا اس سے اسی طرح بچنا چاہئے جس طرح گرتی دیوار اور شگاف زدہ کشتی سے بچا جاتا ہے۔

اور دوسرے فریق کے ان دونوں حدیثوں سے استدلال کا جواب فریق اوّل نے یہ دیا ہے کہ ان میں جو ممانعت آئی ہے وہ اس اندیشہ سے ہے کہ اتفاق سے دونوں باتیں بیک وقت پیش آجائیں اور اس کی ذات کو کوئی بیماری یا اس کے مویشیوں کو کوئی آفت آ لگے تو وہ دل سے یقین کر بیٹھے گا کہ "عدوٰی" (بیماری کا متعدی ہونا) برحق ہے۔

میں کہتا ہوں: اس کو امام عسقلانی نے شرح نخبہ میں اختیار کیا ہے۔ اور ہم نے اس پر شرح نخبۃ الفکر کی شرح میں تفصیلی گفتگو کی ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جذامی سے بیعت کے ارادہ کے وقت اجتناب فرمایا ہے اور یہ بات منصب نبوت سے بعید ہے کہ متعدی ہونے کے خیال کو ختم کرنے کے لئے ایسا کلام فرمائیں جس سے اس کا متعدی ہونا بھی معلوم ہوتا ہو اور اس سے اجتناب کے لئے آپ کا حکم فرمانا اس سے خیال کو راہ ملتی ہے کہ امراض میں متعدی ہونے کی تاثیر ہے۔ بہرحال کوئی صورت ہو متعدی نہ ہونے کی اس میں اصلا کوئی دلالت نہیں ہے۔

علامہ تورپشتی فرماتے ہیں: اور میں ان دونوں قولوں میں دوسرے کو زیادہ راجح سمجھتا ہوں کیونکہ اس میں اس سے متعلقہ تمام احادیث کے مابین تطبیق ہے۔ نیز اس لئے کہ پہلا قول طبّی اصولوں کو معطل کر دیتا ہے، حالانکہ شریعت نے ان کو معطّل نہیں کیا بلکہ ان کو ثابت کیا ہے۔ اور اس کا اعتبار اسی حد تک ہے جس کا ہم نے ذکر کیا۔

اب رہا ان کا اس سلسلے میں بیان کردہ قرائن سے استدلال کرنا: تو ہم شارع علیہ السلام کو

دیکھتے ہیں کہ وہ حرام، مکروہ اور کسی ایک علت کی بنا ممنوع اور کئی علتوں کی بنا ممنوع چیزوں سے منع کرتے وقت سب یکجا کردیتے ہیں۔ اور ہم نے جو بیان کیا، اس کی صحت کی دلیل بیعت کے لئے آنے والے جذامی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ ''ہم نے تم سے بیعت لے لی تم چلے جاؤ'' یہ حضرت شرید بن سوید ثقفیؓ کی حدیث میں ہے جو اس کے بعد مذکور ہے۔ اور اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جذامی کے ہاتھ کو پکڑ کر اپنے ساتھ پیالہ میں اس کو رکھنے کے بعد یہ فرمانا ہے کہ ''اللہ پر بھروسہ اور توکل کرکے کھاؤ''۔ اور ان دونوں حدیثوں کے مابین تطبیق کی کوئی صورت نہیں ہے سوائے اس صورت کے کہ پہلی حدیث میں آپ ﷺ نے اسباب ہلاکت سے پرہیز کرنے کو بیان فرمایا اور دوسری میں ترک اسباب کے بارے میں اللہ جلّ جلالہ پر توکل کرنا بیان فرمایا جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور یہی اس کی صورت ہے۔ یہ حد درجہ تحقیق کے ساتھ عمدہ تطبیق ہے اور اللہ ہی توفیق عطا فرمانے والا ہے۔ اور نہ بدشگونی کوئی چیز ہے اور نہ ھامہ (الّو) کی کوئی تاثیر[1] ہے اور نہ صفر کوئی چیز[2] ہے۔

اور فتاوی عالمگیری میں ہے کہ میں نے ان سے اس جماعت کے بارے میں پوچھا جو ماہ صفر میں نہ سفر کرتے ہیں اور نہ نکاح اور دخول وغیرہ کے کام انجام دیتے ہیں اور اس بارے میں ان کی حجّت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث ''**من بشّرنی بخروج صفر بشّرته بالجنّة**'' (جو مجھے ماہ صفر کے گزر جانے کی خوشخبری سنائے گا میں اسے جنت کی خوشخبری دوں گا)۔ کیا یہ حدیث درجہ صحت کی ہے؟ اور آیا اس میں نحوست ہے اور کام کرنے کی ممانعت کا بیان ہے؟ اور اسی طرح جب چاند برج عقرب میں ہوتا ہے تو لوگ سفر نہیں کرتے ہیں اور اسی طرح جب چاند برج اسد میں

---

1. قولہ: **ولا هامة** (اور الّو کی کوئی تاثیر نہیں) ''ھامہ'' ایک پرندہ کا نام ہے جس سے لوگ بدفالی لیتے ہیں اور وہ الّو ہے، جو ایک بڑا پرندہ ہے، جس کی بینائی دن میں کمزور پڑ جاتی ہے اور وہ رات میں اُڑتا ہے اور آواز کرتا ہے اور ویرانوں میں رہتا ہے اس کو ''بوم'' کہا جاتا ہے۔ (مرقات)
2. قولہ: **ولا صفر** (اور نہ صفر) امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں بیان کیا کہ سیدنا بقیہ نے کہا: میں نے محمد بن راشد سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا: لوگ صفر کی آمد سے بدشگونی لیتے تھے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لاصفر'' (نہ صفر کوئی چیز ہے) فرمایا۔ اور قاضی کہتے ہیں کہ اس میں نفی ہے اس وہم کی کہ صفر میں آفات وفتن کثرت سے آیا کرتے ہیں۔ (ماخوذ از مرقات)

ہوتا ہے تو کپڑے کاٹتے ہیں نہ سیتے ہیں۔آیا معاملہ ویسا ہی ہے جیسے یہ خیال کررہے ہیں؟ تو انہوں نے کہا: رہا یہ کہ لوگ صفر کے بارے میں جو کہتے ہیں تو یہ وہ بات ہے جو عرب کہا کرتے تھے۔البتہ چاند کی برج ''عقرب'' یا ''اسد'' میں آمد کے بارے میں لوگ جو کہتے ہیں تو یہ وہ بات ہے جس کو نجومی لوگ اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں۔اور یہ سراسر جھوٹ ہے۔(جواہر الفتاوی)

اور جذامی آدمی سے ایسے ہی بھاگ جاؤ[1] جیسا کہ تم شیر سے بھاگتے ہو۔(بخاری)

9/5963۔سیدنا عمرو بن شرید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: قبیلۂ ثقیف کے وفد میں ایک آدمی جذامی تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یہ پیغام بھیجا کہ ہم نے تجھ سے بیعت لے لی لہٰذا تم چلے جاؤ۔(مسلم)

10/5964۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جذامی کے ہاتھ کو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ پیالہ میں داخل کیا اور فرمایا: اللہ پر بھروسہ اور توکل کرتے ہوئے کھاؤ۔(ابن ماجہ)

11/5965۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی بیماری متعدی ہے،اور نہ الّو کی نحوست کوئی چیز ہے اور نہ صفر کی۔پس ایک بدوی نے کہا: یا رسول اللہ! پھر کیا بات ہے کہ اونٹ ریگستان میں ایسے رہتے ہیں گویا کہ وہ ہرن ہیں۔پس جب کوئی خارش زدہ اونٹ ان میں جا ملتا ہے تو ان سب کو خارش زدہ کردیتا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] قولہ: وفرّ من المجذوم الخ (اور جذامی آدمی سے بھاگ جاؤ) یہ بات گزر چکی ہے کہ اس میں ضعیف الایمان لوگوں کے لئے رخصت ہے۔اور قوی ایمان والوں کے لئے نہ بھاگنا جائز ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جذام متعدی امراض میں سے ہے۔پس اگر وہ اللہ کے حکم سے دوسرے کو لگ جائے تو اس کی وجہ سے نقصان ہوسکتا ہے۔

اور ''لاعدویٰ'' فرمانے کا مقصد اس اعتقاد کی نفی کرنا ہے کہ ''بیماری اللہ سبحانہ کے فعل کے بغیر خود بخود متعدی نہیں ہوتی ہے''۔(مرقات)

فرمایا: پھر تو پہلے (اونٹ) کو بیماری کس نے لگائی؟۔(بخاری)

اورشاہ ولی اللہ صاحبؒ نے ''المسوّی'' میں لکھا ہے کہ میرے نزدیک کائنات میں صرف ذات واجب الوجوب کی قدرت کے سوا کوئی چیز مؤثر نہیں۔ البتہ دنیا میں فطری طور پر کچھ اسباب و مسبّبات ہیں، انہی پر قصاص اور قاتل سے خون کا بدلہ لینے وغیرہ کے احکام کا دارومدار ہے۔ پھر ان اسباب میں سے بعض ظاہر ہوتے ہیں: جیسے قتل کے لئے تلوار سے مارنا اور مرجانے کے لئے کسی کو طویل وقفہ تک کھانے پانی سے روکے رکھنا۔

اور ان میں سے بعض پوشیدہ ہیں: مثلاً بیماری کا ایک سے دوسرے کو لگنا۔ اور شریعت نے پوشیدہ اسباب کی جو نفی کی وہ اس معنی میں ہے کہ ان پر کسی حکم کا دارومدار نہیں ہے۔ اور مثال کے طور پر اگر کوئی اپنے بیمار مویشیوں کو دوسرے کے تندرست مویشیوں کے پاس لے آئے تو ان کا آپس میں جھگڑا کرنا درست نہیں۔ اور عرب بسا اوقات کسی چیز کی مطلقاً نفی کرتے ہیں لیکن مراد اس سے ایک اعتبار سے نفی ہوتی ہے اور ایک اعتبار سے نفی نہیں۔

12/5966۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ کوئی بیمار متعدی ہے اور نہ الّو کی نحوست کوئی چیز اور نہ ستاروں[1] کا نکلنا ڈوبنا اور نہ صفر۔(مسلم)

13/5967۔ سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نہ کوئی بیماری متعدی ہے اور نہ صفر ہے اور نہ[2] غول ہے۔(مسلم)

اب رہا جو شخص بارش کو اللہ تعالی کے فعل سے قرار دے اور اپنے قول ''ہم پر بارش ہوئی فلاں

---

[1] قولہ: ولا نوء (اور نہ ستاروں کا نکلنا ڈوبنا)۔ لفظ ''نوء'' فتحہ اور سکون سے، جس کے معنی ''ایک ستارہ کا طلوع ہونا اور اس کے مقابل ستارہ کا غروب ہونا'' ہے۔ ایک ستارہ مشرق میں ہوتا ہے اور دوسرا مغرب میں۔ اور اہل جاہلیت کا یہ عقیدہ تھا کہ ایسے وقت میں ضرور بارش برستی ہے یا ہوا چلتی ہے۔ تو اس کو یہ لوگ نکلنے یا ڈوبنے والے ستارہ کی طرف منسوب کیا کرتے۔ پس آپ ﷺ نے اس کی صحت کی نفی فرمادی۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کارتیوں کے معاملہ میں اسی لئے سخت اسلوب اختیار فرمایا کہ عرب بارش کو اس کی طرف منسوب کردیتے تھے۔

[2] قولہ: ولا غول (اور غول کوئی چیز نہیں) ملا علی قاریؒ نے مرقات میں فرمایا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''لاغول'' میں نفس غول اور اس کے وجود کی نفی نہیں ہے، بلکہ اس میں تو اس کے مختلف صورتیں اختیار

کارتی کی وجہ سے'' اس کا مطلب یہ لے کہ ''فلاں وقت میں ہوئی اور اس وقت یہ فلانی کارتی تھی'' تو یہ جائز ہے۔

مطلب یہ کہ اللہ تعالی نے یہ عادت جاری کردی ہے کہ بارش ان اوقات میں ہوا کرتی ہے۔ (طیبی) لیکن زیادہ واضح بات یہ ہے کہ فسادِ عقیدہ کے مادّہ کو ختم کرنے کے لئے ممانعت کو مطلق ہی رکھا جائے۔ اور اس لئے بھی کہ اس عقیدہ کے جواز کی کوئی دلیل نہیں ہے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ ''فلاں کارتی کی وجہ سے بارش ہوئی'' مت کہو، بلکہ یہ کہو ''اللہ تعالی کے فضل سے ہم پر بارش ہوئی''۔ (ماخوذ از مرقات)

14/5968 ۔سیدنا سعد بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہ الّو کی نحوست ہے اور نہ بیماری متعدی ہے اور نہ بدفالی ہے۔ اور شگونِ بد اگر کسی چیز میں ہوتا تو گھر میں اور گھوڑے میں اور عورت میں ہوتا۔ (ابوداؤد)

15/5969 ۔سعید بن مسیّبؒ سے روایت ہے کہ میں نے سعد رضی اللہ تعالی عنہ سے بدشگونی لینے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے مجھے جھڑک دیا اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے: شگونِ بد کوئی چیز نہیں ہے۔ اور اگر شگونِ بد کسی چیز میں ہوتا تو عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں ہوتا۔ (طحاوی)

اور شرح معانی الآثار میں ہے کہ: پس اس حدیث میں یہ ہے کہ جس وقت کہ سعیدؒ نے سیدنا سعد رضی اللہ تعالی عنہ کے سامنے بدشگونی کا ذکر کیا تو انہوں نے ان کو جھڑک دیا اور بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شگون بد کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اگر کسی چیز میں

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) کرنے اور اس کے اچک لینے کا جو خیال عرب کا تھا، اس کا ابطال کرنا ہے۔ پس آپ ﷺ کے ارشاد ''لاغول'' کے معنی یہ ہیں کہ وہ کسی کا راستہ گم نہیں کرسکتے۔

اور تورپشتی کی شرح میں ہے کہ امام طحاویؒ نے کہا: یہ ہوسکتا ہے کہ غول بیابانی پہلے ہوا کرتا تھا پھر اللہ تعالی نے اس کو اپنے بندوں سے ہٹا دیا ہو۔ اور بعض علماء سے منقول ہے کہ یہ ناممکن نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ بات ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی خصوصیات میں سے ہوسکتی ہے، شیاطین کے چوری چھپے شہاب ثاقب کے ذریعہ سننے کو منع کردیا جانا اس کی نظیر ہے۔

شگون بد ہوتا تو عورت میں، گھوڑے میں اور گھر میں ہوتا''۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں بتایا کہ وہ واقعی ان میں ہوتا ہے۔ آپ ﷺ نے تو صرف فرمایا کہ اگر وہ کسی چیز میں ہوتا تو ان میں ہوتا یعنی اگر اس کا وجود ہوتا تو ضرور وہ ان اشیاء میں پایا جاتا۔ پس جب ان تینوں میں ہی اس کا وجود نہیں ہے تو پھر کسی چیز میں اس کا وجود نہیں ہے۔ اور سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے یہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں جو کلام فرمایا، اس کے کلمات اس طرح نہیں ہیں۔ اس لئے کہ ابوحسّان کہتے ہیں کہ قبیلۂ بنی عامر کے دو آدمی سیدتنا عائشہؓ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ ابو ہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''عورت میں، گھر میں اور گھوڑے میں شگونِ بد ہے'' تو وہ غصہ ہوئیں اور ان کا ایک بازو آسمان میں اور ایک بازو زمین میں چلا گیا۔ اور وہ کہنے لگیں: قسم ہے اس ذات کی جس نے محمد ﷺ پر قرآن کو نازل کیا! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات کبھی نہیں فرمائی، آپ ﷺ نے تو یہ فرمایا: ''اہل جاہلیت ان اشیاء سے بدفالی لیا کرتے تھے''۔

پس سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا نے یہ بتایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس ارشاد میں یہ فرمایا کہ اہل جاہلیت ان چیزوں سے شگونِ بد لیتے تھے۔

16/5970 ۔ سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم ایک گھر میں تھے جہاں ہماری اور ہمارے مال و دولت کی تعداد بہت تھی۔ پس ہم ایک دوسرے گھر میں منتقل ہو گئے، جہاں ہماری اور ہمارے مال و دولت کی تعداد گھٹ گئی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو بری حالت میں چھوڑ دو۔ (ابوداؤد)

17/5971 ۔ یحییٰ بن عبداللہ بن بحیر سے روایت ہے کہ مجھ سے اس نے کہا جس نے فروہ بن مسیک کو یہ کہتے سنا کہ ''میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس ایک زمین ہے جس کو ''ابین'' کہا جاتا ہے اور وہ ہماری کھیتی اور اناج کی زمین ہے اور اس کی وباء شدید ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: چھوڑ دو تم اس کو کیونکہ بیماری کے قریب رہنے سے ہلاکت ہوتی۔ (ابوداؤد)

ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری کہتے ہیں: یہ بات بیماری کے متعدی ہونے اور بدفالی کی قبیل سے

نہیں ہے۔ بلکہ یہ تو علاج و معالجہ کی قبیل سے ہے۔ کیونکہ ہوا کی خوش گواری تندرستی کے لئے سب سے زیادہ معاون چیزوں میں سے ہے۔ اور ہوا کی خرابی بیماریوں کو بہت جلد لانے والی چیزوں میں سے ہے۔

(باب الفائل والطیرۃ ختم ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(2/203) بَابُ الْكَهَانَةِ

کہانت کا بیان

1/5972 ۔ سیدنا معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ! چند کام ایسے ہیں جنہیں ہم جاہلیت میں کیا کرتے تھے ہم کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کاہنوں کے پاس 1 مت جایا کرو۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! ہم بدشگونی لیتے تھے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ ایسی چیز ہے جس کو تم میں سے کوئی اپنے نفس میں پاتا ہے وہ تم کو ہرگز روکنے نہ پائے۔ انہوں نے کہا: میں نے عرض کیا: ہم میں کچھ لوگ ہیں جو لکیروں 2 کا عمل کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا انبیاء کرام میں سے ایک نبی لکیر کا عمل کرتے تھے، تو جو لکیر ان کی لکیر کے موافق ہو جائے تو وہ ٹھیک ہے۔ (مسلم)

---

1 قولہ: فلا تأتوا الكهان (تم کاہنوں کے پاس مت جایا کرو) صاحب درمختار نے کہا: جانو! (1) کہ علم کا سیکھنا فرض عین ہے وہ جو اپنے دین کی ضرورت کے بقدر ہے (2)۔ اور فرض کفایہ ہے وہ جو دوسروں کو فائدہ پہچانے کے لئے ضرورت سے زائد علم حاصل کرنا ہے (3)۔ اور مستحب ہے وہ جو علم فقہ اور علم تصوف میں مہارت حاصل کرنا ہے (4) اور حرام ہے وہ علم جو فلسفہ، شعبدہ بازی، علم نجوم، رمل، علوم طبعیات، جادو اور کہانت ہے (علم نجوم وفلسفہ کی تفصیل ص 240 پر آ رہی ہے)۔

2 قولہ: يخطون خطا (جو لکیروں کا عمل کرتے ہیں) وہ علم رمل ہے اور یہ مقررہ قواعد کے مطابق اشکال کے خطوط اور نقیطوں کا علم ہے جس سے حروف کو نکال کر جمع کیا جاتا ہے پھر اس سے معاملات کے نتائج کو بتانے والے ایک جملہ کو برآمد کیا جاتا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ قطعاً حرام ہے اور یہ ادریس علیہ السلام کے لئے تھا۔ یعنی یہ منسوخ شریعت ہے۔ اور فتاوی ابن حجر میں ہے کہ اس کا سیکھنا اور سکھانا سخت ترین حرام ہے۔ اس لئے کہ یہ بات عوام کو وہم میں ڈالنے والی ہے کہ اس کا کرنے والا اللہ تعالی کے ساتھ اس کے غیب میں شریک ہے۔ (ردالمحتار)

صاحب ردالمحتار نے کہا ہے کہ کہانت سے مراد کائنات کے تعلق سے مستقبل کی خبروں میں مشغول رہنا اور اسرار کو جاننے کا دعوی کرنا ہے انہوں نے اس گفتگو کے اخیر میں کہا: عرب میں کئی کاہن تھے جیسے شق، اور سطیح، ان میں کے بعض کا یہ دعوی تھا کہ ان کا ایک جن ہے جو ان کے پاس خبریں لاتا ہے اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو معملات کو ایسے چند مقامات سے جن کے ذریعہ ان کے موافق پر استدلال کیا جاسکتا ہے مثلاً ان سے پوچھنے والے کی گفتگو سے یا اس کی حالت سے یا اس کے کام سے جس کو وہ کرتے ہیں اس کو عراف کہا جاتا ہے تو یہ مال مسروق وغیرہ کو جاننے کا دعوی کرنے والے کی طرح ہے اور من اتی کاھنا (جو کاہن کے پاس جائے) کی حدیث شریف عراف اور منجم کو شامل ہے اور عرب ہر اس شخص کو جو کسی باریک باتوں میں مشغولیت رکھتا تھا کاہن کہتے ہیں۔

2/5973۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور جو وہ کہہ رہا ہے اس کی تصدیق کرے یا جو شخص اپنی بیوی سے بحالت حیض ہم بستری کرے، یا اپنی بیوی کے پاس اس کے پیچھے کے حصے میں جائے تو وہ بری ہے اس سے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا۔ (احمد، ابوداؤد)

3/5974۔ سیدتنا حفصہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو کوئی عراف[1] کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے تو اس کی چالیس راتوں کی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ (مسلم)

4/5975۔ سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کاہنوں کے بارے میں دریافت کیا تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

---

[1] قولہ: من اتی عرافا (جو کوئی عراف کے پاس جائے) امام نووی نے کہا ہے کہ عراف کاہنوں کی ایک قسم سے ہے خطابی وغیرہ نے کہا کہ عراف وہ ہے کہ مسروقہ شئی کی جگہ اور گمشدہ شئی کی جگہ کی جانکاری میں مشغول رہتا ہے۔ اور ملا علی قاری نے فرمایا: کاہن اور عراف کے درمیان فرق یہ ہے کہ کاہن آئندہ زمانہ سے متعلق غیب کی خبر دینے میں مشغول رکھتا ہے اور اسرار کی معرفت کا دعوی کرتا ہے جب کہ عراف مسروقہ چیز کی اور گمشدہ چیز کے مقام وغیرہ کی معرفت میں مشغولیت رکھتا ہے۔ (مرقات)

وہ کچھ نہیں ہیں انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! یقیناً کبھی وہ ایسی چیز بیان کرتے ہیں جو سچ ہوتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ حق بات ہے جس کو جن اچک لیتا ہے اور اس کو اپنے دوست کے کان میں مرغی کے ڈالنے کی طرح ڈال دیتا ہے تو یہ لوگ اس میں سو سے زیادہ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (متفق علیہ)

5/5976۔ اور انہی سے روایت ہے کہتی ہیں کہ: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ فرشتے عنان میں اترتے ہیں اور یہ بادل ہیں اور وہ اُن امور کا ذکر کرتے ہیں جس کا آسمان میں فیصلہ کیا گیا تو شیاطین چوری سے سنتے ہیں اور جب اِس کو سن لیتے ہیں تو اُن امور کو کاہنوں کے پاس بھیج دیتے ہیں اور وہ ان کے ساتھ اپنی جانب سے سو 100 جھوٹ ملا دیتے ہیں۔ (بخاری)

6/5977۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ تعالی آسمان میں کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو فرشتے اس کے فرمان کو سن کر عاجزی سے اپنے پر پھیلا دیتے ہیں گویا (اس کی آواز) چٹان پر ایک زنجیر ہے یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہوجاتی ہے تو وہ (آپس) میں پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا وہ کہتے ہیں: جو اس نے فرمایا ہے وہ حق فرمایا، اور وہ بالا ہے، تو اس کو چوری چھپے سننے والے اس طرح سن لیتے ہیں کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر ہوتے ہیں سفیان نے اپنی ہتھیلی سے اس طرح بیان کیا اور اس کو ترچھا کیا اور انگلیوں کو کشادہ کیا۔

اور وہ بات کو سن لیتا ہے تو اس کو اپنے نیچے والے کی طرف ڈال دیتا ہے پھر دوسرا اس کو اپنے پہنچنے والے کی طرف ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کو جادوگر یا کاہن کی زبان پر ڈال دیتا ہے۔ بسا اوقات شعلہ اس کو یہ ڈالنے سے پہلے لگ جاتا ہے اور بسا اوقات وہ شعلہ کے لگ جانے سے پہلے اس کو ڈال دیتا ہے تو وہ اس کے ساتھ سو جھوٹ ملا دیتا ہے تو کہا جاتا ہے کیا اس نے ہم سے فلاں دن اس طرح اس طرح نہیں کہا تھا تو اس ایک بات کی وجہ سے جو آسمان سے سنی گئی تھی اس کی تصدیق کی جاتی ہے۔ (بخاری)

7/5978۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے انصار صحابہ میں سے ایک صاحب نے خبر دی ہے کہ وہ سب ایک رات اس اثناء میں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے ایک ستارہ ٹوٹا اور روشنی پھیلی، تو ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم جاہلیت میں جب اس جیسا ستارہ ٹوٹتا تو کیا کہتے تھے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں ہم کہتے تھے آج رات ایک بڑا آدمی پیدا ہوا اور ایک بڑے آدمی کی موت واقع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ کسی کی موت کی وجہ سے وہ ٹوٹتا ہے اور نہ کسی کی زندگی کی وجہ سے لیکن ہمارا رب جس کا نام بابرکت ہے جب کسی امر کا فیصلہ فرماتا ہے تو حاملین عرش تسبیح کرتے ہیں پھر ان سے متصل آسمان والے تسبیح کرتے ہیں یہاں تک کہ تسبیح اس آسمان دنیا والوں تک پہنچ جاتی ہے پھر حاملین عرش سے قریب والے ہیں حاملین عرش سے پوچھتے ہیں تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ تو جو اس نے فرمایا ہے وہ ان کو بتلاتے ہیں پھر آسمانوں والے بعض فرشتہ بعض سے دریافت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس آسمانِ دنیا تک پہنچ جاتی ہے تو جنات اس سنی ہوئی بات کو اچک لیتے ہیں اور اپنے دوستوں کی طرف ڈال دیتے ہیں تو یہ لوگ اس کے مطابق بیان کریں تو وہ صحیح ہے۔ لیکن یہ لوگ جھوٹی باتیں شامل کرتے اور اضافہ کردیتے ہیں۔ (مسلم)

8/5979۔ اور ان ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے علم نجوم کا کوئی حصہ [1] حاصل کیا تو اس نے جادو کی ایک قسم حاصل کی جتنا وہ اُس میں اضافہ

---

[1] قولہ: من اقتبس علما من النجوم الخ (جس شخص نے علم نجوم کا کوئی حصہ حاصل کیا) وہ ایک ایسا علم ہے جس کے ذریعہ فلکی تغیرات سے سفلی رواداثات کے استدلال کا طریقہ معلوم ہوتا ہے۔ صاحب ہدایہ کی مختارات نوازل میں ہے کہ علم نجوم فی نفسہ اچھا ہے کوئی برا نہیں۔ چونکہ اس کی دو قسمیں ہیں۔ ایک حسابی اور یہ حق ہے جس کے تعلق سے قرآن گویا ہے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ''اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ'' (55 رحمٰن، آیت 5) (سورج اور چاند ایک مقررہ حساب سے ہیں)۔ اور اس کی دوسری قسم استدلالی ہے جس میں اللہ کے فیصلے اور اس کی تقدیر سے رونما ہونے والے حوادث پر ستاروں کی رفتار اور افلاک کی حرکت سے استدلال کیا جاتا ہے۔ اور یہ جائز ہے جیسے نبض کے ذریعہ طبیب کا صحت و مرض پر استدلال کرنا اگر وہ اللہ کے فیصلہ کا عقیدہ نہ رکھے یا بذات خود غیب کا دعوی کرے تو کافر قرار پائے گا پھر اس قدر علم حاصل کرنے میں جس کے ذریعہ سے

کیا اس میں بھی اضافہ کیا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

9/5980۔ اور انہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم نجوم کا کوئی باب سیکھے۔ اس غرض کے سوا جس کا ذکر اللہ نے کیا ہے تو اس نے جادو کا ایک حصہ حاصل کیا۔ نجومی کاہن ہے اور کاہن جادوگر ہے اور جادوگر کافر ہے۔ (رزین)

10/5981۔ سیدنا قتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالی نے ان ستاروں کو تین چیزوں کے لئے پیدا فرمایا ہے اس کو آسمان کے لئے زینت بنایا اور شیاطین کو مارنے کے لئے اور ایسی نشانیاں جس سے راستہ معلوم کیا جاتا ہے تو جو کوئی ان میں اس کے سوا کوئی اور مطلب سمجھا تو اس نے خطا کی اور اپنے نصیب کو ضائع کیا اور اس نے اس بات کا تکلف کیا جس کو وہ نہیں جانتا۔ امام بخاری نے اس کو تعلیقاً روایت کیا ہے۔

11/5982۔ اور رزین کی روایت میں ہے اس نے تکلف کیا بے فائدہ چیز کا اور ایسی چیز کا جس کا اس کو علم نہیں ہے اور جس کے علم سے انبیاء اور فرشتے عاجز ہیں۔

اور ربیع سے اس کے مثل روایت ہے۔ اور انہوں نے اضافہ کیا ہے کہ خدا کی قسم اللہ نے کسی

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) نماز کے اوقات اور قبلہ کی معرفت ہوتی ہو تو کوئی گناہ نہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مقدار سے زیادہ اس علم کے سیکھنے میں البتہ حرج ہے۔ بلکہ کتاب فصول میں اس کے حرمت کی صراحت کی گئی ہے اور شارح نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اس سے مراد دوسری قسم ہے نہ کہ پہلی اس لئے صاحب احیاء العلوم نے فرمایا: ہے کہ علم نجوم فی نفسہ برا نہیں ہے اس لئے کہ اس کی دو قسمیں ہے الخ پھر انہوں نے کہا: لیکن شریعت میں وہ مذموم ہے۔ حالانکہ عمر رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: علم نجوم سے وہ حصہ سیکھو جس سے خشکی و تری میں تم راستہ پاسکو پھر رک جاؤ۔ اس سے صرف تین وجوہ کی بناء پر روکا گیا ان میں سے ایک وجہ یہ ہے کہ وہ اکثر مخلوق کے لئے ضرر رساں ہے کیونکہ جب ان کو یہ بات بتائی جائے کہ یہ اثار و حوادث ستاروں کی گردش کے ساتھ رونما ہوتے ہیں تو ان کے دلوں میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ وہی مؤثر ہیں۔ اور ممانعت کی دوسری وجہ ستاروں کے احکام دراصل محض ایک اندازہ و تخمینہ ہے اور یہ منقول ہے کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کا ایک معجزہ تھا جو باقی نہیں رہا۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے کیونکہ جو چیز تقدیر میں ہے ہو کر رہنے والی ہے اس سے بچنا ممکن نہیں ہے۔ (تلخیص از مقدمہ رد المحتار)

ستارہ میں نہ کسی آدمی کی زندگی رکھی اور نہ اس کا رزق اور نہ اس کی موت، اس کے سوانہیں کہ وہ اللہ تعالی پر جھوٹ گھڑتے ہیں اور وہ ستاروں کو سبب گردانتے ہیں۔

12/5983۔سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی اس بارش کے بعد جورات میں ہوئی تھی تو جب آپ فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہوکر فرمایا کیا تم جانتے ہو تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس نے ارشاد فرمایا: میرے بندوں میں سے بعض مومن اور بعض کافر صبح کئے تو اب رہا وہ شخص جس نے کہا: اللہ کے فضل ورحمت سے ہم پر بارش ہوئی تو وہ مجھ پر ایمان رکھنے والا، اور ستارہ[1] کا انکار کرنے والا ہے۔لیکن وہ شخص جس نے کہا: ہم پر فلاں (کارتی) کی وجہ سے بارش ہوئی تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستارہ پر ایمان رکھنے والا ہے۔(متفق علیہ)

13/5984۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالی آسمان سے کوئی برکت نازل نہیں فرماتا مگر لوگوں کی ایک جماعت اس کی

---

[1] قولہ: فذلک کافر بی مؤمن بالکوکب تو وہ میرا انکار کرنے والا اور ستارہ پر ایمان رکھنے والا ہے۔
امام نووی نے کہا: اس شخص کے کفر کے بارے میں علماء کے دو قول ہیں جو یہ کہے کہ ہم پر ایسی کارتی کی وجہ سے بارش ہوئی: پہلا قول یہ ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالی کے ساتھ کفر ہے، جو اصل ایمان کو ختم کرنے والا ہے اور اس کی دو صورتیں ہیں پہلی صورت یہ ہے کہ جو شخص اس اعتقاد کے ساتھ کہے کہ ستارہ فاعل ہے مدبر ہے اور بارش کو پیدا کرنے والا ہے جیسے اہل جاہلیت کا دعوی تھا، یہ تو اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے یہ امام شافعی اور جمہور کا قول ہے۔اور دوسری صورت یہ ہے کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتے ہوئے کہے کہ وہ اللہ کی طرف سے اس کے فضل سے ہے اور کارتی اس کے لئے ایک علامت ہے اور بارش برسنے کے گمان کا سبب ہے تو یہ کافر نہیں ہوگا کیونکہ اس نے اپنے اس قول سے گویا یہ کہا ہے کہ ہم پر فلاں وقت بارش ہوئی راجح قول یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے کیونکہ یہ کلمہ کفر وایمان کے درمیان وہم پیدا کرنے والا ہے۔تو یہ اس کے قائل کے حق میں سوء ظن کا سبب بنتا ہے اور اس لئے کہ یہ اہل جاہلیت کا شعار ہے۔
اور دوسرا قول یہ ہے کہ اللہ تعالی کی نعمت کی ناشکری ہے اور یہ اس کے بارش کی نسبت صرف ستارہ کی طرف کرنے کی وجہ سے ہے۔

وجہ سے کافر ہوجاتی ہے اللہ تعالی بارش نازل فرماتا ہے تو وہ کہتے ہیں فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے۔(مسلم)

14/5985۔سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ تعالی اپنے بندوں سے پانچ سال بارش کو روک لے پھر اس کو بھیج دے تو ضرور لوگوں کی ایک جماعت کافر ہوجائے گی وہ کہیں گے ہم پر مجدح کارتی کی وجہ سے بارش ہوئی ہے۔(نسائی)

عالمگیری میں ہے کہ آدمی کا یہ کہنا کہ ہم پر ثریا کارتی کی وجہ سے بارش ہوئی یا سہیل ستارہ طلوع ہوا تو رات میں خنکی آئی مکروہ ہے کیونکہ سہیل گرمی وسردی کو نہیں لاتا۔

(باب الکھانۃ ختم ہوا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(23) كِتَابُ الرُّؤْيَا

خواب کا بیان

اللہ بزرگ و برتر کا ارشاد ہے "لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ[1]" (ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی۔ (سورہ یونس آیت نمبر: 64)

1/5986 ۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نبوت سے صرف مبشرات باقی ہیں صحابہ نے عرض کیا: مبشرات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا اچھا خواب۔ (بخاری)

2/5987 ۔امام مالک نے عطاء بن یسار کی روایت سے یہ اضافہ کیا ہے "جس کو مسلمان دیکھتا ہے یا اُس کی خاطر دکھایا جاتا ہے"۔

3/5988 ۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا خواب نبوت[2] کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ (متفق علیہ)

---

[1] قولہ: لهم البشرى الخ (ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی الخ) بعض مفسرین نے فرمایا: (اس سے) وہ اچھے خواب مراد ہیں جسے دنیا میں انسان دیکھتا ہے یا اس کی خاطر کسی کو دکھایا جاتا ہے۔ اور آخرت میں اللہ تعالی کا دیدار مراد ہے، جیسا کہ "تعطیر الانام فی تعبیر المنام" میں ہے۔

[2] قولہ: الرؤيا الصالحة جزء من ستة و اربعين جزءا من النبوة (اچھا خواب نبوت کے چھیالیس حصوں میں سے ایک حصہ ہے) کہا گیا: اس کے معنی یہ ہے کہ وہ نبوت کے خواب کی طرح ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ وہ نبوت کا کوئی باقی جز ہے اور اس قول کے ظاہری معنی کو لینے میں کسی کے لئے کوئی حرج نہیں کیونکہ نبوت کا

4/5989 ۔ابورزین عقیلی سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مومن کا خواب نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے اک جزء ہے۔اور وہ جب تک یہ اس کو بیان نہ کرے وہ پرندے کے پیر پر رہتا ہے، جب اس کو بیان کردے تو وہ واقع ہوجاتا ہے۔اور میرا گمان ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ صرف چاہنے والے سے یا عقلمند[1] سے بیان کرو۔(ترمذی)

5/5990 ۔اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ فرمایا: خواب پرندہ کے پیر پر رہتا ہے جب تک اس کی تعبیر بیان نہ کی جائے اور جب تعبیر بیان کی جائے تو واقع ہوجاتا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اس کو صرف چاہنے والے یا صاحب رائے عقلمند سے بیان کرو۔

عالمگیری میں ہے اگر اچھا خواب دیکھے تو اللہ کی تعریف کرے کیونکہ وہ ایک نعمت ہے پھر چاہے تو کسی قابل اعتماد شخص سے بیان کرے یا چاہے تو بیان نہ کرے۔(وجیز للکردری)

6/5991 ۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب قیامت قریب[2] ہوگی تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا اور مومن کا خواب نبوت کے

(**حاشیہ صفحہ گذشتہ**) ایک حصہ نبوت نہیں ہوتا جس طرح کہ علحدہ طور پر نماز کا کوئی حصہ نماز نہیں ہوتا اور اسی طرح اعمالِ حج میں سے کوئی عمل اور ایمان کی شاخوں میں سے کوئی شاخ حج یا ایمان نہیں ہوتی۔اب رہا چھیالیس اجزاء کی تحدید میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان چیزوں میں سے ہے جس میں کلام کرنے سے احتیاط کرنا اور اس کو تسلیم کرلینا چاہئے۔ کیونکہ یہ نبوت کے ان علوم میں سے ہے جو نہ استنباط سے معلوم ہوسکتے ہیں اور نہ قیاس سے حاصل کئے جاسکتے ہیں۔ اور کہا گیا: کہ اجزاء کو چھیالیس پر منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ زمانہ وحی تیئیس سال ہے اور سب سے پہلے جس چیز سے آغازِ وحی ہوا وہ رؤیائے صالحہ ہے جو سالہائے وحی میں سے چھ ماہ میں ہوا ہے۔اور چھ مہینوں کی نسبت مابقی سالوں کی طرف ایسا ہی ہے جیسا کہ چھیالیس اجزاء کی طرف اس کے ایک جزء کی نسبت ہے۔(ماخوذ از مرقات)

[1] قولہ:لا تحدث الا حبیبا او لبیبا (صرف چاہنے والے یا سمجھدار سے بیان کرو) یعنی عقلمند سے کیونکہ یا تو وہ پسندیدہ تعبیر دے گا یا برا کہنے سے خاموش رہے گا۔(مرقات)

[2] قولہ:اذا اقترب الزمان الخ (جب قیامت قریب ہوگی) کتاب فائق کے مصنف نے فرمایا:اس میں تین اقوال ہیں۔ پہلا یہ کہ آپ نے آخری زمانہ اور قرب قیامت مراد لیا ہے کیونکہ جب کوئی چیز تھوڑی اور مختصر ہوجاتی ہے تو اس کے اطراف قریب ہوجاتے ہیں اور اسی سے مقتصد (میانہ رو) کو متقارب قریب رہنے والا کہتے ہیں۔

چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے اور جس کا تعلق نبوت سے ہو وہ جھوٹی نہیں ہوتی۔

اور جب اونٹ کم ہوجاتے ہیں تو تقاربت ابل فلان کہتے ہیں فلاں کے اونٹ قریب ہوگئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد" **فی اخر الزمان لاتکاد رؤیا المؤمن تکذب**" (جب قیامت قریب ہوگی تو مومن کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا) میں اس کی تائید ہوتی ہے۔

دوسرا قول: یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے رات اور دن کا برابر ہونا مراد لیا ہے کیونکہ تعبیر دینے والوں کا خیال ہے کہ زیادہ سچی تعبیر والے خواب کا زمانہ پو پھٹنے کا وقت اور پھلوں کے پکنے کا زمانہ ہے اور اس وقت رات اور دن یکساں ہوتے ہیں۔

ان میں کا تیسرا قول: یہ ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہے"زمانہ قریب ہوجائے گا یہاں تک کہ سال مہینے کی طرح اور مہینہ ہفتہ کی طرح اور ہفتہ دن کی طرح اور دن گھنٹہ کی طرح ہوگا تو علماء نے کہا: اس سے آپ ﷺ مہدی (علیہ السلام) کی تشریف آوری اور عدل پھیلانے کا زمانہ مراد لیتے ہیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جو خوشحالی کی وجہ سے مختصر دکھائی دے گا وتھوڑا محسوس ہوگا اور اس کے اطراف وجوانب قریب ہوجائیں گے۔

محمد بن سیرین نے کہا: میں کہتا ہوں خواب کی تین قسمیں ہیں[1]:

میں کہتا ہوں: اس سے دجال اور یاجوج و ماجوج کے ایام مراد ہوسکتے ہیں کیونکہ بکثرت مشقت وآلام اور رات ودن کے اوقات کے عدم شعوب کی وجہ سے سالوں کے گزر جانے میں اس کے اطراف قریب قریب ہوجائیں گے، مؤمن اس وقت ایسی چیز کا محتاج ہوتا ہے جس کے ذریعہ وہ اپنے مطلوب پر رہنمائی حاصل کرے اور جس سے محبوب کی راہ میں مانوس ہوسکے۔ تو اجزاء نبوت کے کسی ایک جزء اور ارباب ولایت کے شعبوں میں سے ایک شعبہ سے اس کی مدد کی جاتی ہے۔ (مرقات)

---

[1] قولہ: الرؤیا ثلاث (خواب کی تین اقسام ہیں) شرح سنہ میں ہے اس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ ہر وہ چیز جس کو انسان اپنی نیند میں دیکھتا ہے وہ صحیح نہیں ہوتی اور اس کی تعبیر بھی نہیں ہوسکتی، صحیح تو یہ ہے کہ اس میں سے جو خواب اللہ تعالی کی طرف سے ہو خواب کا فرشتہ اس کو ام الکتاب کے نسخہ سے تمہارے پاس لاتا ہے اور جو اس کے سوا ہو وہ اضغاث احلام ہیں جن کی کوئی تعبیر نہیں ہوتی اور اس کی چند قسمیں ہیں۔ (مرقات)

اوراس کتاب کے ایک اور مقام پر صاحب مرقات نے کہا: ماحصل یہ ہے کہ دیکھنے والے کے اعتبار سے خواب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ دنیوی راہوں پر چلنے والا ہوتا ہے اور کبھی اخروی راہوں پر چلنے والا ہوتا ہے پس ہر ایک کے لئے اس کے لائق اور اس کے حال ومقام کے مناسب تاویل ہوتی ہے اور یہ کسی ضابطہ یا قعدہ کے تحت نہیں ہے۔ اسی لئے سلف نے اس میں کوئی مستقل، جامع شامل اور خواب کی جملہ اقسام پر حاوی کوئی کتاب نہیں لکھی اور انہوں نے صرف بعض پیش آمدہ واقعات میں گفتگو کی ہے اسی لئے تم دو تعبیر دینے والوں کو اپنی تعبیر میں کسی ایک چیز پر متفق نہیں پاؤ گے۔ (مرقات)

(1) حدیث النفس [1] (دل کی باتیں)، (2) تخویف الشیطان [2] (شیطان کا خوفزدہ کرنا)، (3) بشری من اللہ (اللہ کی طرف سے خوشی) پس جو شخص خواب میں کوئی ناپسندیدہ چیز دیکھے تو اس کو کسی سے بیان نہ کرے، اٹھے اور نماز پڑھے راوی نے کہا آپ ﷺ خواب میں طوق دیکھنا پسند نہیں فرماتے اور صحابہ کو بیڑی کو دیکھنا پسند آتا تھا کہا جاتا ہے کہ ''قید'' (بیڑی) دین میں ثابت قدمی ہے۔ (متفق علیہ)

بخاری نے کہا: اس کو قتادہ اور یونس اور ہشیم اور ابو ہلال نے ابن سیرین سے بواسطہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ روایت کیا ہے اور یونس نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ''قید'' بیڑی کے بارے میں روایت کیا:

مسلم نے کہا: میں نہیں جانتا کہ یہ حدیث میں ہے یا اس کو ابن سیرین نے کہا۔

7/5992۔ اور ایک روایت اس کے ہم معنی ہے۔ اور ''واکرہ الغل'' سے اخیر تک اپنے قول کو حدیث شریف میں شامل کر دیا ہے۔

---

[1] قولہ: حدیث النفس (دل کی باتیں) جیسے عاشق ومعشوق کا تعلق اور اسی تعلق سے یہ بھی کہا گیا کہ بلی اپنی نیند میں صرف چوہا ہی دیکھتی ہے اور اسی قبیل سے ''کما تعیشون تموتون و کما تموتون تحشرون'' (جیسے جیو گے ویسے مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے اٹھو گے) اور کل اناء یترشح بمافیه (ہر برتن سے وہی جھلکتا ہے جو اس میں ہوتا ہے)۔ (مرقات)

[2] قولہ: تخویف الشیطان (شیطان کا خوفزدہ کرنا) اس طرح کہ وہ اس کے خوشگوار وقت کو مکدر کر کے نیند میں اس کو یہ دکھائے کہ مثلاً اس کا سر کاٹ دیا گیا۔ (مرقات)

8/5993 ۔سیدنا ابوسعید رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زیادہ سچے خواب سحر کے وقت میں ہوتے ہیں۔ (ترمذی، دارمی)

9/5994 ۔سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: اچھا خواب اللہ کی طرف سے اور برا خواب شیطان کی طرف سے ہے جب تم میں سے کوئی محبوب شئی دیکھے تو محبوب سے ہی کہے اور جب ناپسندیدہ شئی دیکھے تو اس کے اور شیطان کے شر سے اللہ کی پناہ چاہے اور تین بار تھوکے اور اس کو کسی سے بیان نہ کرے تو وہ اس کو ہرگز ضرر نہ پہنچائے گا۔ (متفق علیہ)

10/5995 ۔سیدنا جابر رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: جب تم میں سے کوئی ایسا خواب دیکھے جس کو ناپسند کرتا ہو تو اپنے بائیں جانب تین بار تھوکے اور شیطان کے شر سے تین بار اللہ کی پناہ مانگے اور جس پہلو پر تھا اس سے پلٹ جائے۔ (مسلم)

11/5996 ۔اور انہی سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میں نے خواب میں دیکھا گویا میرا سر کاٹا گیا ہے راوی نے کہا: پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمائے: شیطان جب کسی شخص سے اس کی نیند میں کھیلے تو لوگوں سے اس کو بیان نہ کرے۔ (مسلم)

12/5997 ۔سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سب سے بڑی جھوٹی بات یہ ہے کہ آدمی اپنی آنکھوں کو وہ دکھایا جو وہ نہیں دیکھی تھیں۔ (بخاری)

13/5998 ۔ام المؤمنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ورقہ کے بارے میں پوچھا گیا تو خدیجہ نے آپ سے عرض کیا کہ انہوں نے آپ کی تصدیق کی تھی مگر آپ کے ظہور سے پہلے انتقال کر گئے پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے خواب میں وہ دکھائے گئے، ان پر سفید کپڑے تھے اگر وہ دوزخی ہوتے تو اس کے سوا کوئی اور لباس ان پر ہوتا۔ (احمد، ترمذی)

14/5999 ۔سیدتنا ام علا انصاریہ رضی اللہ تعالی عنہا نے کہا: میں نے نیند کی حالت دیکھا

عثمان بن مظعون کے لئے ایک چشمہ بہہ رہا ہے اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا فرمائے وہ ان کا عمل ہے جو ان کے لئے جاری ہے۔(بخاری)

15/6000۔سیدنا انس رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے دیکھا جس میں سونے والا دیکھتا ہے گویا ہم عقبہ بن رافع کے گھر میں ہیں پس ابن طاب کے کھجوروں میں سے چند تر کھجور پیش کئے گئے میں نے یہ تعبیر لی کہ ہمارے لئے دنیا میں بلندی ہے اور اچھا انجام آخرت میں ہے اور ہمارا دین تر و تازہ ہو چکا۔(مسلم)

16/6001۔سیدنا ابوموسی رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جہاں کھجور کے درخت ہیں میرا خیال گیا کہ وہ یمامہ ہے یا ہجر مگر وہ تو مدینہ یثرب نکلا اور میں نے اپنے اسی خواب میں دیکھا کہ میں نے اپنی تلوار کو حرکت دی تو وہ اوپر سے ٹوٹ گئی تو یہ وہی ہے جو جنگ احد میں مومنین کو پیش آئی، پھر دوسری مرتبہ اس کو میں حرکت دیا تو پہلے سے زیادہ اچھی حالت میں آ گئی تو یہ وہ کامیابی اور مومنین کی اجتماعیت ہے جو اللہ نے عطاء کی ہے۔(متفق علیہ)

17/6002۔سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس درمیان کہ میں نیند میں تھا میرے پاس زمین کے خزانے لائے گئے پس میری ہتھیلی میں سونے کے دو کنگن رکھے گئے تو وہ مجھے پسند نہ آئے، پس میرے پاس وحی آئی کہ ان کو پھونک دوں میرے پھونکنے کے بعد وہ غائب ہو گئے تو میں نے ان کی تعبیر لی کہ یہ وہ دو کذاب ہیں جن کے درمیان میں ہوں ایک صنعاء والا اور ایک یمامہ والا۔(متفق علیہ)

18/6003۔ترمذی کی روایت میں ہے ان میں سے ایک کو مسیلمہ یمامہ والا اور دوسرے کو عنسی صغاء والا کہا جاتا ہے۔

19/6004۔سیدنا سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز ادا فرماتے تو رخِ انور کے ساتھ ہماری جانب [1] متوجہ ہوتے پھر فرماتے: تم میں سے

---

[1] قولہ: كان النبی صلی الله عليه وسلم اذا صلى اقبل علينا بوجهه (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

آج کی رات کسی نے خواب دیکھا ہے؟ راوی نے کہا: اگر کوئی دیکھا ہوتا اس کو بیان کردیتا، تو آپ ﷺ اللہ کو جو منظور ہوتا فرماتے۔

ایک دن آپ ﷺ نے ہم سے دریافت فرمایا: کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا: نہیں، آپ نے فرمایا: میں نے رات میں دو آدمی دیکھے ہیں وہ میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑے اور مقدس سرزمین کی طرف لے گئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور ایک شخص کھڑا ہوا ہے اس کے ہاتھ میں لوہے کی آنکس ہے۔ جس کو یہ اس کے جبڑے میں ڈال کر اس کو پھاڑ دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کی گدی تک پہنچتا ہے پھر دوسرے جبڑے میں یہی عمل کرتا ہے اور اس کا یہ جبڑا پھر مل جاتا ہے تو وہ دوبارہ لوٹتا ہے اور اسی کے جیسا کرتا ہے۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے کہا: چلئے ہم چلے یہاں تک کہ ایک گُدی کے بل لیٹے ہوئے شخص کے پاس آئے، اور اس کے سر کے پاس ایک شخص پتھر یا چٹان لئے کھڑا ہے جس سے اس کا سر کچلتا ہے، جب اس کو مارتا ہے تو پتھر لڑھکتے ہوئے چلے جاتا ہے پھر وہ شخص اس کے پاس لینے جاتا ہے اور اس کے پاس لوٹتا بھی نہیں کہ اس کا سر درست ہوجاتا اور جیسا تھا ویسا ہوجاتا ہے تو وہ شخص اس کے پاس لوٹ کر آتا ہے پھر مارتا ہے۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ ان دونوں نے عرض کیا: چلئے ہم وہاں سے چلتے

(حاشیہ صفحہ گذشتہ) جب نماز ادا فرمالیتے تو رخ انور کے ساتھ ہماری جانب متوجہ ہوتے) امام نووی نے فرمایا: اس میں امام کا سلام کے بعد مصلیوں کی طرف رخ کرنا مستحب ہونے پر اور خواب کے بارے میں پوچھنے کے استحباب پر اور تعبیر بتانے والے کا دن کے ابتداء میں اس کی تعبیر بتانے کی طرف جلدی کرنے پر تنبیہ ہے قبل اس کے کہ اس کا ذہن دنیا کے معاش میں مصروف ہونے کی وجہ سے ہٹ جائے اور (مبادرت) اس لئے کہ (خواب) دیکھنے والے کا زمانہ قریب ہے اور کوئی ایسی چیز اس کو لاحق نہ ہو جو اس (خواب) کو مخلوط کردے اور اس لئے کہ کبھی خواب سے وہ چیز ہوتی ہے جس میں جلدی کا کرنا مستحب ہوتا ہے جیسے خیر پر ابھارنا اور معصیت سے ڈرانا: اور اس میں بعد نماز صبح علم اور خواب کی تعبیر میں گفتگو کرنے کی اباحت ہے اور یہ کہ اس (امام) کا علم وغیرہ کے لئے بجانب قبلہ پیٹھ کرکے بیٹھنا جائز ہے۔ میں کہتا ہوں اگر رخ کرنے کے ساتھ استقبال (قبلہ) کا تصور اگر نہ ہو تو وہ علم کے لئے افضل ہے اور خطبہ میں بہرحال متعین ہے۔ اب رہا ان دونوں کے سوا میں استقبال قبلہ تو وہ مستحب ہے بسبب سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت آنے کے جیسا کہ طبرانی نے روایت کیا بزرگ ترین مجلس وہ ہے جس میں استقبال قبلہ ہو (مرقات)

رہے یہاں تک کہ تنور کے جیسے ایک سوراخ کے پاس پہنچے اس کا بالائی حصہ تنگ اور نیچے کا کشادہ تھا اس کے نیچے آگ بھڑک رہی تھی جب آگ لپکتی ہے تو وہ لوگ اوپر آتے ہیں حتی کہ اس سے نکلنے کے قریب ہوتے ہیں اور جب آگ بجھتی ہے تو وہ اس میں لوٹ جاتے ہیں، اور اس میں چند مرد اور برہنہ عورتیں ہیں۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: چلئے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ خون کی ایک نہر کے پاس پہنچے، اس میں نہر کے وسط میں ایک آدمی کھڑا ہے اور نہر کے کنارے ایک آدمی ہے جس کے سامنے پتھر ہے پس جب آدمی آتا ہے جو نہر میں ہے اور جب نکلنے کا ارادہ کرتا ہے تو یہ آدمی پتھر اس کے منہ پر پھینک مارتا ہے جو اس کو جہاں تھا وہیں اس کو لوٹا دیتا ہے، پس جب بھی وہ نکلنے کے لئے آتا تو یہ شخص پتھر اس کے منہ پر پھینک مارتا ہے تو وہ جیسا تھا ویسا ہی لوٹ جاتا۔ میں نے کہا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: چلئے ہم چلتے رہے یہاں تک کہ ایک ہرے بھرے باغ میں آئے، اس میں ایک بڑا درخت تھا جس کی جڑ میں ایک بزرگ اور چند بچے تھے اور کیاں دیکھتا ہوں کہ درخت کے قریب ایک آدمی ہے جس کے سامنے آگ ہے جس کو وہ دہکا رہا ہے، وہ دونوں مجھے لے کر درخت پر چڑھے پس درخت کے درمیان ایک گھر میں مجھے داخل کئے جس سے زیادہ خوبصورت میں نے کبھی نہیں دیکھا اس میں چند بزرگ ونو جوان عورتیں اور بچے ہیں پھر وہ دونوں مجھے وہاں سے لائے پس مجھ کو لے کر درخت پر چڑھے ایسے گھر میں داخل ہوئے جو پہلے والے سے زیادہ خوبصورت و بہتر تھا، اس میں چند بزرگ اور نو جوان تھے۔

میں نے ان دونوں سے کہا: رات میں آپ نے مجھے سیر کرائی تو میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کے بارے میں مجھے بتاؤ۔ انہوں نے کہا: ہاں! اب رہا وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا ہے کہ اس کے جبڑے پھاڑے جا رہے ہیں وہ جھوٹا شخص ہے جو جھوٹی باتیں بیان کرتا ہے اور اس سے وہ نقل کی جاتی ہیں یہاں تک وہ دور دور تک پہنچ جاتی ہے، پس قیامت تک اس سے یہی معاملہ کیا جائے گا، جس کا آپ مشاہدہ فرمارہے تھے۔ اور وہ شخص جس کو آپ نے دیکھا کہ اس کا سر کچلا جارہا ہے یہ وہ شخص ہے جس کو اللہ نے قرآن کا علم دیا تو وہ رات میں اس سے غافل ہو کر سو گیا اور دن میں اس میں جو کچھ ہے اس پر عمل نہیں کیا تو اس کے ساتھ قیامت تک وہی معاملہ کیا جاتا رہے گا جس کا آپ نے مشاہدہ فرمایا۔ اور جن کو آپ نے سوراخ میں دیکھا وہ زنا کار ہیں۔ اور جس کو آپ نے نہر میں دیکھا وہ سود

خوار ہے۔اور جن بزرگ کو آپ نے درخت کی جڑ میں دیکھا وہ ابراہیم (علیہ السلام) ہیں۔اور ان کے اطراف جو بچے ہیں وہ لوگوں کے بچے ہیں۔اور جو آگ دہکا رہے تھے وہ مالک ہیں جو دوزخ کے داروغہ ہیں۔وہ پہلا گھر جس کے اندر آپ تشریف لے گئے تھے عام مؤمنین کا گھر ہے اب رہا یہ گھر تو یہ شہداء کا گھر ہے اور میں جبرئیل ہوں اور یہ میکائیل ہیں، آپ اپنا سر مبارک اٹھائیں، میں نے اپنا سر اٹھایا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے اوپر بادل کے مثل۔

20/6005۔اور ایک روایت میں سفید بادل کے مثل کچھ ہے ان دونوں نے کہا وہ آپ کا مقام ہے میں نے کہا مجھے چھوڑ دو کہ میں میری منزل میں چلا جاؤں انہوں نے کہا: آپ کی عمر باقی ہے جس کو آپ پورا نہیں کئے ہیں جب آپ اس کو پورا کرلیں گے تو اپنی منزل میں تشریف لے جائیں گے۔(بخاری)

21/6006۔انہی سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ سے بکثرت باتیں فرمایا کرتے تھے منجملہ ان کے یہ ہے کہ کیا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے تو جس شخص کا بیان کرنا اللہ کو منظور ہوتا وہ آپ سے بیان کرتا۔ایک صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا: رات میرے پاس دو آنے والے آئے ان دونوں نے مجھے اٹھایا اور مجھ سے کہا چلیئے میں ان کے ساتھ چلا اور اس حدیث کے جیسا ہی بیان کیا جو تفصیل کے ساتھ گزری، اور سمرہ کی حدیث میں یہ اضافہ ہے جو اس سے پہلے ذکر کردہ حدیث میں نہیں ہے۔اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے پس ہم ایک سرسبز باغ کے پاس آئے جس میں موسم بہار کی ساری کلیاں ہیں، کیا دیکھتا ہوں کہ باغ کے درمیان ایک طویل القامت شخصیت ہے کہ میں ان کے سر کوئی اونچائی میں طویل ہونے کی وجہ سے دیکھ نہیں سکتا تھا اور اس شخصیت کے اطراف اس کثرت سے بچے ہیں کہ میں نے ان کو کبھی نہیں دیکھا، تو میں نے ان دونوں سے کہا: یہ کیا ہے؟ اور یہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: چلیئے ہم چلے اور ایک بڑے باغ تک پہنچے میں نے کبھی اس سے بڑا باغ دیکھا اور نہ اس سے زیادہ خوبصورت۔فرمایا: ان دونوں نے مجھ سے کہا: اس میں آپ چڑھیئے تو آپ نے فرمایا: ہم اس میں چڑھے اور ایک ایسے شہر میں پہنچے جو سونے اور چاندی کی اینٹ سے بنا ہوا تھا، شہر کے دروازہ پر پہنچ کر

ہم اس کو کھلوائے تو ہمارے لئے کھول دیا گیا پس ہم اس میں داخل ہوئے اور ہم سے ایسے لوگ ملاقات کئے جن کے جسم کا آدھا حصہ اس سے بھی زیادہ حسین کی طرح ہے جو تم دیکھتے ہو اور ان کا آدھا حصہ اس سے بھی زیادہ خراب ہے جو تم دیکھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان دونوں نے ان سے کہا: تم جاؤ اور اس نہر میں اترو اور آپ سے فرمایا: کیا دیکھتا ہوں کہ عرض میں ایک نہر ہے جو بہہ رہی ہے گویا اس کا پانی خالص سفید ہے وہ سب جاکر اس میں اتر گئے پھر وہ ہمارے پاس واپس آئے اس حال میں کہ ان سے وہ خرابی دور ہو چکی تھی پس وہ سب سے اچھی صورت میں تبدیل ہو گئے۔ اور اس اضافہ کی تفسیر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب رہے وہ طویل قامت شخص جو باغ میں تھے وہ ابراہیم (علیہ السلام) ہیں اور رہے وہ لڑکے جو آپ کے اطراف ہیں تو وہ ہر وہ بچہ ہے جو فطرت پر انتقال کیا ہے، راوی نے کہا: بعض مسلمانوں نے کہا اور مشرکین کی اولاد 1 یا رسول اللہ! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مشرکین کی اولاد بھی۔ اب رہا وہ لوگ جن کا آدھا حصہ حسین اور آدھا حصہ خراب ہے تو ایسی قوم ہے جو ملے جلے کام کئے کچھ اچھے اور کچھ برے، اللہ تعالی

---

1 قولہ: **و اولاد المشرکین** الخ (اور مشرکین کی اولاد) ابن ہمام رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "مسائرہ" میں کہا ہے: مشرکین کے بچوں سے سوال اور ان کے جنت یا دوزخ میں داخلہ سے متعلق اختلاف ہے پس ان کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ وغیرہ نے توقف کیا ہے اور ان سے متعلق متعارض احادیث وارد ہوتی ہیں اس کا راستہ تو ان کے معاملہ کو اللہ تعالی کے تفویض کرنا ہے اور امام محمد بن حسن (رحمہ اللہ) نے فرمایا جان لو کہ اللہ تعالی کسی گناہ کے بغیر عذاب نہیں دیتا ان کے شاگرد ابن ابی شریف نے اس کی شرح میں فرمایا ہے کہ قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر وغیرہ جیسے کبار تابعین سے ان کے آخرت کے حکم سے متعلق گفتگو کرنے سے رک جانے کا مطلق حکم منقول ہے۔

اور ابوالبرکات نسفی نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے مروی توقف کی روایت کو ضعیف قرار دیا اور کہا کہ امام صاحب سے صحیح روایت یہ ہے کہ حدیث صحیح کے ظاہر کی بناء پر وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہیں، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کیا کرنے والے تھے اور امام نووی نے ان کے بارے میں تین مذاہب کو بیان کیا ہے۔ اکثر کے پاس وہ دوزخ میں ہیں، دوسرا مذہب توقف کا ہے اور تیسرا مذہب جس کو انہوں نے صحیح قرار دیا ہے حدیث "**کل مولود یولد علی الفطرۃ**" کی بناء پر وہ جنت میں ہیں۔ اور محمد بن حسن رحمہ اللہ سے مروی قول بھی اسی مفہوم میں ہے ان کے بارے میں اور بھی ضعیف اقوال ہیں۔ (ردالمحتار)

نے ان کو درگزر فرما دیا۔ (بخاری)

22/6007۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے خواب میں مجھے دیکھا یقیناً اس نے [1] مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ (متفق علیہ)

اب رہا آپ کی صفت کے سوا دیکھے مثلاً آپ کو مسجد کے کسی حصہ میں وصال کئے ہوئے دیکھے جس طرح کہ بعض مشائخ کے بارے میں بتایا گیا کہ انہوں نے اس حالت میں دیکھا تو تاویل اور تعبیر کی ضرورت ہوگی کہ کہا جائے گا مسجد کی زمین کا وہ حصہ مغصوبہ ہے یا مملوکہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کے قواعد کے مطابق صحیح نہیں ہے گویا اس جگہ میں آپ کا وصال کر دیا گیا اور جس نے قواعد و

---

[1] قولہ: من رانی فی المنام فقد رانی (جس نے خواب میں میرا دیدار کیا یقیناً اس نے مجھے دیکھا) گویا وہ عالم شہود و نظام میں مجھے دیکھا ہے لیکن اس پر احکام کی بناء نہیں رکھی جاتی کہ وہ اس کی وجہ سے صحابہ میں سے ہو جائے اور اس حالت میں جو کچھ سنا ہے اس پر عمل کرے اور کہا گیا کہ یہ حدیث شریف جملہ خبریہ ہے یعنی جو نیند میں میرا دیدار کرے اس کو خبر دو کہ اس کا دیکھنا حقیقت ہے اور حق ہے، اضغاث احلام سے نہیں ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کتب میں مرقومہ صفت اور اس معروف ہئیت کے مطابق ہو جو بیان کی گئی ہے تو تاویل کی کوئی حاجت نہیں بلکہ کہا جائے گا کہ وہ مطلقاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی دیدار کیا ہے۔

اب رہا آپ کی صفت کے سوا دیکھے مثلاً آپ کو مسجد کے کسی حصہ میں وصال کئے ہوئے دیکھے جس طرح کہ بعض مشائخ کے بارے میں بتایا گیا کہ انہوں نے اس حالت میں دیکھا تو تاویل اور تعبیر کی ضرورت ہوگی کہ کہا جائے گا مسجد کی زمین کا وہ حصہ مغصوبہ ہے یا مملوکہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شرع کے قواعد کے مطابق صحیح نہیں ہے گویا اس جگہ میں آپ کا وصال کر دیا گیا اور جس نے قواعد و شریعت کو زندہ کیا گویا اس نے سارے انسانوں کی حیات کا سامان کیا۔

اسی طرح ہمارے امام اعظم اپنے منام مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متفرق استخوان مبارکہ کو جمع کرنے کا جو خواب دیکھے تو اس کی ابن سیرین رحمہ اللہ نے تعبیر دی کہ آپ مسلمانوں کے امام اور صحابہ کے درمیان مختلف احادیث اور تابعین کے درمیان پھیلی ہوئی احادیث کے مفاہیم کو جمع کرنے والے بن جائیں گے اور کبھی تعبیر میں اختلاف خواب دیکھنے والے کی ایمانی کیفیت اور اس کی نیتیں اور اس کے امور باطنیہ کے مطابق احوال کے اختلاف کی بناء پر ہوتا ہے۔ (ماخوذ از مرقات)

شریعت کو زندہ کیا گویا اس نے سارے انسانوں کی حیات کا سامان کیا۔

اسی طرح ہمارے امام اعظم اپنے منام مبارک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متفرق استخوان مبارکہ کو جمع کرنے کا جو خواب دیکھے تو اس کی ابن سیرین رحمہ اللہ نے تعبیر دی کہ آپ مسلمانوں کے امام اور صحابہ کے درمیان مختلف احادیث اور تابعین کے درمیان پھیلی ہوئی احادیث کے مفاہیم کو جمع کرنے والے بن جائیں گے اور کبھی تعبیر میں اختلاف خواب دیکھنے والے کی ایمانی کیفیت اور اس کی نیتیں اور اس کے امور باطنیہ کے مطابق احوال کے اختلاف کی بناء پر ہوتا ہے۔(ماخوذ از مرقات)

23/6008۔سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس نے میرا دیدار[1] کیا یقیناً اس نے حق دیکھا۔(متفق علیہ)

24/6009۔سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیند میں جو میرا دیدار کرے تو عنقریب[2] وہ بیداری میں میرا دیدار کرے گا اور شیطان میری شکل اختیار نہیں کرسکتا۔(متفق علیہ)

25/6010۔خزیمہ بن ثابت کے بیٹے اپنے چچا ابوخزیمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں

---

[1] قولہ: فقد رأى الحق (یقیناً اس نے حق دیکھا) یہاں حق سے مراد وہ سچ ہے جس کی ضد جھوٹ ہے یعنی اس کا خواب سچا ہے کہ اس نے بالیقین مجھ ہی کو دیکھا دوسرے کو نہیں اور اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فرمان دلالت کرتا ہے جو دوسری روایت میں ہے فقد رائی الحق (اس نے حقیقت میں مجھے دیکھا) یعنی حقیقت کا دیکھنا یا اس کا معنی ہے کہ اس نے سچا خواب دیکھا ہے۔(ماخوذ از مرقات)

[2] قولہ: فَسَيَرانی فی اليقظة (عنقریب وہ بیداری میں میرا دیدار کرلے گا) یعنی دنیا میں یا آخرت میں۔ امام نووی نے کہا اس میں چند اقوال ہیں ایک یہ کہ اس سے آپ ﷺ کے اہل زمانہ مراد لئے جائیں اور معنی یہ ہے کہ جو نیند میں مجھے دیکھے اور ہجرت نہ کیا ہو تو اللہ تعالی اس کو ہجرت کرنے کی اور بیداری میں کھلے طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی توفیق عطا کرے گا دوسرا یہ کہ وہ دار آخرت میں بیداری میں خواب کی تصدیق دیکھ لے گا اس لئے کہ آپ ﷺ کی ساری امت آخرت میں آپ ﷺ کا دیدار کرے گی تیسرا یہ کہ وہ بروز محشر آپ سے تقرب اور آپ سے شفاعت وغیرہ میں معیت خاص سے مشرف ہو کر آپ کا خصوصی دیدار کرے گا۔(مرقات)

نے دیکھا اس میں جو سونے والا دیکھتا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشانی مبارک پر سجدہ کیا ہے تو انہوں نے آپ سے یہ عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی خاطر لیٹ گئے اور فرمائے اپنے خواب کی تصدیق کرلو چنانچہ آپ کی جبین مبارک پر انہوں نے سجدہ کیا۔ (شرح السنہ)

(کتاب الرؤیا ختم ہوئی)